قولِ حق

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

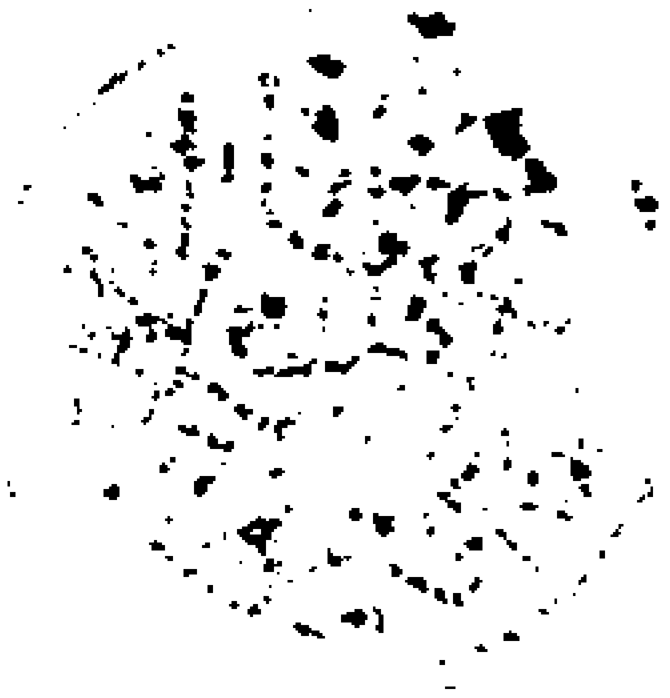

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (الزمر رکوع ۴)

قول الحق الذی فیہ یمترون (مریم - رکوع ۲)

قولِ حق

مصنفہ

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

پروگریسو بکس

۴۰-بی اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

135006

اشاعت ۱۹۸۲ء

مطبع جنرل پرنٹرز لاہور

ناشر پروگریسو بکس لاہور

قیمت : ۲۴/- روپے

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فاطمہ کا جدید مذہب اور بعض نئی حکومتوں کا قیام	۸۰	آٹھویں صدی کے شروع میں اسلام کی حالت ہندوستان میں کیا تھی	۱۱۰
فاطمہ کے مظالم اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی	۸۱	سلطان محمد تغلق اور اشاعت کتاب وسنت	۱۱۲
دیلمیوں کا اقتدار اور خلفائے عباسیہ کی بے دست و پائی	۸۲	کتاب وسنت کے خلاف عجمی مسلمانوں کا جوش وخروش	۱۱۳
بغداد میں شیعوں کی حکومت	۸۳	خانہ کعبہ میں چار مصلوں کا قائم ہونا	۱۱۴
عشرۂ محرم اور رسم تعزیہ کی ابتدا	۸۴	آٹھویں صدی کے خاتمہ پر شمالی ہند اور دکن میں مذہب کی حالت	۱۱۵
شام و مصر میں شیعہ حکومت	۸۴	دسویں صدی ہجری کی ابتدا	۱۱۶
شیعوں کی حکومت کا عروج	〃	کبیر و نانک کے جدید فرقے اور مسلمان	〃
		سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے ذریعہ کتاب وسنت کی اشاعت	۱۱۷
دیلمیوں کا زوال اور سلجوقیوں کا عروج	۸۶	شیعوں اور سنیوں کی کشمکش	۱۱۸
تبصرہ	۸۸	اکبر کے زمانہ میں اسلام	۱۱۹
مذہبی حالات پر ایک نظر	۹۰	دربار شاہی کی لامذہبی اور لا دینیہ احکام کا نفاذ	〃
مذاہب اربعہ کے رواج اور ترک اجتہاد کا سبب	۹۲	دکن میں شیعیت کا زور شور اور شاہ طاہر شیعی مبلغ	۱۲۰
مفتی محمد عبدہ مصری کا قول	۹۸	مجدد صاحب اور دوسرے علماء	۱۲۲
تصوف کی خانقاہیں اور صوفیوں کے خانوادے	۱۰۰	دربار مغلیہ کا مضر اسلام اثر	〃
باب چہارم	۱۰۳	عالمگیر کی مساعی جمیلہ	۱۲۳
اسلام ہندوستان میں	〃	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۴
ہندوستان میں افغانستان کے ذریعہ جو خود بھی ابھی خام تھا اشاعت اسلام	〃	اودھ روہیلکھنڈ کی جنگ دراصل شیعہ سنی کی جنگ تھی	۱۲۵
دو سکھوں کی حالت	۱۰۵	تیرھویں صدی ہجری کے مجاہدین اسلام	۱۲۶
ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی ابتداء اور سلاطین اسلام کی کمی	〃	تبصرہ	〃
ممالک اسلامیہ کی خانہ جنگی اور مغلوں کی مسلم کشی	۱۰۶	**باب پنجم**	۱۲۹
خلافت بغداد کی بربادی اور ہندوستان میں ایرانی و خراسانی		چند ضروری مگر بے ترتیب باتیں	〃
مسلمانوں کی آمد	۱۰۸	تقلید جامد	〃
ہندوستان میں صوفیائے کرام	۱۰۹	اطاعت وفرمانبرداری	۱۳۳

Marfat.com

فہرس مضامین وصفحات

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱
عرضِ حال بنی بغضو العزا یہ	۱۲
باب اول	۱۳
ملتِ اسلامیہ میں فتنوں کی ابتدا	〃
تمہید	〃
عبد اللہ بن سبا اور مختار ثقفی	۱۴
مسلمانوں کے خلاف منافقوں کی مسلسل کوششیں	۲۰
ثقفی کی کارروائیاں اور ریشہ دوانیاں	۲۲
مسلمانوں میں خاندانی اور نسلی عصبیت کا پیدا ہونا	〃
امویوں کے خلاف ہاشمیوں کی مصروفیت	۲۳
موضوع احادیث کس طرح وضع ہونی شروع ہوئیں	۲۴
علویوں کا اقدام عمل اور ناکامی	۲۵
عباسیوں کا خفیہ نظام	۲۶
رفتارِ حوادث کا عباسیوں کے موافق ہونا	۲۸
ایرانیوں اور خراسانیوں کا سازش کو کامیاب بنانا	۳۰
علویوں کو محروم رکھ کر عباسیوں کا بازی لیجانا	۳۲
خفیہ سازشیں اور اسلام	۳۳
عہد بنو امیہ میں جو فتنے پیدا ہو چکے تھے	۳۶
پہلی صدی کا اسلام	〃
ابتدائی زمانے کے فتنے	۳۸
تبصرہ	۴۲
باب دوم	۴۶
خلافتِ عباسیہ کے ابتدائی سو سال	〃
عباسیوں کے خلاف علویوں کی سرگرمیاں	〃
عبد اللہ سفاح اور منصور عباسی کی مستعدی	۴۸
علویوں کا خروج عباسیوں کے خلاف	۵۰
مجوسیوں اور ملحدوں کی بغاوتیں اور عباسیوں کی ہوشیاری	۵۲
علویوں کا خروج اور ناکامی	۵۴
خارجیوں اور مجوسیوں کی بغاوت اور خاندان برمک کی تباہی	۵۶
علویوں کو پھر خروج کا موقع ملا	۵۸
ایرانیوں اور علویوں کا خروج	۵۹
عباسیوں کی ترک نوازی	۶۰
ترکوں کے ہاتھوں عربوں کی تذلیل	۶۱
تبصرہ	۶۲
اس صدی کے پیدا شدہ فتنے	〃
اس دوسری صدی کے اسلام اور مسلمانوں کی حالت	۶۴
باب سوم	۶۹
۳۰۰ھ تک کے نہایت مختصر اور سرسری حالات	〃
دربارِ خلافت میں اعتقادی کشمکش	〃
علویوں کا خروج خلافتِ عباسیہ کا اضمحلال اور صوبوں کی خودمختاری	۷۷
زنگیوں کا فتنہ	۷۸
علویوں کا خروج	۷۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اسلاف پرستی	۱۳۶
جاہلیت اور شعور دنیا، وہم موی	۱۳۷
انکار پناہ پیر اور شرک پر ور صوفی	۱۳۹
خود پسند اور شکم پرور لیڈر	؍؍
مساجد کی بد امنی	۱۴۱
جہل مرکب کا طوفان	۱۴۳
اسلام بہت ہی آسان اور فطری مذہب ہے۔	۱۴۵
عقد الجید (مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب) کی ایک عبارت کا ترجمہ	۱۴۷
یسر و آسانی کی حقیقت میانہ روی ہے تشدد بے جا درست نہیں	۱۵۱
زہد خود و ناصحین اور اباحت نواز مصلحین	۱۵۳
قومی و قبائلی انجمنوں کا تباہ کن طوفان	۱۵۵
غرور و تکبر اور ابلیس کا شیطان	۱۵۷
ہوائے شیطانی اور خواہشات نفسانی	۱۵۹
خوش عقیدگی اور اسلاف پرستی	۱۶۰
باب ششم	۱۶۳
آنحضرت صلعم کی نسبت خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے	؍؍
(قرآن مجید کے مختلف مقامات کی چالیس آیات مع ترجمہ	
مذکورہ آیت کا حاصل مطلب	۱۷۳
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۱۷۷
مشاجرات و اختلافات صحابہ	۱۸۳
شرک اور تقلید آبا	۱۸۸
شرک (مختلف مقامات کی بیس آیات مع ترجمہ)	۱۸۹
تقلید آبا (مختلف مقامات کی بیس آیات مع ترجمہ)	۱۹۳

مضمون	صفحہ
باب ہفتم	۲۰۱
قرآن مجید	؍؍
(قرآن مجید کے مختلف مقامات کی چالیس آیات مع ترجمہ)	
قرآن مجید کی تعریف جو آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے خدائے	
تعالیٰ نے فرمائی۔	
(قرآن مجید کے مختلف مقامات کی چالیس آیات مع ترجمہ)	
قرآن مجید کے مضامین (چالیس نمبروں کے ذیل میں)	۲۱۸
مضامین قرآنی کی ترتیب	۲۳۳
تدبر فی القرآن کے متعلق بعض اشارات	۲۳۴
باب ہشتم	۲۳۹
قرآن اور تفسیر قرآن	؍؍
قرآن فہم انسان کے لیے آسان کتاب ہے	؍؍
تفسیریں کس طرح لکھی گئیں	۲۴۳
تفسیروں میں اسرائیلیات کی کثرت	۲۴۷
قرآن مجید اور دنیوی عروج و زوال	؍؍
ذنب	؍؍
اعتراض کا جواب اور لفظ دنیا کا صحیح مفہوم	۲۵۳
اقوام عالم میں مسلم قوم کا صحیح مقام	۲۵۶
قرآن مجید اور انفرادی و اجتماعی مقاصد	۲۵۸
بخیر باست اذا ست	۲۶۰
فہرس مضامین کتاب ہذا	

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ اَرْسَلَ اِلٰی سَائِرِ النَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الصَّالِحِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ

کچھ عرصہ سے یہ سوال مسلمانوں کے سامنے بار بار پیش ہوتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی قوم من حیث القوم تمام صفات محمودہ میں تنزل اور ہر ایک صفت مذمومہ و مشئومہ میں ترقی کیوں کر رہی ہے یا بالفاظ دیگر ساری اچھی اور کام کی چیزیں مثلاً حکومت۔ دولت۔ عزت۔ غیرت۔ علم نافع اخلاق فاضلہ۔ اعمال صالحہ ایک ایک کر کے مسلمانوں سے رخصت ہو رہے ہیں اور تمام وہ باتیں جو کسی قوم کی ہلاکت کا موجب ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بیحیائی۔ افلاس جہالت۔ عادات رذیلہ اور بداعمالیاں دن بدن پیدا ہوتی اور ترقی کرتی جاتی ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے اور حسنات رفتہ کو سیئات موجودہ کی جگہ کس طرح واپس لایا جا سکتا ہے ؟۔ اس ضروری سوال کا جواب دینے کی کوشش قریباً پچاس سال سے برابر ہو رہی ہے۔ مشہور اسلامی انجمنوں اور کانفرنسوں کے سالانہ جلسوں میں خطبات صدارت عموماً اسی سوال کا جواب ہوتے ہیں۔ ہر سال دو چار چھوٹی موٹی کتابیں بھی اس سوال کے جواب میں شائع ہو جاتی ہیں۔ ماہانہ اسلامی رسالوں۔ پندرہ روزہ اور ہفتہ وار اخباروں اور اسلامی روزناموں میں بھی آئے دن یہی سوال زیر بحث رہتا ہے۔ جامع مسجدوں کے ہفتہ وار مواعظ

وخطب پڑھے لکھے مسلمانوں کی نشستگاہیں ریل گاڑی کے طویل سفر میں درمیانہ درجہ کے مسلمان سازوں کی گفتگوئیں بھی مذکورہ سوال کا جواب معلوم و متعین کرنے کی کوشش سے عموماً خالی نہیں ہوتیں۔ اس پچاس سال کے عرصہ میں مذکورہ موضوع پر جو کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے اگر سب کو کتابی شکل میں لکھکر ترتیب دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ایک چھوٹا سا کتب خانہ تیار ہو جائے۔ جس میں صدہا بڑے بڑے لیڈروں۔ صدہا فاضل اجل مولویوں۔ صدہا مصنفوں۔ صدہا ایڈیٹروں۔ ہزارہا واعظوں۔ ہزارہا لکچرروں۔ ہزارہا شاعروں اور لاکھوں پڑھے لکھے اور سوچنے سمجھنے والے مسلمانوں کے خیالات و مقالات و ملفوظات موجود ملینگے۔ اور اقتصادی۔ معاشری۔ اخلاقی۔ مذہبی۔ سیاسی۔ علمی وغیرہ ہر ایک نقطۂ نظر کو کام میں لاکر بحث کی گئی ہوگی۔ جبکہ اس معمولی سوال کے جواب یعنی بیماری کے اسباب و علامات و معالجات کے معلوم و متعین کرنے میں اس قدر عظیم الشان کوشش بروئے کار آچکی ہے تو اب یہ سلسلہ ختم کیوں نہیں ہو جاتا اور کیوں پہلے سے بھی زیادہ لوگ اسکی طرف متوجہ نظر آتے ہیں؟۔ اس دوسرے سوال کا جواب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ابھی تک چونکہ انہیں علاج کا اور بیماری چونکہ بدستور ترقی کر رہی ہے لہذا تیمارداروں کی گھبراہٹ اور صحیح معالجہ کی جستجو ترقی کرتی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں کسی غیر معروف شخص کو بھی جرأت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی تیر بہدف دوا یہ کہکر پیش کرے کہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج کو تو آپ آزما چکے اگر جی چاہے تو یہ میری مجرب دوا بھی مریض کو استعمال کرا دیجئے۔ یہ سنکر مریض کے رشتہ دار تھوڑے سے تأمل کے بعد عموماً رضامند ہو جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُس دوا کے استعمال سے مریض کی تندرستی واپس آجاتی ہے۔

میرا مدعا اس گذارش سے یہ ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھکو بھی اجازت ملنی چاہیئے کہ مذکورہ سوال کے جواب اور مذکورہ بیماری کے علاج کی نسبت کچھ عرض کروں۔ ممکن ہے کہ میرا ہی نسخہ کام کر جائے۔ اور اگر کچھ بھی کام نہ آئے تو کم از کم میرا اسلامی فرض تو ادا ہو جائے۔

مسلمانوں کی سود و بہبود کی نسبت اب تک جو کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے اُسکو بیسیوں عنوانوں کے ماتحت اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسلمان صنعت و حرفت اور تجارت کیطرف سے بے اعتنائی اختیار کرکے افلاس اور بد اخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے لہذا ان کو صنعت و تجارت کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے

۲۔ مسلمانوں نے پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں کی۔ چنانچہ ہمسایہ قوموں سے علمی سابقت میں پیچھے رہکر اپنی عظمت وفضیلت کو ضائع کردیا۔ لہٰذا تعلیم کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہیئے۔

۳۔ مسلمانوں میں فضول خرچی بہت بڑھ گئی ہے اور تمام جائدادیں بیچ بیچ کر قلاش ہوگئے۔ انکو کفایت شعار بنانا چاہیئے۔ وغیرہ۔

اس قسم کی باتیں خواہ کتنی ہی مفید اور صحیح کیوں نہ ہوں۔ ان میں حقیقی، اصلی اور اصولی کوئی بات نہیں۔ مثلاً اس ملک میں اب سے سو ڈیڑھ سو سال پہلے پارچہ بافی۔ نجاری۔ آہنگری۔ معماری۔ کفش دوزی۔ خیاطی۔ خیمہ دوزی۔ رفوگری۔ تیرگری۔ اسلحہ سازی۔ رنگریزی۔ خوشنویسی وغیرہ قریباً تمام صنعتیں مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھیں صبح سے شام تک دوکان پر بیٹھکر غلہ اور آٹا دال نمک مرچ وغیرہ بیچنے کی ادنیٰ تجارت کے علاوہ تمام بڑی بڑی اور اعلیٰ قسم کی تجارتیں جنمیں مال ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجانا پڑتا تھا عموماً مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں۔ علم وفضل کے اعتبار سے بھی تمام دوسری قوموں پر مسلمانوں کو برتری حاصل تھی۔ اعلیٰ مدارس اور ہر قسم کی تعلیم گاہوں پر مسلمانوں کا قبضہ واقتدار قائم تھا۔ فضول خرچی سو یا ڈیڑھ سو سال پہلے بھی مسلمانوں میں ایسی ہی تھی لہٰذا ان چیزوں کو اصل مرض کے عوارض تو شاید کہاجاسکے لیکن ان میں سے کسیکو اصل مرض نہیں کہا جاسکتا۔ غور وتامل اور بحث ونظر میں یہاں تک پہونچکر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اصل بیماری غیر ملکی یا غیر مذہبی حکومت اور مسلمانوں کی محکومی ہے۔ ایسا کہنے والے یقیناً دوسروں کی نسبت زیادہ ذہین اور زیادہ دقیقہ رس ہیں اور انکے اس قول کی تردید ممکن نہیں لیکن انکی تشخیص کو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد بھی اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بیماری کا صحیح علاج وہ بھی آجتک نہیں بتا سکے۔

غیر ملکی یا غیر مذہبی حکومت کے رفع اور دفع کرنیکے لئے جو جو تدبیریں ابتک سوچی اور زیر عمل لائی گئی ہیں انمیں سے کوئی ایک بھی ابھی تک کامیاب اور موجب انجاح مرام ثابت نہیں ہوئی اور اس ناکامی کے اسباب آجتک محدود ومتعین نہیں ہوسکے نہ آئندہ ان اسباب ناکامی کے متعین ومحدود اور مرفوع ومسدود ہونے کی توقع۔ مثلاً سب سے زیادہ مضبوط اور پختہ بات یہ کہی گئی ہے کہ ہندو مسلمانوں

Marfat.com

متفق ہو کر غیر ملکی حکومت کو اپنے اوپر سے اٹھا دینا چاہیئے لیکن ہندوستانی مسلمانوں میں ایسا اتفاق آجتک نہیں ہوا اور کوئی شخص یہ نہیں بتا سکا کہ یہ مطلوب اتفاق کس خاص وجہ سے نہیں ہو سکا اور وہ خاص وجہ کب تک دور ہو سکے گی اور اسکے دور ہونے کے بعد دوسری کوئی وجہ نا اتفاقی کی پیدا نہ ہوگی۔ یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو غیر ملکی حکومت کے دور ہو جانے پر جو ملکی حکومت قائم ہوگی وہ بھی غیر مذہبی یعنے غیر اسلامی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ یوں کہہ لیجئے کہ نیم اسلامی ہوگی۔ قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ اس نیم اسلامی ملکی حکومت میں مسلمان اپنے آپ کو سنبھالنے اپنی شوکتِ رفتہ کو واپس لانے اور کھوئی ہوئی عزت و دولت و فضیلت کو دوبارہ حاصل کرنے میں بآسانی کامیاب ہو جائینگے۔

یہانتک اگرچہ محض خیالات و قیاسات ہی کا ایک سلسلہ ہے اور کامیابی حاصل کرنے یعنے بیمار کے تندرست ہونے کی کوئی یقینی اور حتمی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن ان تمام ممکنات کو واجبات تسلیم کر لینے کے بعد بھی ایک اور زبردست خدشہ یا اہم سوال سامنے آتا ہے جسکا حل اور جواب سوچنے اور تلاش کرنیکے بغیر چارہ نہیں۔ وہ یہ کہ ہندوستان کے جن مسلمانوں نے اس ملک کی قائم شدہ اسلامی حکومت کو کمزور بنا کر بالآخر فنا ہونے دیا ان مسلمانوں سے آجکل کے مسلمان کن کن باتوں میں فوقیت و فضیلت رکھتے ہیں اور ان میں کون کون سی قابلیتیں ان ڈیڑھ یا دو سو سال پہلے کے مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔ یہ بھی سوچنے اور تلاش کرنے کی بات ہے کہ دو سو سال پہلے کے بزرگوں میں جسطرح اسلامی سلطنت کے برباد کرنے اور خود برباد ہونے کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی موجودہ مسلمانوں میں من حیث القوم اسکی جگہ نئی اسلامی یا نیم اسلامی سلطنت پیدا کرنیکے بعد اسکے قائم رکھنے اور مسلمانوں کی قوم کو زندہ اور مضبوط قوم بنانے کی اہلیت پیدا ہو چکی ہے اہلیت کی تعیین جن دلائل کی بنا پر کیجائیگی وہ بجائے خود قابل نقد و نظر ہوں گے۔ تخیل کے اس صحرا میں آوارہ و سرگرداں ہونے سے بچانے کے لئے صاحب بصیرت حضرات نے ان مسلمانوں کو جو خدا و رسول پر ایمان رکھتے اور قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کلام یقین کرتے ہیں مخاطب کر کے اس معقول بات کی طرف توجہ دلائی کہ:۔

خدا تعالیٰ نے حکومت و سلطنت کے لئے قرآن مجید میں کچھ شرائط بیان فرمائے ہیں ان شرائط کو پورا کرنیکے بعد ہر ایک قوم اسبات کی مستحق ہو سکتی ہے کہ اسکو بادشاہت و سلطنت عطا کی جائے اور کچھ

ایسی غلطیاں اور نالائقیاں ہیں کہ جس قوم میں انکی کثرت ہو جاتی ہے اس سے خدا تعالیٰ حکومت و سلطنت چھین لیتا ہے قوموں کے زندہ ہونے اور مرنے کے اسباب و علامات بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصولاً بیان فرما دیئے ہیں۔ قرآن مجید کی تمام تعلیمات اور اسکے بیان کردہ اصول کا غلط اور نادرست ہونا آجتک کبھی ثابت نہیں ہوا۔ اور ان کے درست اور صحیح ہونے کی شہادتیں ہر زمانہ میں ظاہر و ہویدا ہوتی رہی ہیں لہذا ہمکو قرآن مجید کے معیار پر اپنی حالت کیوں نہ پرکھنی چاہیئے۔ قرآن مجید نے سچے پکے مسلمانوں کے لئے من حیث القوم حکومت و سلطنت پر فائز ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سچے پکے مسلمان اور قرآن مجید کی کسوٹی کے موافق سب سے بہتر مسلمان تھے دنیا میں سب سے بڑی حکومت اور سب سے اچھی سلطنت کے مالک اور سب سے بہتر فرمانروا تھے۔ صحابۂ کرامؓ کے بعد مسلمان جس زمانہ میں جسقدر قرآن مجید کی تعلیمات سے غافل اور قرآنی معیار کے موافق جسقدر اسلام میں ناقص ہوئے اسیقدر انکی حکومت و سلطنت کمزور و ناقص ہوتی گئی اور نکبت و ذلت انکو تلاش کرنے لگی۔ چنانچہ ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ کا ایک ایک ورق اسکی صداقت پیش کر رہا ہے اسلام اور کلام الٰہی سے من حیث القوم غفلت اختیار کر لینے کے باوجود مسلمانوں کے کامیاب و فائز المرام ہونے کی کوئی مثال کسی زمانہ میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔ پس ایسے عظیم الشان استقرائی ثبوت کے موجود ہوتے ہوئے آج مسلمانوں کا اپنی زبون حالی کے دور کرنے کے لئے ادھر ادھر ٹامک ٹوئیے مارنا اور قرآن مجید کی طرف متوجہ نہ ہونا اور قرآن مجید میں اپنے درد کی دوا تلاش نہ کرنا نہایت ہی تمسخر افزا اور حیرت انگیز ہے۔

اس سے زیادہ اچھی اور صحیح بات مسلم قوم کے مرض اور اسکے علاج کی نسبت اب تک نہیں کہی گئی۔ اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس مرض کا بس یہی ایک صحیح علاج ہے۔ دس بارہ سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ میں اپنا یہی خیال ایک چھوٹے سے رسالہ "اکابر قوم" کے خاتمہ میں ظاہر کر چکا ہوں حکومت و سلطنت کا حصول اور صفات حسنہ کا وصول نتیجہ ہے صحیح اسلام پر قائم ہونے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لینے کا۔ مسلمانوں کا فرض تو صرف سبب کا موجود و مہیا کر دینا ہے نتیجہ خدا تعالیٰ خود مرتب فرمائیگا۔ یہ باتیں بھی نئی نہیں ہیں بلکہ تحریر و تقریر کے ذریعہ شائع

Marfat.com

ہوتی اور مسلمانوں کی سماعت و مطالعہ میں آتی رہی ہیں لیکن تعجب اور افسوس ہے کہ ایسی نیک اور پاک بات کا کوئی خصوصی اثر اور ایسے صحیح مشورہ پر عمل کی کوئی سرگرمی مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ بس یہی احساس ہے جو اس کتاب کی نگارش کا موجب ہوا۔

میں نے جب اسبات پر غور کیا کہ مسلمان قرآن مجید اور سنت ثابتہ و احادیث صحیحہ کیطرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے تو مندرجہ ذیل نتائج پر پہونچا۔

۱۔ مسلمانوں میں اس وقت تک تاریخ اور مذہب بالکل جدا اور ایک دوسرے سے اجنبی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ وہ جب تاریخ پڑھتے ہیں تو خلفا اور سلاطین کے حالات جنگ و پیکار کے ہنگاموں۔ دربار اور درباریوں کے کاموں کو پڑھتے چلے جاتے ہیں اُسوقت مذہب احکام قرآنی۔ احادیث نبوی۔ عام مسلمانوں کی مذہبی زندگی۔ بدعات و مراسم اور اُنکے بد نتائج وغیرہ کا اُنکو بھولکر بھی خیال نہیں آتا۔ بخلاف اسکے جب مذہبی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں اور فقہی اختلافات علما کے مباحثات۔ ائمہ کے اجتہادات وغیرہ پڑھتے ہیں تو حکومت و سلطنت کے حالات کی طرف سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں اور کسیکو یہ خیال نہیں آتا کہ جس عالم یا جس امام یا جس صوفی کے اقوال و اعمال کا حال ہم مطالعہ کر رہے ہیں یہ کس زمانہ میں تھا۔ کس شہر میں رہتا تھا کسکی حکومت میں تھا۔ دربار سلطنت سے اسکا کیا تعلق تھا۔ اُسوقت کے دوسرے علمار کی کیا حالت تھی۔ اُس زمانہ میں کون کون سی رسمیں ایجاد ہو چکی تھیں۔ کون سی کتاب کس زمانہ اور کن حالات میں تصنیف ہوئی۔ سلطنت کا اثر عوام کے اعمال و عقاید پر کسقدر رہتا اور کس قسم کا تھا۔ کون سی رسم کس نے ایجاد کی۔ کونسی بدعت کس زمانہ میں کسطرح رائج اور مقبول ہوئی وغیرہ۔ یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ صحابۂ کرامؓ کے وقت سے لیکر ابتک اسلام کن کن حالات میں ہوکر مسلسل گذرتا رہا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی تعلیمات کا صحیح خاکہ اکثر اعلم العلمار کہلانیوالوں کے دماغ میں بھی قائم نہیں اور وہ اسلام کے متعلق بآسانی صحیح تعلیم دینے اور لوگوں کو اسلام سے واقف بنانے میں عموماً ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ تبلیغ مذہب اور اصلاح اعمال و عقاید میں تاریخ جو کام کر سکتی ہے اسکا اندازہ اسطرح بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا تاریخی واقعات اور گذشتہ لوگوں کے حالات کو وعظ و تذکیر کے لئے بیان فرمایا اور ان تاریخی حالات کو

سامانِ عبرت قرار دیا ہے۔ لیکن مسلمان اپنی مکمل و مفصل تاریخ موجود رکھتے ہوئے نصیحت گیری میں اُس سے کام نہیں لیتے۔ پس ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو تاریخ سے کام لینا بتایا جائے اور بدعاتِ سیئہ اور مراسمِ مذمومہ اور اُنکے بد نتائج کی صحیح تاریخ سنائی جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کر سکیں۔

۲۔ عربی کا رواج اس ملک میں شروع ہی سے ایک قلیل طبقہ تک محدود رہا ہے۔ قرآن مجید سے واقف ہونے کے لئے بہت سے اردو ترجمے موجود ہیں جنہیں سے بعض بہت اچھے اور صحیح ہیں لیکن جیسا کہ چاہیئے تھا مسلمانوں نے قرآن مجید کے ترجموں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ باترجمہ قرآن عموماً بطور فیشن یا بطور تبرک خریدے اور الماریوں کے سب سے اونچے خانوں میں خوبصورت غلافوں کے اندر رکھے جاتے ہیں۔ پڑھنے۔ سمجھنے اور تدبر کرنے کے کام میں نہیں لائے جاتے۔ ناولوں۔ افسانوں۔ تذکروں۔ سیاسی کتابوں۔ ادبی رسالوں کے لئے تو پڑھے لکھے مسلمانوں کا بہت سا وقت صرف ہوتا ہے لیکن قرآن مجید کے ایک یا آدھے پارے بلکہ ایک یا آدھے رکوع کا ترجمہ وقتاً تدبر کے ساتھ پڑھنے کی گنجائش اپنے اوقات میں نہیں نکال سکتے۔ ایسی حالت میں جاہلوں اور بے پڑھے لکھے لوگوں سے شکایت ہی کیا ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں میں جو جماعت زیادہ باا ثر۔ خوش حال۔ تعلیم یافتہ اور عوام کو اپنا ہمخیال و مطیع بنانے میں کوشاں ہے وہ اکثر انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہے جو عموماً بیرسٹر۔ پلیڈر۔ ڈاکٹر۔ انجنیئر۔ پروفیسر۔ انسپکٹر۔ ڈپٹی کلکٹر۔ منشی۔ ماسٹر اور مسٹر وغیرہ ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی باتیں عام مسلمانوں کو زیادہ ماننی پڑتی ہیں لیکن اس انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کا قرآن مجید سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی طرح اِس با اثر طبقہ کو قرآن مجید کے حسن دلربا کا تماشائی بنا کر اُسکا شیدائی بنایا جائے۔

۳۔ تقلید جامد اور آبا پرستی نے عام طور پر مسلمانوں کے قوائے عقلیہ اور فہم و فراست کو ماؤف و معطل کر دیا ہے۔ شرکیہ و بدعیہ مراسم میں مبتلا ہونے کی معصیت کے ساتھ ہی کسی معاملہ کو فہم و خرد کی کسوٹی پر پرکھنے اور صداقت و راستی کی حمایت میں جرأت کے

Marfat.com

ساتھ مستعد ہو جانے کی قابلیت و ہمت بھی عام طور پر مسلمانوں سے رخصت ہو چکی اور رخصت ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے قرآن و حدیث سے عام طور پر مسلمان بیگانہ و بے تعلق نظر آتے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ اندھی تقلید اور اسلاف و آباء پرستی کی فہم کش اور حماقت آفرین قید و حراست سے مسلمانوں کو آزاد کیا جائے تاکہ وہ اُس سچے اسلام کو جو صحابۂ کرامؓ کا اسلام تھا اپنا مذہب قرار دے سکیں اور اُن میں دماغی نشو و نما جو لازمۂ اسلام ہے موجود و نمایاں ہو۔

۴۔ جاہل گور پرستوں۔ مراسم پرستوں۔ پیر پرستوں۔ عجائب پرستوں اور ان احمقوں کے سرپرست پیشہ ور پیروں۔ صوفی نما چالاک و شعبدہ باز فقیروں۔ گدی نشینوں اور شرارت پیشہ نفس پرستوں نے مسلمانوں کی توجہ کو کتاب و سنت اور فہم و فراست کی طرف سے روکنے کے لئے نہایت زبردست مورچے قائم کر رکھے ہیں۔ اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد انسانیت اور انسانی مجد و شرافت کے حاصل کرنے سے رُکی ہوئی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ اس طلسم کو توڑ دیا جائے اور راستے کے اس پتھر کو اُٹھا کر مسلمانوں کے لئے حقیقی اسلام سے واقف ہونے کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔

۵۔ مسلمانوں میں جو لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متبع شریعت کہلاتے ہیں اُنہیں سے بہترین توقعات وابستہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن وہ عموماً کور دماغی۔ کج بحثی۔ پست خیالی تنگ حوصلگی اور ضدی پن کی نحوست میں ضرب المثل بن چکے اور مسلم قوم کی خیر و خوبی میں کوئی اضافہ نہیں کر رہے جس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ لوگ جن پیشہ ور مولویوں کے زیر اثر ہیں اُنہوں نے غالباً اپنے اثر و اقتدار کی حفاظت کے لئے گروہ بندی اور اکابر پرستی کے آہنی حصار قائم کر کے اِن لوگوں کو کتاب و سنت سے بے پرواہ اور اُنکی فہم و فراست کو مفلوج بنا دیا ہے۔ ناقابل التفات الحاقی عقاید اور نہایت معمولی فروعی مسائل کو جو صحابۂ کرامؓ کے عہد مبارک میں قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے دوکاندار اور پیشہ ور مولویوں نے فرائض و واجبات اور اصولی عقائد کی اہمیت دیکر آپس کی لڑائیوں اور گروہ بندیوں کا مستقل سامان بنا دیا ہے اور اس آگ پر تیل ڈالتے رہنے کا اہتمام اپنے

Marfat.com

ذمہ لے رکھا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اس طلسم کو بھی توڑ دیا جائے۔

مذکورہ تاثرات کے ماتحت مذکورہ ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کتاب کا مسودہ لکھنا شروع کیا۔ اور چند ہی روز میں ختم کر لیا۔ مسودہ لکھتے وقت میں نے ابواب و فصول کی تقسیم مطلق نہیں کی تھی۔ بلکہ ساری کی ساری کتاب مسلسل لکھ کر ختم کر لینے کے بعد حواشی پر ابواب کے نشانات قائم کئے اور خاص خاص حصوں پر مضامین کے اعتبار سے سرخیاں لکھیں۔ اسطرح ممکن ہے کہ مضامین کی تقسیم و ترتیب کسیقدر کمزور نظر آئے۔ لیکن کتاب کا اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ اُن مقاصد کو جنکے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے بہت کچھ پورا کر دیگا۔ آخر کے ابواب میں اسبات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی عظمت دلوں پر چھا جائے اور نئی روشنی کے تعلیم یافتہ نوجوانوں اور دوسرے لوگوں کو قرآن مجید کے پڑھنے اور اُس پر تدبر کرنے کی ترغیب ہو۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ کو تاریخی اور ایک کو قرآنی کہہ سکتے ہیں۔

میں نے اصل مسودہ میں قرآنی حصہ (جسمیں قرآن مجید کی آیات بکثرت موجود ہیں) شروع میں لکھا تھا اور تاریخی حصہ آخر میں پورا ہوا تھا۔ لیکن بعد میں جب ابواب کی تقسیم عمل میں آئی تو کتاب کی ضخامت کم اور مختصر کرنیکے لئے بہت سے مضامین کو خارج اور کم کرنے کے علاوہ تاریخی ابواب کو مقدم کر کے شروع کے قرآنی ابواب کو اسلئے آخر میں رکھا گیا کہ کتاب پڑھنے والا جب کتاب کو ختم کرے تو اُسکے دل پر قرآن مجید کی محبت و عظمت کا نقش باقی ہو۔

میں اُن سمجھدار لوگوں کے لئے جو عربی نہیں جانتے قرآن مجید کے لفظی ترجمہ کو پسند کرتا اور اپنے لئے اپنے دوستوں کو مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے ترجمۃ القرآن سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دیا کرتا ہوں تاکہ عربی زبان اور قرآن مجید کے اصل الفاظ سے تعلق پیدا ہو کر فکر و تدبر کا بھی لازماً کچھ نہ کچھ موقع ملتا رہے۔ لیکن میں اسبات سے ناواقف نہیں ہوں کہ عربی زبان کا لفظی ترجمہ جسمیں الفاظ کی تعداد زیادہ نہ ہو ممکن ہی نہیں۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کا جو ترجمہ میں نے درج کیا ہے اُس میں سب سے زیادہ خیال اور لحاظ اسبات کا رکھا گیا ہے کہ عربی کے الفاظ اور جملات کا جہانتک ممکن ہو پورا

Marfat.com

پورا اور نہایت صحیح مفہوم کم سے کم الفاظ میں ادا ہو جائے۔ تاہم جہاں کہیں اردو زبان کی بے بضاعتی کے سبب زیادہ الفاظ ادا کئے بغیر اصل مفہوم ظاہر ہی نہیں ہو سکتا تھا وہاں زیادہ الفاظ اور تفسیری جملے بھی استعمال کر لئے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جو لوگ عربی زبان بالکل نہیں جانتے انکو مطمئن رہنا چاہیئے کہ آیاتِ قرآنی کا اردو ترجمہ نہایت احتیاط اور پوری دیانت و امانت کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ یہ بھی عرض کئے بدون نہیں رہ سکتا کہ یہ کتاب بہت ہی تھوڑے عرصہ میں جبکہ میں فارغ البال اور مطمئن بھی نہ تھا گویا قلم برداشتہ پوری ہوئی ہے۔ لہٰذا اسکو نقشِ اول سمجھنا چاہیئے۔

میں اس بات سے ناواقف نہیں کہ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی بہت سے حلقوں میں کھلبلی مچ جائیگی۔ اور شیطان اپنی ذریت کو مسلح کر کے میدان میں صف بستہ کریگا اور اپنے قلعوں کا انہدام خاموشی سے نہ دیکھ سکیگا۔ لیکن میں غوغائیوں کے جوش و خروش۔ کفریہ فتووں۔ معاندانہ اور جاہلانہ تنقیدوں۔ مضمون آفرینیوں اور افتراپردازیوں کا پہلے ہی سے بہت بڑا اچھا کر اندازہ کر چکا ہوں۔ اور نہایت سکونِ قلب کے ساتھ اس کتاب کو شائع کر رہا ہوں۔ میں نے الحمدللہ اس کتاب میں ایک جملہ بلکہ ایک لفظ بھی شرارت اور ہنگامہ پردازی کی راہ سے نہیں لکھا۔ محض خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنیکے لئے بطورِ عبادت اس کام کو انجام دیا ہے۔ اور مجھکو امید ہے کہ سعید روحیں خود میری تائید پر آمادہ ہو جائینگی۔ میری تمامتر توقعات اپنے خدا سے وابستہ ہیں۔ اسی کی حمایت اور اسی کی حفاظت میرے لئے کافی ہے۔

سالہا سال سے زمین پر ایک جگہ پڑی ہوئی پتھر کی سل کو جب اٹھایا جاتا ہے تو اسکے نیچے کی پُرنم زمین پر بہت سے بدیک باریک کینچوے اور چھوٹے چھوٹے کیڑے جو تاریکی میں پیدا ہوئے تھے اس پتھر کے یکایک اٹھنے سے بیتاب ہو جاتے اور ان میں کھلبلی سی مچ جاتی ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ غائب ہو جاتے اور اپنے لئے تاریک سوراخ تلاش کر لیتے ہیں۔ اسیطرح مجھکو توقع ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے سے جو تلاطم برپا ہوگا وہ عارضی اور چند روزہ ہوگا اور تاریکی کے فرزندوں کو مستقبل خود بتادیگا

Marfat.com

کہ حق و صداقت کسکے ساتھ ہے۔

یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اصولاً اسلامی ضرورت کو مدنظر رکھکر لکھا ہے افراد یا اشخاص کے تصور سے میرا دماغ بالکل پاک و صاف تھا میں نے کسی معلوم و متعین شخص کو کوئی نقصان پہونچانا نہیں چاہا۔ ہاں! بری باتوں کو برا ثابت کرنے سے اگر کسیکو نقصان پہونچتا ہو تو مجھکو اسکی مطلق پرواہ نہیں۔ یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ اپنے آپ کو مستحق اصلاح سمجھتا۔ اپنے اندر سب سے زیادہ عیوب پاتا اور اولین مخاطب اپنی ہی ذات کو قرار دیتا ہوں۔

اس کتاب کے ابتدائی ابواب کی نسبت کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عیوب کو اسطرح بے پردہ کرنا مصلحت کے خلاف اور شماتت ہمسایہ کا موجب ہوگا۔ ایسے معترض کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ اسکا اندیشہ بالکل بے حقیقت اور اسکی احتیاط و مصلحت سراسر غیر ضروری بزدلانہ۔ جاہلانہ اور تعلیمات اسلامیہ کے خلاف ہے۔ اسوقت اس کتاب کے ذریعہ امتِ مسلمہ کے جس خاص پہلو کو نمایاں اور بے پردہ کیا گیا ہے اسکے بے پردہ ہونے کی دوا نہایت سخت ضرورت پیش آگئی ہے اور اسکے بغیر مسلمانوں کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے۔ لہٰذا اس تلخ دوا کو اسکے اثر شیریں کا تصور اور یقین کرتے ہوئے اللہ شافی کہکر پی جائیے۔ والسلام۔

اکبر شاہ خان

نجیب آباد

۳۱؍اگست ۹۰ء

معذرتِ مصنف از اغلاط

میری بے سروسامانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میرے کرم فرما و ہمدرد ملک عنایت الٰہی صاحب مالک کتاب خانہ شائع شدہ دیباچہ ملاحظہ ہی پیشگی قیمتیں اس کتاب کی ادا کی تھیں اور میں نے ان کو توقع دلائی تھی کہ کتاب ماہ نومبر میں ضرور شائع ہو جائیگی مجھ کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس کتاب کی کتابت و طباعت کا کام میرے بعض دوستوں کی بدولت ہفتوں اور مہینوں سے زیادہ کھٹائی میں پڑ جائیگا میں ایک معمولی سے سرمایہ سے گوشۂ عزلت میں زندگی بسر کرنے والا شخص ہوں۔ کتاب کا مسودہ لکھ کر تیار کر دینا تو میرے ذمہ کا کام تھا لیکن کاپی نویس اور پبلشر کی حیثیت سے میں نے کبھی کام نہیں کیا۔ نہ کوئی کاپی نویس میرا نوکر ہے نہ کسی پریس کا میں مالک و مہتمم ہوں سارا کام اُجرت پر کرایا جاتا ہے۔

میں ہر بھلے آدمی کو راست گفتار اور ہر مسلمان کے وعدے کو سچا اور پختہ یقین کر لینے کا عادی ہوں۔ اب تک کے تجربوں میں سب سے زیادہ تلخ تجربہ اس کتاب کی کتابت و طباعت کے متعلق ہوا ہے جس کی تفصیل اس لیے سنانا پسند نہیں کرتا کہ کسی میری وجہ سے میرے کسی دوست کو ناقابل تلافی اذیت نہ پہنچ جائے۔ میں دہلی میں تمام بندوبست کر چکا تھا کتاب کے لیے بٹا مسطر بھی وہاں تیار ہو چکا تھا کہ ایک صاحب جن سے میں بوقت پرچہ میں مسودہ بذریعہ ڈاک دہلی بھیجنے والا تھا پندرہ دن کے اندر اندر کتاب لکھوا چھپوا کر نہایت خوبی کے ساتھ بالکل تیار کرا دینے کا یقین دلایا اور ہر قسم کی ذمہ داری لے لی میں نے اس پیشکش کو غنیمت سمجھا اور محض وقت کی کمی کے سبب ان کو ڈیڑھ سو صفحہ لکھنے کے مصارف پیشگی دے دیئے۔ دہشت کرنے قبول کیے لیکن خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ڈیڑھ مہینہ سے زیادہ کی بہترین مدت برباد کرا کے اور بہت سا مالی نقصان برداشت کرنے کے بعد بمشکل مسودہ واپس مل سکا اور بہت سے کاتبوں سے انتہائی عجلت کے عالم میں تھوڑا تھوڑا لکھوا کر کام چھپا کرایا گیا بعض ابواب کو مختصر کر کے کتاب کی ضخامت بھی کم کرنی پڑی اور کاغذ بھی حسب منشا اعلیٰ درجہ کا نہ لگایا جا سکا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مکرمی سید فدا حسین صاحب بی اے (علیگ) مالک مینجنگ ڈائریکٹر ... پریس لکھنؤ کی بروقت امداد و ہمدردی کا شکر گذار اور ان تمام دوستوں سے جن کو نومبر مہینہ میں کتاب کے چھپ کر تیار ہو جانے کی توقع دلا چکا تھا شرمسار ہوں۔ میری طرف سے سعی و کوشش میں کوئی کمی اور غفلت اس قسم کی نہیں ہوئی کہ مجھ کو عرفاً اور شرعاً خطاوار ثابت کیا جا سکے تاہم میں خطاواروں کی طرح معافی چاہتا اور عفو و درگذر کا خواستگار ہوں۔ واللہ یحب المحسنین۔

اکبر شاہ خاں

یکم دسمبر ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی

باب اوّل

ملّت اسلامیہ میں فتنوں کی ابتدا

تمہید مسلمانوں میں جن فتنوں نے رونما ہو کر شیرازۂ ملت کو منتشر اور کمزور کیا۔ ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک اندرونی اور دوسرے بیرونی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ تقسیم برائے نام ہی ہے۔ کیونکہ منافقوں اور کافروں کا برپا کیا ہوا کوئی فتنہ ایسا نہیں۔ جس کو خود مسلمانوں کی غلطی اور بے راہ روی نے تقویت پہنچا کر کامیاب نہ بنایا ہو۔ اور مسلمانوں کی کوئی قابل تذکرہ غلط کاری اور بداخلاقی ایسی نہیں جس میں منافقوں اور کافروں کی سعی و کوشش کو دخل نہ ہو۔ آدم و شیطان کی جو مخالفت شروع ہوئی تھی۔ وہ گویا نور و ظلمت کی معرکہ آرائی تھی۔ جو آج تک برپا ہے۔ انبیا علیہم السلام اور اُنکی تعلیمات پر عمل کرنے والے آدم کی ذریت اور نور کے مظاہر ہیں۔ ان انبیاء اور تعلیماتِ انبیاء کے مخالفین کو ذریت شیطان اور فرزندانِ ظلمت سمجھنا چاہئے۔ ان دونوں گروہوں کی کشمکش قیامت تک باقی رہے گی۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قیامت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب دنیا کے پردہ پر موجود نہ ہوگا۔ اور کفر و اسلام یا نور و ظلمت کی یہ کشمکش بالکل ختم ہو جائے گی۔ انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا اصل مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ کلام مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی وقت اسلام کے سوا باقی تمام ادیان باطلہ فنا ہو کر دنیا میں کفر و اسلام کی کشمکش ختم ہو جائے گی۔ بلکہ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المائدہ۔ رکوع ۳) سے قیامت تک غیر مسلموں اور گمراہ لوگوں کے باقی رہنے کا صاف ثبوت موجود ہے۔ اور قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ حجر۔ رکوع ۳) وغیرہ آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ پیشگوئیوں سے تعلق رکھنے والی حدیثوں کے ذخیرہ میں موضوعات کی جو کثرت ہے۔ وہ اہل نظر سے

Marfat.com

پوشیدہ نہیں۔ آئندہ کی کوئی خبر آیاتِ قرآنی کی غیر تو احادیث نبوی میں آ سکتی ہے۔ لیکن مفہومِ قرآنی کے مخالف کوئی خبر آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے ہرگز بیان نہیں ہو سکتی۔ بہرحال یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ نور وظلمت کی کشمکش اور معرکہ آرائی سے اسلام کی تاریخ کا کوئی صفحہ خالی نہیں۔ اور نہ خالی ہونا چاہئے تھا۔ اس جگہ اصل مضمون یہ بیان کرنا ہے۔ کہ ملتِ اسلامیہ میں فتنوں کی ابتدا کس طرح ہوئی۔

عبداللہ بن سبا اور مختار ثقفی | آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی نصف عہدِ خلافت تک بظاہر ملتِ اسلامیہ میں امن وسکون تھا۔ اور ۳۰ھ تک مسلمانوں نے دنیا کا اتنا بڑا اور اہم رقبہ فتح کر کے اپنی حکومت وسیادت میں شامل کر لیا تھا کہ باقی بچا ہوا تاریک رقبہ اس منور رقبہ کے مقابلہ میں کوئی قدر وقیمت اور اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اور اسلام کی دنیوی طاقت اگر چاہتی۔ تو باقی تمام دنیوی طاقتوں کے مجموعہ کو بآسانی کچل سکتی تھی۔ لیکن راس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بروزِ ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر اور دوسرے منافقوں سے تقویت پاکر اور بہت سے نومسلموں کو فریب دے کر وہ سب سے پہلا فتنہ امتِ مسلمہ میں برپا کیا جس نے اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیماتِ اسلامیہ اور مقاصدِ ایمانیہ کے مقابلہ میں پھر زندہ اور بیدار کر کے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کر دیا۔ خدا نے تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپس کے اتفاق اور مسلمانوں کی باہمی الفت کو ایک عظیم الشان نعمت قرار دیا ہے۔ اور اسلام نے تمام نسلی وخاندانی خیالات مٹا کر اور باپ دادا کے تمام مراسم بھلا کر مسلمانوں کی ایک قوم بنائی تھی۔ جس کا مقصدِ زندگی خدا ورسول کے احکام کی اطاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ لیکن چونکہ بالکل نئے نومسلموں کی بڑی تعداد قرآن مجید اور اس کی تعلیمات سے کما حقہ ابھی واقف نہیں ہو چکی تھی۔ اور ان میں ابھی تک تقلیدِ آباء اور حمیۃ الجاہلیہ کے جراثیم پورے طور پر ہلاک نہیں ہونے پائے تھے۔ لہٰذا منافقوں کے برپا کردہ فتنہ نے جس طرح عہدِ نبوی میں بھی بعض مسلمانوں پر تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے کچھ نہ کچھ اثر ڈالا تھا۔ اسی طرح اب بھی ان نومسلموں پر اثر ڈالا۔ جس قدر ان نومسلموں اور صحابہ کرامؓ کے اسلام وروحانیت میں فرق تھا۔ اسی قدر یہ اس فتنہ سے زیادہ

Marfat.com

متاثر ہوئے۔ عبداللہ بن سبا نے مدینہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ دمشق اور قاہرہ تمام مرکزی شہروں میں تھوڑے تھوڑے دنوں قیام کرکے حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف نہایت چالاکی۔ ہوشیاری اور شرارت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقدار خلافت ہونے کو جدید الاسلام لوگوں میں اشاعت دے کر بنی امیہ اور بنی ہاشم کی پرانی عداوت اور عصبیت کو جو مُردہ ہو چکی تھی پھر زندہ اور بیدار کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں صاف ارشاد فرما چکا تھا کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ؏

(سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۱)

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور تم خدا کی مہربانی سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہونے والے تھے۔ کہ اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

اور آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر قریش اور شرفائے عرب کے اجتماع عظیم کو مخاطب کرکے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا کہ

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیہ وتعظمھا بالاٰباء الناس من آدم خلق من تراب قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے فخر کو دور کر دیا۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا۔ اور تمہاری شاخیں اور قبائل بنائے۔ تاکہ تم پہچان ہو۔ اللہ کے نزدیک تم میں بزرگ وہی ہے جو متقی ہے۔

عبداللہ بن سبا نے سب سے پہلے مدینہ منورہ یعنی دارالخلافہ میں اپنے شر انگیز خیالات کی اشاعت کرنی چاہی مگر چونکہ یہاں صحابہ کرامؓ کی کثرت اور ان کا اثر غالب تھا۔ لہذا اُس کو ناکامی

ہوئی اور خود ہاشمیوں ہی نے اس کے خیالات کو سب سے زیادہ ملعون و مردود قرار دیا۔ مدینے سے مایوس ہوکر وہ بصرہ کی چھاؤنی میں پہنچا۔ وہاں عراقی و ایرانی قبائل کے نومسلموں میں اس نے کامیابی حاصل کی۔ اور اپنی ہم خیال ایک جماعت بنا کر کوفہ پہنچا۔ اس فوجی چھاؤنی میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ یہاں بھی وہ اپنے حسب منشاء ایک مفسد جماعت بنانے میں کامیاب ہوا۔ کوفہ سے دمشق پہنچا۔ وہاں بھی اس نے تھوڑی بہت شرارت پھیلائی۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ حاکم شام کے بر وقت مطلع ہو جانے سے زیادہ دنوں قیام نہ کر سکا۔ وہاں سے قاہرہ پہنچکر اس نے سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بصرہ۔ کوفہ۔ اور قاہرہ کے فسادی عنصر نے مکہ مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا حادثہ ظہور میں آیا۔ اس فتنہ نے سنہ ۳۰ھ سے سنہ ۴۰ھ تک مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مصروف رکھکر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کام کو نقصان پہنچایا۔ اور مسلمانوں میں خاندانی و نسلی رقابت کو از سر نو پیدا کر کے قرآن کریم کی طرف سے ان کی توجہ کو کم کر دیا۔ اور جس حبل اللہ کے مضبوط پکڑے رہنے کی خدا تعالےٰ نے تاکید فرمائی تھی اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سنہ ۴۱ھ میں اس تفرق و تشتت کے بد نتائج کو محسوس کر کے عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے پیدا کردہ فتنہ کا بڑی ہمت و بہادری کے ساتھ خاتمہ کیا۔ اور امت مسلمہ پھر ایک مرکز سے وابستہ ہوگئی بیس سال کے امن و امان اور بحری و بری فتوحات اسلامیہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی وفات۔ یزید کی تخت نشینی اور کربلا کے حسرت ناک حادثہ نے ایک طرف مشرکوں اور دوسری طرف منافقوں کو پھر جرأت دلا کر مصروف کار بنا دیا۔ اس مرتبہ جو طوفان برپا ہوا۔ اس میں مشرکوں اور کافروں کو تو کوئی کامیابی مسلمانوں کے مقابلے میں حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن منافقوں کے برپا کئے ہوئے طوفان نے قریباً بارہ تیرہ سال تک بڑے بڑے عظیم الشان نقصانات پہنچائے۔ جو بہت دور رس اور دیرپا ثابت ہوئے۔ پہلے طوفان میں جو سنہ ۳۰ھ سے سنہ ۴۰ھ تک دس سال قائم رہا تھا صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد زندہ موجود تھی۔ لیکن اس طوفان میں جو سنہ ۶۰ھ سے سنہ ۷۳ھ تک برپا رہا۔ صحابہ کرامؓ بہت سے فوت ہو چکے تھے۔ صرف چند نفوس قدسیہ باقی تھے۔ اور قرآن کریم کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ کم ہو کر دوسری چیزوں کی طرف زیادہ صرف ہونے لگی

Marfat.com

تھی لہذا منافقوں کو اسلام کے خلاف زیادہ آزادی سے کام کرنے کا موقع ملا۔ اور مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کو اپنے انتقامی جذبہ کے مقابلہ میں گوارا کیا۔ بلکہ عبداللہ بن سبا کے بروز ثانی مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کی مشرکانہ تعلیم اور کفریہ دعاوی کو بھی جزو اسلام سمجھ لیا۔ سلیمان بن صرد ہاشمیوں اور شیعان علی کو فراہم کر کے جنگ عین الوردہ میں ہزارہا مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا چکا تھا۔ کہ مختار مذکور نے محمد بن حنفیہ برادر امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دھوکا دے کر کوفہ میں اپنی قبولیت و رسوخ کے لئے راہ نکالی اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور حادثہ کربلا کے دلگداز و حسرتناک تذکرہ کو تازہ کر کے عبداللہ بن سبا والے فتنہ خفتہ کو بیدار کر کے خاندانی امتیازات اور قبائلی عصبیتوں میں جان ڈال دی۔ پھر اس کے بعد قوت و شوکت اور کوفہ کی حکومت حاصل کر چکا تو بجائے اس کے کہ اپنے ابتدائی دعاوی و اعلانات کی موافق علویوں کو حکومت و خلافت دلاتا۔ مسلمانوں کو مشرک و کافر بنانا شروع کیا۔ اس نے نہایت چالاکی سے کوفہ والوں کو اپنی کرامتوں اور خوارق عادات طاقتوں کا یقین دلایا۔ کوفیوں کی مدد سے حاکم کوفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے خود حاکم کوفہ بن گیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب کوفہ میں قیام پذیر تھے۔ تو ان کی ایک کرسی تھی۔ جس پر وہ اکثر بیٹھتے تھے۔ وہ کرسی ان کے بھانجے جعدہ بن ام ہانی بنت ابی طالب کے قبضہ میں تھی۔ مختار نے وہ کرسی ان سے طلب کی۔ انہوں نے وہ کرسی تو نہ دی۔ مگر ایک دوسری اسی قسم کی کرسی پیش کر دی۔ مختار نے اس کرسی کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی پھر بوسہ دیا۔ اور اپنے تمام مریدوں کو جو اس کی فوج کے سپاہی تھے جمع کر کے کہا۔ کہ جس طرح خدا تعالےٰ نے تابوت سکینہ کو بنی اسرائیل کے لئے موجب نصرت و برکت بنایا تھا۔ اسی طرح اس کرسی کو شیعان علیؓ کے لئے نشانی قرار دیا ہے۔ اب ہم کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ لوگوں نے اس کرسی سے آنکھیں ملیں۔ بوسے دیئے اور اس کے آگے سجدے کئے۔ مختار نے ایک صندوق یعنی تابوت نہایت خوبصورت اور مرصع بنوایا۔ اس کے اندر کرسی رکھی گئی۔ تابوت میں چاندی کا قفل لگایا گیا۔ جامع مسجد کوفہ میں تابوت کو رکھ کر اس کی حفاظت کے لئے ایک فوجی گارد مقرر ہوا۔ ہر شخص جو جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھتا اُسے بعد نماز اس تابوت کو ضرور بوسہ دینا پڑتا۔ اس

Marfat.com

کے بعد مختار نے نہایت چالاکی سے بتدریج اپنے الہام و وحی کا ذکر لوگوں سے کیا۔ اور پھر بہت جلد نبوت کا مدعی بن کر اپنے نبی ہونے کا اقرار لوگوں سے لینے لگا۔ مختار کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے داماد حضرت مصعب بن زبیرؓ برادر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ شکست دے کر کوفہ میں قتل کیا۔

سوچنے اور غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ اسلام کا کس قدر ابتدائی زمانہ ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی ابھی تک تھوڑے بہت دنیا میں زندہ موجود ہیں۔ لیکن پھر بھی مختار بن عبید ثقفی کوفہ والوں کو کس طرح گمراہ کر سکتا ہے۔ کوفہ کی تمام تر آبادی فوجیوں اور مختلف صوبوں کے باشندوں پر مشتمل تھی۔ جن میں ایک حصہ حضرموت و یمن و حجاز وغیرہ کے ان عربوں کا تھا جو ایران کی مجوسی سلطنت سے جنگ چھڑ جانے کے بعد مسلمان ہو ہو کر اسلامی لشکر میں بھرتی ہونے کے لئے مدینہ منورہ میں آئے۔ اور آتے ہی سرحد ایران کی طرف بھیجدئے گئے۔ کچھ عراق عرب کے وہ عربی النسل قبائل تھے۔ جو اس سے پہلے ایرانی شہنشاہی کے محکوم اور اب مسلمان ہونے کے بعد اسلامی لشکر میں شامل ہو کر فوجی خدمات بجا لانے لگے تھے۔ ان کو مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔ کچھ ایرانی لوگ تھے۔ جو ملک ایران کے مفتوح ہو جانے پر کوفہ کی چھاؤنی میں جو بہت جلد ایک شہر کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھی۔ آ بسے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور علمائے اسلام کی تعداد بہت ہی کم اور برائے نام تھی۔ فتوحات اور سامان راحت کی فراوانی اور کوفہ کے مرکزی مقام بن جانے نے ان فوجیوں کو یہیں کا باشندہ بنا دیا۔ اور اپنے بے آب و گیاہ ریگستانوں اور گمنام بستیوں کی طرف واپس جانے سے باز رکھا۔ پہلی نسل کا ایک بڑا حصہ جس کا تمام زمانہ میدان جنگ کی مصروفیتوں میں گذرا تھا کسی طرح اسلامی تعلیم کا پورا عالم نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اور عہد جاہلیت کے جذبات سے بکلی پاک نہ تھا۔ نیز یہودیوں۔ عیسائیوں اور مجوسیوں میں جو لوگ بدل قریشیوں اور عربوں سے نسلی عناد رکھتے تھے اور شوکت اسلام سے مرعوب ہو کر منافقانہ مسلمانوں میں شامل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے خواہاں تھے۔ ان کے لئے کوفہ ہی سب سے بہتر مامن اور سب سے بہتر میدان عمل تھا۔ یہ لوگ کسی وقت بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں رہے چنانچہ ابو زید عیسائی منافق نے مختار سے بہت دنوں پہلے

Marfat.com

ایک مسلمان گورنر کی مصاحبت میں داخل اور اُس کے مزاج میں رسوخ حاصل ہونے کے بعد اُس کو شراب نوشی کی ترغیب دی تھی۔ جس کا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے۔ دوسری نسل جس نے خانہ جنگیوں ہی میں آنکھیں کھولی تھیں۔ کوفہ کی مذکورہ فضا میں رہ کر کوئی ترقی نہ کر سکی تھی حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مشاجرت۔ جنگ جمل اور جنگ صفین۔ خوارج کے ہنگامے۔ حضرت علیؓ کی شہادت۔ معاوثۂ کربلا وغیرہ ایسی چیزیں تھیں جو عبداللہ بن سبا کی برپا کردہ شرارت کے نتیجے میں یکے بادیگرے پیدا ہوتی رہیں۔ اور کوفہ والوں کا ان سب سے تعلق رہا کوفہ کے عوام تو کیا مکہ اور مدینہ کے خواص کو بھی مذکورہ واقعات نے اپنی طرف متوجہ اور متاثر کیا۔ صحابۂ کرام کی جو جماعت ان مذکورہ ہنگاموں سے جدا اور تبلیغ اسلام اور تعلیم قرآن میں مصروف رہی۔ اُن کے کاموں کو بھی ایک حد تک ان ہنگاموں نے محدود کر دیا۔ بہرحال کوفہ والے جو مختار مذکور کے فریب میں آگئے۔ اس کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ اُن کی غالب تعداد حقائق قرانی سے غافل اور تعلیمات اسلامیہ میں ادھوری تھی۔ چند ہی روز کے بعد جب کوفہ والوں کو علم حاصل کرنے اور قرآن مجید کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا۔ تو انہیں لوگوں کی آئندہ نسلوں میں بڑے بڑے علما و اتقیا اور بڑے بڑے امام پیدا ہوئے۔ ہم نے اس جگہ مختار کی بے راہ روی اور کوفہ والوں کی غلط کاریوں کا تذکرہ اس لئے ضروری سمجھا۔ کہ جو لوگ ہمیشہ باپ دادا اور اپنے اسلاف کے نام پر فدا ہونے کو فخر سمجھتے اور اپنے اسلاف کی کسی غلطی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ وہ غور کریں اور سوچیں۔ کہ عہد نبوی سے اس قدر قریب زمانہ کے لوگ بھی قرآن مجید اور احکام رسولؐ سے غافل ہو کر کس قدر جلد اور کیسی قابل مضحکہ حرکات کے مرتکب ہو سکتے اور منافقین یعنی لشکر شیاطین کے ہاتھوں میں کس طرح کھلونا بن سکتے تھے۔ آجکل کے لوگ اپنے جن بزرگوں اور باپ دادوں کو محض پرانے لوگ ہونے کی وجہ سے معصوم سمجھتے اور اُن کے خلاف شرع اعمال کو اعمال صالحہ یقین کرتے ہیں۔ اُن کے مقابلے میں یہ کوفی لوگ جن کا اوپر ذکر ہوا بہت زیادہ پرانے اور قدیم لوگ تھے۔ تو کیا آج مختار کی نبوت کا اقرار کرنا اور اُس کو فرستادۂ الٰہی سمجھنا جزو اسلام ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

Marfat.com

مسلمانوں کے خلاف منافقوں کی مسلسل کوششیں عبد اللہ بن سبا یہودی منافق نے قبائلی عصبیت، نسلی امتیاز اور خاندانی مخالفتوں کو بیدار اور مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا کرنے کے لئے ایک ایسی زبردست جماعت بنا دی تھی۔ جس نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی حمایت و طرفداری کا اعلان کر کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی فوج میں شامل ہوئی۔ لیکن حضرت علیؓ کی اطاعت اور اُن کے احکام کی تعمیل کبھی نہیں کی۔ ہمیشہ عین وقت پر دھوکا دیتی اور اُن کے بنے ہوئے کاموں کو بگاڑتی رہی۔ بہت ہی کم لوگوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی لڑائیوں اور عہد علوی کی بے انتظامیوں کا اصل سبب کیا تھا؟ منافقوں کی اس زبردست جماعت نے جو عبد اللہ بن سبا کے مرتب کردہ اصول پر قائم تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں شروع سے آخر تک شامل رہ کر نہ اُن کو قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص لینے کا موقع دیا۔ نہ انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیا۔ یہی جماعت تھی۔ جس نے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کامیابی حاصل کرنے سے روکا۔ پھر اسی جماعت نے جو خود ہی باصرار جنگ کو ملتوی کرا چکی تھی۔ حضرت علیؓ پر جنگ کے ملتوی کرنے کا الزام لگا کر لوگوں کو اُن کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ یہی جماعت خوارج کا نام پا کر حضرت علیؓ کے مقابلہ میں صف آرا، اور بالآخر اُن کی شہادت کا موجب ہوئی۔ پھر اسی جماعت نے حضرت امام حسنؓ کے لشکر میں بدنظمی پیدا کی۔ یہی جماعت تھی۔ جس نے کوفہ وغیرہ لشکری مقامات کو اپنا جولانگاہ اور عراق و فارس کو جائے پناہ بنا کر امویوں اور ہاشمیوں میں مستقل عداوت اور مسلسل لڑائیوں کا سامان مہیا کیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ امویوں نے کامیاب ہو کر ایک طویل مدت کے لئے ہاشمیوں کو میدان سے نکال دیا۔ اور فوراً فتوحات ملکی میں مصروف ہو گئے۔ منافقوں کی یہ جماعت بھی امویوں کے جاہ و جلال، اور شوکت و عظمت کے مقابلہ میں اپنی علانیہ شرارتوں سے باز رہ کر روپوش اور پس پردہ کارروائیوں میں مصروف ہو گئی۔ امویوں نے اس جماعت کو پس پردہ کام کرنے کا خود اپنی ایک عظیم الشان غلطی کی وجہ سے موقع دیا۔ امویوں کی وہ عظیم الشان اور ناقابل معافی غلطی یہ تھی۔ کہ انہوں نے خلافت اور اسلامی ریاست کو ایک خاص خاندان سے مخصوص و متعلق قرار دیکر اپنی اولاد کے ولی عہد بنانے کی رسم بد اسلام میں

جاری کی۔ اور یہی چیز تھی جس نے منافقوں کے لئے بھی کام کرنے کا موقع بہم پہنچایا اور ہاشمیوں کے دلوں میں دبے ہوئے مادۂ انتقام کا شعلہ بھڑکایا۔ ہاشمیوں نے ناکام رہکر اور اکثر عربی قبائل کو امویوں کا وفادار و طرفدار پاکر جوش انتقام میں ایسی مفسد جماعت کو اپنا آلۂ کار بنایا اور بجائے عربوں کے ایرانیوں سے کام لینا ضروری سمجھا۔ ادھر بنی امیہ مطمئن ہو کر فتوحات ملکی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ادھر بنی ہاشم بھی خفیہ جماعتیں بنانے اور خلافت بنو امیہ کا تختہ الٹ دینے کی تدبیریں سوچنے میں مصروف ہو گئے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی خلافت شروع ہونے پر بظاہر مسلمانوں کی خانہ جنگی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان خود بھی ذی علم اور بہت سے صحابیوں کی صحبت سے فیض پائے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، دمشق اور دوسرے مرکزی مقامات میں کوئی نہ کوئی صحابی موجود تھے۔ خانہ جنگی کے موقوف ہونے اور امن و امان کے قائم ہوتے ہی مسلمانوں کی ایک جماعت علم دین کی تحصیل میں اور دوسری جماعت ملکوں اور شہروں کی فتوحات میں مصروف ہو گئی۔ عبدالملک بن مروان کے بعد ولید بن عبدالملک اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان کے بعد یزید بن عبدالملک اس کے بعد ہشام بن عبدالملک تخت نشین ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ امویوں کے ان مذکورہ چھ خلفاء کی مجموعی مدت خلافت پچاس سال کے قریب ہوتی ہے۔ اس پچاس سال میں مسلمانوں نے ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقی کی اور اندلس و مراقش سے لیکر سندھ، بلخ اور چین تک جو اس زمانہ کی قریباً تمام متمدن دنیا تھی۔ اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ امویوں کی یہ پچاس سالہ خلافت اگرچہ خیر و برکت کے اعتبار سے خلافت راشدہ کے ابتدائی پچیس سالہ زمانہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تاہم یہ پچاس سال اسلام اور مسلمانوں کیلئے آئندہ اب تک کے تمام زمانوں سے بہتر اور اسلام کی عظمت اور شوکت کے لئے زریں زمانہ تھا۔ اس زمانہ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے تمام صحابہ کرام دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور ان کے شاگرد یعنی تابعی لوگ بھی جو دین کی تعلیم اور حفاظت کے کام میں مصروف تھے۔ اکثر اسی زمانہ میں فوت ہو کر تبع تابعین کو اپنی قائم مقامی کا موقع دے چکے تھے لیکن اسلام کے اس عروج و فتحمندی کے زمانہ میں بھی منافقوں کی وہ مشتعل کی ہوئی آگ جس نے نسلی اور خاندانی رقابتوں کو بیدار کر دیا تھا۔ اندر ہی اندر برابر سلگتی رہی۔ اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے بعد چند ہی سال کے اندر اس کے شعلوں نے

Marfat.com

بلند ہو کر نہ صرف خلافت بنی امیہ کو برباد کر کے ہاشمیوں کے خاندان عباسیہ کو تخت خلافت دلایا بلکہ اسلام کی ایک مرکزی حکومت کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور دین اسلام کے صاف و سادہ و آسان عقائد و اعمال میں انواع و اقسام کے رخنے ڈالکر بہت سے گروہ اور جماعتیں پیدا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

مخفی کارروائیاں اور ریشہ دوانیاں

مسلمانوں میں خاندانی اور نسلی عصبیت کا پیدا ہونا

حضرت عثمان غنیؓ کے حادثہ شہادت سے ہاشمیوں اور امویوں میں جو مخفی کارروائیاں بلا ارادہ شروع ہو گئی تھیں۔ ان کا خاتمہ قریباً تیس چالیس سال کے بعد امویوں کی کامیابیوں پر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہاشمی تھے۔ اگر آپ نے نسلی امتیازات مٹا کر تمام مسلمانوں کو یکساں حقوق عطا نہ فرما دیئے ہوتے۔ تو یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے عظیم الشان انسان حضرت اسامہؓ کی فوج میں محکوم سپاہی کی حیثیت سے شامل کئے جاتے۔ اور یہ کہاں ممکن تھا۔ کہ حضرت بلال حبشی کو بڑے بڑے جلیل القدر قریشی صحابہؓ سیدی کہکر مخاطب کرتے۔ اگر خاندان پرستی کی اسلام نے کوئی گنجائش رکھی ہوتی۔ تو ممکن ہی نہ تھا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباسؓ کو چھوڑ کر تمام صحابہؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت و سرداری پر متفق ہو جاتے۔ یا ان کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ بناتے یا عبدالرحمن بن ابوبکرؓ اور عبداللہ بن عمر تخت خلافت کے امیدوار نہ بنتے۔ چونکہ اسلام نے خلافت اور مسلمانوں کی امارت کو قابلیت اور انتخاب پر منحصر رکھکر ایک امانت قرار دیا ہے۔ جو تمام مسلمانوں کی طرف سے کسی قابل شخص کو سپرد کیجاتی ہے۔ اور اسی وقت تک اس کے پاس رہ سکتی ہے۔ جبتک کہ وہ خیانت سے مجتنب رہ کر دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا رہے۔ لہٰذا وہ کسی شخص کی ملکیت نہیں بن سکتی۔ اور اس میں قانون وراثت مطلق دخل نہیں پا سکتا عبداللہ بن سبا کی تمام شرارتوں کا آخری نتیجہ یہی تھا۔ کہ ہاشمیوں اور امویوں کی رقابتوں اور پرانی عداوتوں نے بیدار ہو کر اسلام کی اس زرین تعلیم کو فراموش کر کے خلافت و امارت کو ذاتی ملکیت قرار دینا چاہا۔ ایک طرف امویوں

135004

Marfat.com

نے خاندانی ولیعہدی کا سلسلہ جاری کرکے تخت خلافت کو قانون وراثت کے ماتحت ایک خاص خاندان کی ملکیت قرار دیدیا۔ دوسری طرف ہاشمیوں نے بھی خلافت کے حاصل کرنے کے لئے اسی خطرناک بدعت کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اور اس کام میں ایسے معروف و منہمک ہوئے۔ کہ باقی تمام ضروری باتوں کی طرف سے غافل ہو کر عبداللہ بن سبا کی تقلید پر آمادہ ہو گئے جن تدبیروں کو کام میں لا کر عبداللہ بن سبا نے خلافت راشدہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہیں تدبیروں اور اسی طرز عمل سے ہاشمیوں نے اپنی کامیابی کی امیدوں کو وابستہ کیا۔

امویوں کے خلاف ہاشمیوں کی مصروفیت

ہاشمیوں میں دو گھرانے سربرآوردہ اور معتقد اسمجھے جاتے تھے۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد دوسری حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد۔ یہ دونوں گھرانے اہلبیت نبوی میں شمار ہوتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چونکہ بنی امیہ کے مقابلہ میں براہ راست مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے علویوں میں عباسیوں کی نسبت جوش انتقام زیادہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سبب علویوں میں فاطمیوں کو زیادہ جوش تھا اور وہ زیادہ در پئے انتقام تھے علویوں میں دو گروہ تھے۔ ایک وہ جو امام حسینؑ کی اولاد کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ ایک وہ جو محمد بن حنفیہ برادر امام حسین علیہ السلام کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار جانتے تھے۔ تیسرا گروہ عباسیوں کا تھا جس کو علویوں کے دوسرے گروہ کی جانشینی بھی حاصل ہو گئی تھی۔ سب سے زیادہ طاقتور گروہ فاطمیوں یا حسینیوں کا تھا۔ کیونکہ واقعہ کربلا کی وجہ سے ان کو لوگوں کی زیادہ ہمدردی حاصل تھی۔ ان کے بعد دوسرا مرتبہ محمد بن حنفیہ والے گروہ کا تھا علویوں کے پہلے گروہ یعنی فاطمیوں میں زید بن علی بن حسین اور دوسرے گروہ میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب اپنے اپنے گروہوں کے امام یا لیڈر تھے۔ تیسرے درجہ پر عباسیوں کا گروہ تھا جس کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ جنہوں نے ابتداءً بہت ہی خاموشی اور نہایت غیر محسوس رفتار سے اپنا کام شروع کیا۔ ان تینوں صاحبوں نے ایک ہی طرز عمل اختیار کی۔ کہ بظاہر امویوں کی خلافت کو تسلیم کرتے۔ اور دوسرے لوگوں کی طرح پُر امن رہتے۔ لیکن جن لوگوں کو اپنا ہمدرد اور کام کا آدمی پاتے۔ ان سے خفیہ طور پر بیعت لیتے۔ اور راز کے پوشیدہ رکھنے کی تاکید فرماتے۔ امویوں کو چونکہ امن وامان کے قائم

رکھنے اور فتنوں کے مٹانے میں ابتداءً سختی اور کشت و خون سے کام لینا پڑا تھا۔ لہٰذا کوفہ و بصرہ، اور فارس میں جہاں صحابہؓ و تابعین اور اُن کے اثر کی بھی قلت تھی۔ اور مجوسیت کے جذبات بھی نومسلموں میں باقی تھے۔ ایسے ہمدرد لوگ زیادہ مل گئے۔ اور ان صاحبوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ اہلبیت نبوی اور خاندان رسول سے ہونا سب سے زیادہ کارگر حربہ ہے۔ جو لوگوں کو ہمارا ہمدرد و ہواخواہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خفیہ طور پر اپنے ہوشیار مشنری اور منادی جابجا مذکورہ علاقوں میں پھیلا دیئے اور تاکید کر دی۔ کہ بڑی احتیاط کے ساتھ غیر محسوس طریقے لوگوں کو اہلبیت کی محبت کا وعظ سناؤ۔ اور حسب موقع حکومت بنی امیہ کے عیوب و نقائص بھی سمجھاؤ۔ یہ مخفی نشریہ علویوں نے بڑی ہوشیاری اور کامل مستعدی کے ساتھ عبدالملک بن مروان ہی کے زمانہ سے شروع کر دیا تھا علویوں کے دونوں گروہوں نے ایک ہی اصول پر اپنا کام شروع کیا۔ دونوں کو ایک دوسرے کی سرگرمیوں کا بخوبی علم تھا لیکن چونکہ دونوں ایک ہی دشمن (بنی امیہ) کے خلاف سرگرم کوشش تھے۔ لہٰذا ایک دوسرے کے رقیب اور مخالف نہ تھے بلکہ ایک دوسرے کے راز کو اطلاع ہو جانے پر پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ عباسیوں کے گروہ نے اپنی جداگانہ سرگرمیوں کو بالکل پوشیدہ رکھا۔ اور علویوں کو اپنے معین و مددگار ہونے کا یقین دلاتے رہے۔ ہر ایک گروہ کے داعی اور نقیب اگرچہ جدا جدا تھے تبلیغ کے لئے احتیاطاً ان کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ دوسرے گروہ کے ساتھ تصادم لازم نہ آئے۔ مثلاً بجائے اس کے کہ حضرت عباسؓ یا محمد بن حنفیہ یا امام زین العابدین کی فضیلت بیان کی جاتی صرف اہلبیت کا ایک عام لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اہل بیت کی فضیلت بیان کر کے ان کو مستحق خلافت ثابت کرنے کی کوشش ہوتی تھی پھر یہی نہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے تھے بلکہ بنی امیہ کی مخالفت کے جوش میں خارجیوں کے ساتھ بھی جو سبائی گروہ کا بقیہ تھا ہمدردی و اعانت کا برتاؤ جائز سمجھا گیا تھا۔ کیونکہ خارجی بھی بنی امیہ کو کافر کہتے اور ان کے خلاف کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ حالانکہ خارجی جس طرح خلافت بنی امیہ کے دشمن تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی بھی مخالفت کے جانی اور مخالف موضوع احادیث کی طرح وضع ہونی شروع ہوئیں انہیں مذکورہ کوششوں کے سلسلے میں مذکورہ نقیبوں اور

داعیوں نے حسب ضرورت ہزارہا جھوٹی حدیثیں اہل بیت کی فضیلت۔ مہدی کی آمد۔ امام برحق کی صفات۔ عباسیوں اور علویوں کی خلافت و امارت۔ محبت اہلبیت۔ ذرا ذرا سی معمولی باتوں پر سینکڑوں حج۔ ہزارہا روزوں اور لاکھوں نمازوں کی برابر ثواب ملنے اور بعض اہم تکالیف شرعیہ کو برطرف کر دینے کے متعلق لوگوں کو سنائیں۔ بعض اصل حدیثوں میں حسب ضرورت اپنے مطلب کے فقرے بڑھا دیئے۔ ان وضعی حدیثوں میں سے بعض بعض کا کتب احادیث میں بھی شامل اور موجود ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اسی زمانہ میں شیعوں کے بہت سے فرقوں کی بنیادیں قائم ہوئیں جن کا مجمل تذکرہ انشاءاللہ تعالےٰ آگے آنے والا ہے۔

علویوں کا اقدام عمل اور ناکامی بنوامیہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لینے کے بعد ہاشمیوں کے ساتھ ان کے حسب حال رعایت و تکریم کے برتاؤ میں کمی نہیں کی تھی۔ ہر ایک کے مناسب روزینے مقرر کر کے ان کو جاگیریں بھی عطا کی تھیں۔ چنانچہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو دمشق اور مدینہ کے درمیان علاقہ بلقاء میں قریہ حمیمہ بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ اور وہ وہیں قیام پذیر تھے۔ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب حجاز میں بیش قرار وظیفہ پاتے تھے۔ زید بن علی بن حسینؓ کوفہ میں سکونت رکھتے۔ اور خزانہ شاہی سے معقول وظیفہ پاتے تھے۔ بظاہر زید بن علی کا قیامگاہ بہت مناسب علاقہ میں تھا۔ لیکن واقعات نے رونما ہو کر ثابت کر دیا۔ کہ سب سے بہتر مقام اس سازشی کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے حمیمہ کا مقام تھا جس کی طرف آخر تک بنوامیہ کی توجہ مبذول نہ ہوئی اور عرصۂ دراز تک کسی نے محمد بن علی کے حالات کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ علویوں کی باقاعدہ کوششیں عبدالملک بن مروان کے زمانہ سے شروع تھیں لیکن عباسیوں نے علویوں کی کارروائیوں کے طریقوں کو اچھی طرح سمجھ کر ۱۰۰ھ سے جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہد خلافت تھا۔ اپنا باقاعدہ کام نہایت احتیاط اور پختہ اصولوں پر جاری کیا تھا۔ نیز وہ علویوں کے دوسرے گروہ یعنی ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علیؓ بن ابی طالب والے گروہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے خود سرگروہ بن گئے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تخت نشینی سے پہلے سلیمان بن عبدالملک کے عہد حکومت میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ خلیفہ کے پاس دمشق گئے۔ وہاں سے واپسی میں وہ محمد بن علی کے پاس حمیمہ میں بطور مہمان مقیم

Marfat.com

ہوئے اور بیمار ہو کر وہیں فوت ہو گئے۔ فوت ہونے سے پہلے انہوں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصیت کے ذریعہ اپنا قائم مقام بنایا۔ اور خلافت اسلامیہ بنوامیہ سے چھین لینے کی تاکید کی۔ اس وصیت نامہ نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی طاقت کو بہت بڑھا دیا۔ یعنی وہ تمام لوگ جو ابوہاشم مذکور کے معتقد و ہمراز تھے۔ محمد بن علی کے ہاتھ پر آ کر مخفی طور پر بیعت ہو گئے۔ ۱۱۶ھ تک علویوں اور عباسیوں کی کوششیں ایک دوسرے کے متوازی جاری رہ کر اس نتیجہ تک پہنچیں۔ کہ علویوں کے مشہور شیدائی حرث بن شریح ازدی نے خراسان کے شہر فاریاب میں حمایت اہلبیت کے لئے چار ہزار کی جانباز جماعت فراہم کر کے حکومت بنی امیہ کے خلاف خروج کیا۔ اور نصر بن سیار حاکم بلخ کو شکست دیکر بلخ پر قابض ہو گیا۔ بلخ میں سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو حاکم مقرر کر کے جرجان کی طرف بڑھا۔ جرجان پر قابض ہو کر مرو کی جانب متوجہ ہوا۔ مرو کے لوگ بھی علوی نقیبوں کے ذریعہ پہلے ہی بغاوت پر آمادہ تھے۔ مرو کے قریب پہنچکر حرث بن شریح کی جمعیت ساٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ مگر مرو کے حاکم عاصم بن عبداللہ نے بڑی مستعدی کے ساتھ مقابلہ کر کے حرث بن شریح کو شکست دے کر بھگا دیا۔ آخر دو تین سال کی معرکہ آرائیوں کے بعد یہ فتنہ فرو ہوا۔ اور اس بغاوت اور معرکہ آرائی نے علویوں اور عباسیوں کو بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کا موقعہ دیا۔ زید بن علی کو خراسان و فارس و عراق میں اپنی کامیابی یقینی نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے ۱۲۱ھ میں کوفے کے اندر لوگوں سے مخفی طور پر جنگ کے لئے بیعت لینی شروع کی۔ چنانچہ کوفہ میں پندرہ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جنمیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ زید بن علی کو ان کے بعض دوستوں نے ابھی خروج سے باز رہنے اور چندروز اور صبر کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن انہوں نے زیادہ تامل مناسب نہ سمجھکر علانیہ اپنی امامت و امارت کا اعلان کیا۔ کوفہ کے حاکم یوسف بن عمر ثقفی نے اس بغاوت کے دبانے کی کوشش کی اور معرکہ آرائی تک نوبت پہنچی۔ کوفیوں نے عین وقت پر زید بن علی کو دھوکا دیا اور دو سو بیس آدمیوں کے سوا سب نے بیعت فسخ کر کے جدائی اختیار کی۔ اور اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔ زید بن علی نے ان بیعت فسخ کرنیوالوں کو رافضی کا خطاب دیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ زید بن علی مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ گورنر کوفہ

Marfat.com

کی فوج سے معرکہ آرا ہو کر مقتول ہوئے۔ ان کا سر کاٹ کر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق بھیجا گیا جہاں وہ دمشق کی شہر پناہ کے دروازے پر لٹکایا گیا۔ زید بن علی اور ان کے ہمراہیوں کی لاشیں یوسف بن عمر ثقفی گورنر کوفہ نے کوفہ میں لوگوں کی عبرت کے لئے سولی پر لٹکائیں۔ اور برسوں اسی حالت میں لٹکی اور لوگوں کو بنی امیہ سے متنفر کرنے کی محرک بنی رہیں۔ سنہ ۱۲۵ھ میں زید بن علی کے بیٹے یحییٰ بن زید بن علی نے جرجان میں خروج کیا۔ اور باپ کی طرح مقتول ہوئے۔ فاطمیوں کی اس ناکامی و بربادی نے عباسیوں کو زیادہ احتیاط اور دور اندیشی کی جانب مائل کر دیا۔ اور ان کو ایرانی و عراقی لوگوں کے اندازہ کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ ادھر حکومت بنو امیہ کی توجہ علویوں کی طرف تو مائل ہوئی۔ لیکن عباسیوں کی طرف سے وہ بالکل بے پرواہ رہے۔

عباسیوں کا خفیہ نظام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے سنہ ۱۰۰ھ میں اپنا ایک نقیب میسرہ عراق میں اور دوسرا نقیب ابو محمد صادق خراسان میں اپنے مقاصد کی تبلیغ کے لئے مامور کر دیا تھا۔ ابو محمد صادق کو خراسان میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور وہ سنہ ۱۰۲ھ میں وہاں کے چند بااثر لوگوں کو جنہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تھا ہمراہ لیکر حمیمہ میں محمد بن علی کے پاس آیا۔ محمد بن علی نے ان لوگوں سے اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کا تعارف کرایا اور ان کو مناسب ہدایات دے کر رخصت کر دیا۔ ابو محمد صادق کو کوفہ میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ اور بارہ نقیب اور مقرر کر کے مختلف ممالک اسلامیہ میں دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ کئے۔ سنہ ۱۰۵ھ میں بکیر بن ماہان جو سندھ کے گورنر جنید بن عبدالرحمٰن بن حرث ابن خارجہ مزنی سے رخصت ہو کر کوفہ میں آیا ہوا تھا ابو محمد صادق کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اس عباسی تحریک میں شامل اور چند ہی روز کے بعد اس قدر ذہین اور کارگذار ثابت ہوا۔ کہ ابو محمد صادق اس کی ماتحتی میں کام کرنے لگا۔ چند ہی روز بعد بکیر بن ماہان کو محمد بن علی عباسی نے عراق و خراسان وغیرہ کے تمام نقیبوں کا افسر اور اپنی خفیہ تحریک کا ان ممالک کے لئے مہتمم اعلیٰ مقرر کیا۔ سنہ ۱۰۹ھ میں بکیر بن ماہان نے ابو عکرمہ۔ ابو محمد صادق۔ محمد خنیس۔ عمار بن زید عبادی وغیرہ چند شخصوں کو خراسان کی طرف خلافت عباسیہ کی دعوت کے لئے روانہ کیا۔ خراسان میں اس وقت خالد القسری (خالد قسری) کا بھائی اسد قسری حاکم تھا۔ اس کو اتفاقاً اس بات کا علم ہو گیا۔ کہ چند آدمی باغیانہ خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اس نے سب کو گرفتار کرا کر قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص عمار بن زید عبادی بچکر بھاگ نکلا۔ اور بکیر بن ماہان کے

پاس کوفہ میں پہنچکر اس حادثہ کی اطلاع دی۔ حاکم خراسان نے ہرچند کوشش کی۔ مگر یہ پتہ نہ چل سکا۔ کہ ان باغیانہ خیالات کی اشاعت کرنے والوں کا اصل مرکز کہاں ہے۔ بکیر بن ماہان نے جب محمد بن علی کے پاس حمیمہ میں مذکورہ نقباء کے قتل کی خبر بھیجی تو انہوں نے جواب بھیجا۔ کہ تم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ تمہاری کوشش کامیاب و نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اب تم کو اپنے قتل کا منتظر رہنا چاہئے۔ سنہ ۱۱۸ھ میں بکیر بن ماہان نے حرث بن شریح مذکور کا انجام دیکھنے کے بعد عمار بن زید کو ہوا خواہان بنی عباس کا سردار بنا کر خراسان کی جانب روانہ کیا۔ اس نے وہاں جاکر اپنا اصل نام چھپایا اور اپنے آپ کو خداش کے نام سے موسوم کیا۔ اس خداش نے بہت جلد لوگوں کو اپنی جانب مائل کر لیا۔ اور ان کو بتایا کہ ہمدردیٔ اہل بیت کو نماز روزہ پر ترجیح ہے۔ اہلبیت کی خلافت قائم کرنے کی کوشش کرنا اور اس معاملہ کو رازداری میں رکھ کر افشا ہونے سے بچانا نماز روزہ سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ اس وعظ و پند سے جاہل مسلمان بہت متاثر اور نماز روزہ کی پابندیوں سے آزاد ہو کر خوش اور نہایت مسرور تھے اس طرز تبلیغ کا حال جب محمد بن علی عباسی کو حمیمہ میں سنایا گیا۔ تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ اور ان کو اس طرح راز کے افشا ہونے کا اندیشہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ناراضی کا پیغام عمار بن زید المعروف بہ خداش کے پاس بھیجا۔ لیکن اس پیغام کے پہونچنے سے پہلے اسد قسری گورنر خراسان نے خداش کو گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا۔ محمد بن علی نے اپنے نقیبوں کی بد احتیاطی، خراسان والوں کی ضعیف الاعتقادی اور افشائے راز کے اندیشہ سے خراسان میں تمام سرگرمیوں کو بالکل روک دیا۔ یہ دیکھ کر خراسان کے با اثر معتقدین کا ایک وفد محمد بن علی کے پاس حمیمہ میں حاضر ہوا اور آئندہ ہر قسم کی بد احتیاطی سے محترز رہنے کا یقین دلایا۔ چنانچہ محمد بن علی نے خراسان کے لئے خود نقیب مقرر کئے اور ہر ایک نقیب کو ایک ایک عصا اپنے پاس سے دیا۔ جو سرداری کا نشان سمجھا گیا۔

رفتارِ حوادث کا عباسیوں کے موافق ہونا

اسی اثنا میں زید بن علی نے کوفہ میں خروج کیا۔ اور مقتول ہوئے اس ہنگامہ کا بکیر بن ماہان اور اس کی جماعت کے لوگوں نے نہایت خاموشی سے تماشہ دیکھا۔ اور اپنے لئے بہت سے مفید نتائج اور قیمتی تجربے اخذ کئے۔ اس کے بعد خلیفہ ہشام

Marfat.com

بن عبدالملک نے محمد بن علی کو محض شبہ اور احتیاط کی بنا پر مقید اور نظر بند کر دیا۔ قید خانہ میں بھی اُن کے ہمدرد وقتاً فوقتاً اُن سے ملتے اور ہدایات حاصل کرنے کا موقع پاتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں خراسان و عراق میں بھی بعض عباسی و علوی نقبا گرفتار و مقید کئے گئے تھے۔ اور بظاہر خلیفہ ہشام نے سازشی تحریک کو بالکل دبا دیا تھا لیکن حقیقت میں سازشی سرگرمیوں کا سلسلہ کسی قدر کم تو ہو گیا تھا مگر موجود ضرور رہا۔ سنہ ۱۲۴ھ میں قید خانہ کے اندر محمد بن علی عباسی کا انتقال ہوا۔ اُنہوں نے فوت ہونے وقت اپنے دوستوں کو وصیت کی کہ میرے بعد میرا بیٹا ابراہیم میری تمام جماعت کا امیر اور سردار تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ محمد بن علی کی وفات کا حال سن کر بکیر بن ماہان نے حمیمہ میں آکر ابراہیم بن محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابراہیم نے "امام ابراہیم" کے نام سے اپنی جماعت میں شہرت پائی۔ بکیر بن ماہان، امام ابراہیم سے رخصت ہو کر خراسان پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو محمد بن علی کی وفات اور امام ابراہیم کی جانشینی کا حال سنا کر امام ابراہیم کے نام پر بیعت لی۔ پھر خراسان کے محبانِ اہلبیت یعنی اپنی جماعت کے لوگوں سے خفیہ طور پر چندہ فراہم کیا اور فراہم شدہ روپیہ امام ابراہیم کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ امام ابراہیم نے قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان کو خراسان کے علاقے میں دعوتِ عباسیہ کا مہتمم مقرر کیا۔ اگلے سال سنہ ۱۲۵ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ اس خلیفہ کے فوت ہوتے ہی حکومتِ بنی امیہ میں تنزل اور کمزوری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک طرف تو علویوں اور عباسیوں کے نقیبوں نے خفیہ طور پر لوگوں کو حکومتِ بنو امیہ کا مخالف بنا کر علویوں اور عباسیوں کا ہمدرد بنا دیا تھا۔ دوسری طرف زید بن علی اور اُن کے ہمراہیوں کی لاشوں کے ساتھ جو سنگدلانہ برتاؤ کیا گیا تھا اس نے بھی لوگوں کو امویوں سے نفرت دلائی۔ علاوہ ازیں ہشام بن عبدالملک کے جانشین ولید بن یزید بن عبدالملک نے اپنے ہی رشتہ داروں کے خون سے ہاتھ رنگنے شروع کئے اور خاندانِ خلافت خانہ جنگی میں مبتلا ہو گیا۔ سوا سال کی حکومت کے بعد ۲ جمادی الثانی ۱۲۶ھ کو ولید بن یزید مقتول، اور یزید بن ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ مگر خانہ جنگی بدستور باقی رہی چھ مہینہ کے بعد وہ بھی طاعون سے فوت ہوا اُس کے بعد ابراہیم بن ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اس وقت خانہ جنگی شباب کو پہنچ گئی اور خاندانِ خلافت میں کئی مدعیانِ خلافت کھڑے ہو گئے۔ بالآخر مروان بن محمد المعروف بہ مروان الحمار نے بڑے کشت و خون

Marfat.com

کے بعد سب پر غالب آکر اپنی حکومت کے استحکام کی کوشش کی۔ خاندانِ خلافت کی اس خطرناک خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے میں عباسیوں نے کمی نہیں کی انہوں نے اپنی کوششوں میں چوگنی تیزی سے کام لیا۔ ۱۲۵ھ میں قحطبہ بن شبیب بعض ضروری خبریں سنانے کے لئے امام ابراہیم کے پاس حمیمہ آرہا تھا۔ راستہ میں ایک نہایت ذہین ایرانی النسل نوجوان ابراہیم بن عثمان بن بشار سے ملاقات ہوئی جو اپنے آپ کو ایران کے مشہور وزیر بزرجمہر اور بروایت دیگر گودرز ایرانی کی اولاد میں بتاتا تھا اس نوجوان کو جوہر قابل پاکر قحطبہ اپنے ہمراہ لیتا آیا۔ اور امام ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا۔ امام ابراہیم نے اس کا نام بجائے ابراہیم کے عبدالرحمن رکھا۔ اور اس کی کنیت ابومسلم تجویز کی۔ چنانچہ وہ ابومسلم خراسانی ہی کے نام سے مشہور ہوا۔ امام ابراہیم نے قحطبہ کو تو خراسان کی طرف رخصت کر دیا۔ اور ابومسلم کو چند روز اپنے پاس رکھ کر اس کی فطرت کا مطالعہ کیا اور کام کا آدمی پاکر اس کی تعلیم و تربیت میں خصوصی توجہ مبذول کر کے اس کو اپنا رازدار بنایا۔ اور اس کی شادی اپنے ایک نقیب ابوالنجم عمران بن اسمٰعیل کی لڑکی سے کی۔ ابوالنجم عمران ان لوگوں میں سے تھا جو خلافت کو اولادِ علیؓ میں ماننا چاہتے تھے امام ابراہیم نے اس رشتہ میں یہ مصلحت مدنظر رکھی تھی کہ ابومسلم کو شیعانِ علیؓ کی حمایت حاصل رہے اور اس کی طاقت کمزور نہ ہونے پائے۔

ایرانیوں اور خراسانیوں کی سازش کو کامیاب بنانا اس کے بعد ابومسلم کو خراسان کی طرف تمام دعاۃ و نقباء کا افسر بنا کر روانہ کیا اور خراسان کے نقیبوں مثلاً سلیمان بن کثیر، مالک بن ہیثم، زیاد بن صالح، طلحہ بن رزیق، عمر بن اعین، قحطبہ بن شبیب، ابوعیینہ موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، قاسم بن مجاشع، اسلم بن سلام، ابوداؤد خالد بن ابراہیم شیبانی، ابوعلی ہروی، ابوالنجم عمران بن اسمٰعیل وغیرہ کو اطلاع دی کہ ہم نے ابومسلم کو خراسان کے تمام علاقہ کا مہتمم بنا کر روانہ کیا ہے۔ اور تمام ضروری ہدایات اس کو بتا اور سمجھا دی ہیں۔ تم سب کو چاہیئے کہ دعوت بنی ہاشم کے کام میں ابومسلم کی فرمانبرداری اور اس کے حکم کی تعمیل کرو۔ ابومسلم ۱۲۶ھ میں خراسان پہنچ کر اپنے کام میں پوری سرگرمی سے مصروف ہو گیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ خاندانِ خلافت کے خانہ جنگی میں مبتلا ہونے سے رعب حکومت مٹ رہا تھا۔ ۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو لکھا کہ اس سال کے ایام حج میں مکہ معظمہ ہوتے ہوئے مجھ سے ملو اور اپنے ہمراہ قحطبہ بن شبیب کو بھی لیتے آؤ۔ بعض ضروری امور میں مشورے کرنے ہیں۔ حج کے لئے چونکہ ہر ملک سے مسلمان آتے ہیں۔ لہٰذا ایسے نازک

اور اہم مشوروں کے لئے ایام حج اور مقام مکہ سے بہتر دوسرا آزاد موقع نہیں مل سکتا تھا۔ ابومسلم اور قحطبہ دونوں مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ دونوں ابھی مقام قومس تک پہونچے تھے کہ امام ابراہیم کا دوسرا خط ابومسلم کے پاس پہونچا۔ کہ اب تمہارے آنے کی ضرورت نہیں اور اگر تم روانہ ہو چکے ہو تو جہاں تم کو یہ خط ملے وہیں سے خراسان کی جانب لوٹ جاؤ۔ اور اب اپنی دعوت کو پوشیدہ نہ رکھو۔ بلکہ علانیہ لوگوں کو جنگ کی ترغیب دو اور جن لوگوں سے بیعت لے چکے ہو۔ ان سب کو جمع کرکے طاقت کا استعمال شروع کردو اور ملک خراسان کو اپنے قبضہ و حکومت میں لاؤ۔ اس خط کو پڑھتے ہی ابومسلم قومس سے مرو کی جانب روانہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حکومت بنو امیہ کی چولیں ہل چکی تھیں اور ہر صوبہ میں بغاوت برپا تھی۔ خوارج کی جماعت بھی ضحاک خارجی کی سرداری میں خلیفہ مروان الحمار کے مقابلہ میں صف آرا تھی۔ خراسان میں نصر بن سیار اور کرمانی برسر جنگ تھے۔ [illegible] حضرموت میں بھی بغاوتیں نمودار ہو چکی تھیں۔ ابومسلم خراسانی نے مرو پہنچتے ہی اپنی جماعت کے لوگوں کو جمع کیا اور نصر بن سیار حاکم خراسان کو مرو سے خارج کرکے خود قابض ہو گیا۔ امام ابراہیم نے مرو کی فتح کا حال سن کر ابومسلم خراسانی کو تحسین و آفرین اور مبارکباد کا خط اور بہت سی ہدایات لکھ کر بھیجیں۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ خراسان میں کسی عربی النسل یا عربی انسان کو زندہ نہ چھوڑنا۔ خراسان کے اصلی باشندے جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے بہت کام آئیں گے اور انہیں پر زیادہ اعتماد رکھنا چاہیئے۔ ادھر نصر بن سیار نے خلیفہ مروان الحمار کے پاس درخواست بھیجی۔ کہ ابومسلم کے مقابلے میں مجھ کو امداد کی ضرورت ہے۔ میرے پاس فوراً امدادی فوج بھیجی جائے۔ خلیفہ مروان الحمار موصل کے قریب خارجی لشکر سے برسرپیکار تھا۔ کہ اس کے پاس نصر بن سیار گورنر خراسان کی درخواست پہنچی اور وہ خود لڑائی میں مصروف و مبتلا ہونے کی وجہ سے نصر کے پاس امدادی فوج نہ بھیج سکا۔ اس کے بعد ہی امام ابراہیم کا مذکورہ خط جو ابومسلم کے نام لکھا گیا تھا راستے میں پکڑا گیا اور خلیفہ مروان الحمار کی خدمت میں پیش ہوا۔ اس خط کو پڑھ کر پہلی مرتبہ خلیفہ کو یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ عباسیوں نے علویوں کی طرح [illegible] پھیلا رکھا ہے۔ [illegible] ابراہیم اس سازش کے موجودہ امام ہیں۔ جو [illegible] مروان [illegible] اپنے عامل کو جو بلقاء میں مامور تھا۔ لکھا کہ ابراہیم بن محمد بن علی ابن عبداللہ عباسی کو [illegible] مسجد [illegible] چنانچہ امام ابراہیم گرفتار ہو کر مروان کے پاس پہنچے اور اس کے حکم سے

مقام حران میں قید کئے گئے جہاں پہلے سے اور بھی بہت سے شاہی قیدی موجود تھے۔ چند روز کے بعد حران میں وبائی بیماری پھیلی اور امام ابراہیم بحالت قید اس وبائی بیماری میں فوت ہوئے۔ امام ابراہیم قید ہوتے وقت اپنے خاندان والوں کو وصیت کر آئے تھے کہ میرے بعد میرا بھائی عبداللہ بن محمد المعروف بہ ابو العباس سفاح) میرا جانشین ہوگا۔ اور اس کو اب حمیمہ میں نہیں بلکہ کوفہ میں جاکر قیام پذیر ہو جانا چاہئے چنانچہ عبداللہ سفاح کوفہ میں آگیا یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ امام ابراہیم کے نقیب ابو سلمہ نے کوفہ پر قبضہ کرکے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ ادھر ابو مسلم خراسانی تمام ملک خراسان پر قابض ہو چکا تھا۔

علویوں کو محروم رکھ کر عباسیوں کا بازی لیجانا ابو سلمہ اگرچہ امام ابراہیم کے زیر ہدایت کوفہ کی خفیہ دعوت و تبلیغ کا کام کرتا تھا لیکن چونکہ یہ بات صاف طور پہ طے نہیں ہوئی تھی کہ امویوں کو برباد کرنے کے بعد علوی تخت خلافت کے مالک ہوں گے یا عباسی۔ اس لئے تمام نقباء دو حصوں میں منقسم تھے بعض کا یہ خیال تھا کہ خلافت علویوں کو ملے گی اور بعض عباسیوں کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ ابو سلمہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جو علویوں کو عباسیوں پر ترجیح دیتے تھے سنہ ۱۳۰ھ کے ایام حج میں علویوں اور عباسیوں کے بااثر اور شریک سازش اشخاص نے ایک کانفرنس یا مجلس مشورت منعقد کی اس میں ابو جعفر منصور برادر عبداللہ سفاح بھی شریک تھا یہ مسئلہ پیش ہوا کہ امویوں کی خلافت تو اب مٹنے والی ہے لہٰذا یہ طے ہو جانا چاہئے کہ ہاشمیوں میں سے کس کو خلیفہ بنایا جائیگا۔ اس وقت ابو جعفر منصور نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور ملا تامل سب سے پہلے بول اٹھا کہ اولاد علی میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہئے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب المعروف بہ نفس زکیہ کا نام پیش ہوکر منظور ہو گیا ابو مسلم خراسانی کی فتوحات اور اپنے نظام کی مضبوطی کے سبب عباسیوں کو اپنے کامیاب ہونے اور بازی لیجانے کا یقین تھا۔ اگر اس وقت عباسی خود خلافت کو حاصل کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیتے تو یقیناً آپس میں پھوٹ پڑ جاتی۔ اور امویوں کو اپنی حکومت کے بچا لینے کا موقع مل جاتا لیکن عباسیوں کی ہوشیاری سے کوئی بدمزگی پیدا نہ ہونے پائی اس کے بعد جبکہ اموی خلافت درہم برہم ہونے لگی اور بڑے بڑے شہروں اور ملکوں پر ان نقیبوں کا قبضہ ہوا تو یہ مسئلہ قدرتی طور پر آخری فیصلے کے لئے سامنے آگیا کہ کس کو تخت خلافت پر بٹھایا جائے۔ عبداللہ سفاح کے کوفہ پہنچنے پر ابو سلمہ نے اس کی آمد کو چھپایا۔ اور ایسے مکان میں ٹھہرایا تھا۔ کہ عبداللہ سفاح کی آمد کا حال اہل کوفہ

Marfat.com

کو معلوم نہ ہو اور امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین کو خط لکھا۔ کہ آپ فوراً کوفہ میں آجائیے اور خلیفہ بن جائیے۔ امام جعفرؑ نے انکاری جواب بھیج دیا۔ اس انکاری جواب اور عبداللہ سفاح کے کوفہ میں موجود ہونے کا حال جس وقت اہل کوفہ کو معلوم ہوا۔ تو وہ عبداللہ سفاح کے پاس پہنچے۔ اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۷۴۹ء بروز جمعہ تمام اہل کوفہ عبداللہ سفاح کو جامع مسجد میں لے گئے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُس نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور اُس کی حکومت بتدریج مستحکم ہو گئی۔ ابومسلم خراسانی ابھی تک خراسان کے انتظام سے فارغ نہ ہوا تھا لیکن عبداللہ سفاح ابومسلم ہی سے اہم معاملات کے متعلق ہدایات منگاتا اور انہیں کے موافق عمل کرتا تھا۔ عبداللہ سفاح کی تخت نشینی کے چند روز بعد حضرت عبداللہ بن حسن مثنیٰؒ جو نفس زکیہ مذکور کے والد ماجد تھے۔ عبداللہ سفاح کے پاس آئے اور شکایت کی کہ یہ کیا بات ہے۔ کہ خلافت جو ہمارا حق تھا تم نے لی۔ ساتھ ہی مکہ کانفرنس کا فیصلہ یاد دلایا۔ عبداللہ سفاح نے دو لاکھ درہم اسی ہزار دینار اور مروان بن محمد المعروف بہ مروان الحمار آخری اموی خلیفہ کے جواہرات جو مال غنیمت میں اسی وقت پہنچے تھے۔ سب عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو دیکر خاموش اور رضامند کیا اور عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ سفاح جب تک زندہ رہا ہمیشہ علویوں کو روپیہ دیتا رہا خلیفہ مروان الحمار کے مارے جانے اور عباسیوں میں خلافت کے آجانے سے علویوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہوئی اور سب حیران و ششدر رہ کر رہ گئے۔ وہ ہمیشہ عباسیوں کے اشتراک عمل کا مطلب یہی سمجھتے رہے تھے۔ کہ خلافت خاندان ابی طالب کو سپرد کی جائیگی اب اُن کے دلوں میں کدورت اور بے چینی کو پیدا ہونا ضروری تھا۔ اور قریب تھا کہ علویوں اور عباسیوں میں اس فیصلہ کے خلاف جنگ شروع ہو جائے۔ مگر چونکہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علیؓ بن ابی طالب کی وصیت کا حال سب کو معلوم تھا۔ لہٰذا علویوں کے ایک بڑے گروہ نے جو بعد میں فرقہ کیسانیہ کے نام سے مشہور ہوا اس وصیت کو جائز قرار دے کر عباسیوں کی خلافت کو برحق تسلیم کر لیا تھا۔ اور اس زمانہ میں یہ گروہ علویوں میں زیادہ طاقتور اور صاحب اقتدار ہو گیا تھا۔ لہٰذا فاطمیوں نے خاموشی ہی اختیار کرنی مناسب سمجھی یہ خاموشی اس لئے بھی لازمی ہو گئی تھی۔ کہ ابومسلم چن چن کر اُن تمام نقبا کو جو عباسیوں کے مقابلے میں علویوں کے طرفدار اور خلافت کو علویوں میں لانے کے خواہشمند تھے یکے بعد دیگرے دھوکے سے قتل کرا چکا تھا۔ ان مقتولوں میں ابوسلمہ اور سلیمان بن کثیر خاص طور پر قابل

تذکرہ میں جو بہت با اثر اور بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے۔ ابو العباس عبداللہ سفاح نے چار برس آٹھ مہینے خلافت کی۔ اُس کے عہد خلافت میں ابو مسلم خراسانی کا اقتدار و اختیار سب پر فائق تھا۔ ابو مسلم اور عبداللہ سفاح نے ایک طرف چن چن کر اُمویوں کو قتل کیا اور دوسری طرف کسی ایسے شخص کو جو مدعی سلطنت ہو سکے باقی نہ چھوڑا۔ اس قتل و خونریزی کی نمائش نے ظالموں کو اور بھی زیادہ مرعوب و ساکت بنا دیا۔ اور اُن کو لب کشائی کا موقع بھی نہ مل سکا۔

<u>خفیہ سازشیں اور اسلام</u> عبداللہ سفاح کی وفات اور قتل ابو مسلم کے بعد علویوں نے عباسیوں کے خلاف شورش و خروج کا سلسلہ جاری کر دیا۔ علویوں کی ان کوششوں نے جو انہوں نے عباسیوں کے خلاف پانچ سو سال تک جاری رکھیں اور بھی سینکڑوں عجیب عجیب فرقے اسلام میں پیدا کر دیئے۔ میں نے یہ طویل تاریخی بیان جو واقعات کا چھوٹے سے چھوٹا خلاصہ ہے۔ اس لئے سنایا ہے۔ کہ اس کو ذہن میں رکھ کر اسلام کے بہت سے گمراہ فرقوں کی حقیقت اور اُن کے پیدا ہونے کے اسباب بآسانی سمجھ میں آسکیں گے۔ اس جگہ یہ بھی یاد دلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے سرگوشی سازش اور فریب بازی کی جا بجا مذمت بیان کی ہے۔ اور مسلمانوں کو خفیہ تدبیروں اور سازشوں کے استعمال کرنے سے منع کر کے ان کاموں کو عموماً کافروں اور منافقوں کا کام بیان کیا ہے۔ مسلمانوں کو سرگوشیوں اور پوشیدہ مشوروں کی اگر اجازت دی ہے تو صرف نیکی اور اصلاح کے لئے نہ اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء ۔ رکوع ۱۷)

لوگوں کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں بھلائی یعنی نیکی نہیں ہے۔ مگر ہاں اگر صدقہ و خیرات یا کسی اچھے کام یا لوگوں میں صلح و مصالحت کے لئے پوشیدہ مشورہ کیا جائے تو یہ نیکی کا کام ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (المجادلہ)

اے مومنو! جب تم ایک دوسرے سے خفیہ مشورہ کرو تو ایسی سرگوشی نہ کرو جو گناہ اور لوگوں پر زیادتی کرنے اور رسول کی نافرمانی پر آمادہ کرنے والی ہو۔ بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کے متعلق سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ

اے رسول کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو خفیہ باتیں کرنے

يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (المجادلہ ع۲)

سے منع کیا گیا تھا پھر بھی جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کام کریں گے یعنی گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کے لئے سرگوشی کریں گے۔

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۔ (انفال ۸)

اور اے رسول! اگر یہ کافر لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی ان سے صلح کرنے پر آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ خدا تعالیٰ یقیناً سننے اور جاننے والا ہے اور اگر یہ کافر لوگ تمہیں صلح کا فریب کرنے اور دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتے ہوں تو تم پرواہ نہ کرو کیونکہ تمہارے لئے خدا تعالیٰ کافی ہے خدا تعالیٰ ہی نے اپنی نصرت اور مومنوں سے تجھ کو قوت عطا کی ہے اور نہیں فرمایا کہ فریب اور دھوکہ کے مقابلہ میں تم بھی فریب اور دھوکہ سے کام لو۔

مذکورہ بیان کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ جو سازشیں اور خفیہ تدبیریں کام میں لائی گئیں وہ خیر
نیکی اور اصلاح بین الناس کے لئے تھیں یا اپنی خواہشات نفسانی اور عصبیت خاندانی کے تقاضے سے
عمل میں آئیں ان کوششوں اور مصروفیتوں کے ساتھ ہی ساتھ قرآن مجید اور تقویٰ اللہ کی طرف توجہ مبذول
رہ بھی سکتی تھی یا نہیں۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں کو غافل اور
بے پرواہ بنانے کا سب سے پہلا قابل تذکرہ سبب مسلمانوں کی یہی کوششیں تھیں جن کا ادنیٰ کرشمہ ... درجہ
منافقوں اور اسلام کے دشمنوں کی تعلیم میں لگ گئیں منافقوں کے نقش قدم پر چل کر مسلمانوں کو کسی طرح صلاح
و بہبود حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا ان کوششوں کے نتائج کو بھی دیکھ لو کہ ہر ایک وہ شخص جس نے اس کام
کو سرگرمی سے جاری کیا اپنی زندگی میں اپنے اصل مقاصد کو پورا ہوتا ہوا نہ دیکھ سکا۔ ابو مسلم اور دوسرے
سرگرم نقباء بھی ایک ایک کر کے تلوار کے گھاٹ اترے۔ اسلام میں سینکڑوں گمراہ اور خطرناک فرقے پیدا
ہو گئے۔ اگر قرآن مجید کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے خود وعدہ نہ فرمایا ہوتا اور وہ اصل حالت میں محفوظ و موجود نہ ہوتا
تو آج عیسائیت اور یہودیت کی طرح اسلام کی حقیقی اور اصلی تعلیم کا سراغ لگانا دشوار بلکہ غیر ممکن ہوتا۔ اور
کسی نئے نبی نئی کتاب اور نئے مذہب کو خدا تعالیٰ دنیا میں نازل کر چکا ہوتا لیکن چونکہ آنحضرت صلعم خاتم
النبیین ہیں۔ لہٰذا ان کے لائے ہوئے مذہب (اسلام) اور ان کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کو قیامت
تک تحریف و تبدیل کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اسلام میں ہزاروں قسم کے گروہ پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے
لیکن جو شخص حقیقی اور سچے اسلام سے واقف ہونا اور اس پر عملدرآمد کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اسلام کا

دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔ اور اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی مانع ہرگز موجود نہیں ہے

شرابِ خوشگوار ہست و یارِ مہربان ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

عہدِ بنو اُمیہ میں جو فرقے پیدا ہو چکے تھے

پہلی صدی کا اسلام اوپر کے بیان میں ۱۳۲ھ یعنی بنی امیہ کی خلافت کے ختم اور بنی عباس کی خلافت کے شروع ہونے تک کی خانہ جنگیوں اور سازشوں کا ذکر مجمل طور پر ہو چکا ہے اب یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ ان سازشوں اور کوششوں کا اس مذکورہ زمانہ میں مسلمانوں کے مذہبی اعتقاد و اعمال پر کیا اثر پڑا صحابہ کرام میں مختلف استعدادوں اور مختلف قابلیتوں کے لوگ موجود تھے بعض ایسے تھے کہ وہ کسی قباحت اور کسی مصلحت کو حتی الامکان دخل دیئے بغیر آنحضرت کے ہر ایک قول و فعل پر عمل کرنا ضروری سمجھتے اور جن باتوں میں آنحضرت صلعم کا کوئی عمل یا ارشاد معلوم نہ ہوتا اُس میں خاموشی اختیار فرما کر اُس کام کے کرنیوالے کی رائے پر چھوڑ دیتے خود کوئی فتویٰ صادر نہ فرماتے۔ بعض ایسے تھے کہ وہ حدیث نبوی موجود نہ ہونے پر حسب موقع اپنی خداداد رائے سلیم اور قیاس صحیح کو کام میں لا کر فتویٰ صادر فرماتے اور اپنے قیاس کے دلائل بھی بیان فرما دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ چند صحابی خصوصیت سے فقاہت میں شہرت رکھتے ہیں۔ اہل مدینہ زیادہ تر حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فتووں پر اعتماد رکھتے تھے۔ اہل مکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتووں پر عامل اور اہل کوفہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے بتائے ہوئے مسائل کو یاد رکھتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ مصر کے لوگ عموماً حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کی رائے کو مانتے تھے۔ ملک شام میں حضرت ابو الدرداءؓ وغیرہ کے فتووں پر عمل تھا۔ مذکورہ صحابیوں کو مذکورہ مقامات کے لوگوں میں چونکہ زیادہ رہنے اور دین کی باتیں بتانے کا موقع ملا تھا۔ لہذا الگ الگ ہر ایک کا فقہ رائج ہوا۔ ان صحابہ کرامؓ کے بعد صحابہؓ کے رشید شاگردوں یعنی حضرت تابعین

رحمہم اللہ علیہم اجمعین میں جو لوگ علمِ دین کی زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ اُن سے لوگ مسائل دریافت کرتے اور اُن کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سعید بن مسیبؒ عروہ بن زبیرؒ قاسم بن محمدؒ سالم بن عبد اللہ وغیرہ مدینہ میں۔ علقمہؒ اور عمر بن شرجیلؒ وغیرہ کوفہ میں حسنؒ اور ابن سیرینؒ اور مطرف بن عبد اللہؒ وغیرہ بصرہ میں۔ یزید بن ابی حبیبؒ اور عمر بن حارثؒ وغیرہ مصر میں۔ حضرات تابعین کے بعد تبع تابعین بھی اسی طرح لوگوں کو مسائل بتاتے اور ہر طرح کی باتیں سکھاتے تھے کسی صحابی کو کوئی حدیث معلوم نہ ہوتی تو وہ اپنی رائے سے کوئی فتویٰ صادر فرما دیتے۔ لیکن بعد میں جب اُسی مسئلہ کے متعلق دوسرے شہر کے لوگوں سے مستند طور پر معلوم ہوتا کہ وہاں کے صحابی نے آنحضرت صلعم کی یہ حدیث روایت کی ہے اور اُسی کے موافق اُس شہر میں عملدرآمد ہو رہا ہے تو اس شہر کے مسلمانوں اور اس شہر والے صحابی کے شاگردوں کو اس حدیث کے قبول کرنے اور اُسی کے موافق عمل کرنے میں کوئی تامل نہ ہوتا۔ وہ اس میں اپنے استاد کی بے عزتی سمجھتے نہ کوئی شرمندگی اور ندامت محسوس کرتے یہی حال تبع تابعین تک رہا کہ آنحضرتؐ کی کوئی حدیث کسی ثقہ راوی سے پہنچ جاتی تو اُسی پر سب عملدرآمد شروع کر دیتے۔ صحابہ کرامؓ کے فتوے جو رائے اور قیاس کے موافق بعض مسائل میں انہوں نے دیئے۔ اُن کی بھی قریب قریب یہی حالت تھی کہ تابعین ایک صحابی کے شاگرد ہوتے لیکن دوسرے صحابی کے اجتہاد کو زیادہ اچھا اور مدلل و معقول پاتے تو اُسی کو قبول کر لیتے۔ اور اپنے اُستاد کے اجتہاد کو ترک کرتے ہوئے کوئی گرانی محسوس نہ فرماتے۔ یہی حال تبع تابعین کا رہا۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ حدیثوں کے ذخیرے جمع ہوتے گئے اور فقہی اجتہادی مسائل میں بھی زیادہ وسعت پیدا ہوتی رہی۔ لیکن نہ کوئی خاص فقہی مذہب مشخص و متعین ہوا نہ کسی صحابی یا امام کے نام سے کوئی خاص گروہ پیدا ہوا بلکہ سب کا ایک ہی مذہب تھا جس کا نام اسلام تھا۔ قرآن مجید سب کے لئے یکساں قابلِ عمل خدا کی کتاب سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح احادیث نبویہ سب کیلئے یکساں قابلِ عمل تھیں اور اسی طرح اجتہادی مسائل میں سب کو یکساں حقوق حاصل تھے۔ کوئی تقسیم اور گروہ بندی نہیں پائی جاتی تھی اور نہ پائی جانی چاہیے تھی۔ یہ حالت اُن مسلمانوں کی تھی جو اسلام کی پابندی و پیروی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے اور دین کو دنیا پر مقدم جانتے تھے۔ لیکن ایسے لوگ بھی قریباً ہر صوبہ اور ہر ملک میں موجود تھے۔ جو بالکل آجکل کے جاہل مسلمانوں کی طرح محض رسمی اور رسمی طور پر مسلمان تھے اور حقیقت اسلام سے ناواقف اور قرآن مجید سے بے تعلق رہنے کے سبب اپنی تمنا

توجہ دنیا طلبی اور خواہشات نفسانی میں صرف کرتے یا مذکورہ سازشوں میں شامل ہو کر سازشی لوگوں کے معاون و مددگار بن جاتے تھے یہی وجہ تھی کہ ملک عرب کے صوبوں میں جہاں اسلام سب سے پہلے شائع ہو کر زیادہ اثر انداز ہو چکا تھا۔ منافقوں اور سازشی لوگوں کو اپنے ڈھب کے آدمی بہت کم مل سکے لیکن ایرانی صوبوں میں جہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیم سے متاثر ہونے کی مہلت نسبتاً بہت کم ملی تھی زیادہ تر کامیابی حاصل ہوئی اور انہیں ایرانیوں کی بدولت اسلام کو نقصان پہنچانے والی ہر ایک سازش زیادہ کامیاب ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ امام ابراہیم نے خود عربی اور ہاشمی ہوتے ہوئے ابو مسلم خراسانی کو لکھا تھا کہ کسی عربی انسان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اور ایرانی نو مسلموں ہی کو زیادہ مفید اور کارآمد سمجھا جائے۔

ابتدائی زمانہ کے فرقے | مذکورہ سازشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عباسیوں کی حکومت و خلافت قائم ہونے تک مندرجہ ذیل فرقے پیدا ہو گئے جو بعد میں سب اسلامی فرقے سمجھے گئے۔ اور اپنے اعمال و افعال سے اسلام کے چشمۂ صافی کو مکدر کرتے رہے۔

(۱) شیعۂ اولیٰ :۔ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنیؓ کے بعد خلیفۂ برحق مانتے اور ان کے مخالفوں کو خطا وار جانتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی یہ لوگ برا نہیں کہتے اور ان کی نیت کو نیک بتلاتے تھے صرف خطائے اجتہادی کو ان سے منسوب کرتے تھے۔ ان کو شیعہ مخلصین بھی کہتے ہیں۔

(۲) شیعۂ تفضیلیہ :۔ شیعہ اولیٰ ہی سے کچھ لوگ عبداللہ بن سبا یہودی منافق کی باتوں کا کسی قدر اثر قبول کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام اصحاب کرام سے افضل جانتے اور پہلے تینوں خلفاء کو اس لئے برا نہیں کہتے تھے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رضامندی اور اجازت سے خلیفہ تھے۔ اور حضرت علیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ مذکورہ دونوں شیعہ فرقے محض ایک خاص عقیدہ اور خاص خیال کی وجہ سے بطور فرقہ الگ شمار کئے گئے ہیں۔ ورنہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے تمام اعمال میں وہ سب مسلمانوں کے ساتھ شریک اور قرآن و حدیث پر یکساں عامل تھے۔

(۳) شیعۂ تبرائیہ :۔ عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے خیالات سے جو لوگ زیادہ متاثر ہوئے وہ تمام صحابہؓ کو نعوذ باللہ ظالم، منافق، غاصب اور اس سے بھی آگے قدم رکھ کر کافر کہنے لگے اس عداوتؓ

Marfat.com

دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ان حدیثوں کو بھی جو صحابہؓ کرام کے ذریعہ روایت ہوئیں ماننے سے انکار کیا اور اعمال وعبادات میں بھی بہت سی تفریق نمایاں ہو گئی ان تبرائی شیعوں کی شاخیں آج تک ہندوستان میں بھی بتعداد کثیر موجود ہیں۔

(۴،۵) خوارج اور شیعہ غلاۃ:۔ یہ دونوں فرقے عبداللہ بن سبا کی جماعت کے دو حصے ہیں۔ ایک گروہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہنا شروع کیا اور دوسرے نے ان میں خدائی صفات تجویز کر کے لوگوں کو ان کی الوہیت کا قائل بنانے کی کوشش کی اور اس عقیدہ کو شائع کیا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں حلول کیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان دونوں گروہوں کے خلاف خود جہاد بالسیف کیا۔ اور ان کے قتل وہلاک کرنے میں تامل نہیں فرمایا۔ شیعہ غلاۃ ابن سبا کی تعلیم کے موافق حشر اجساد اور حساب کتاب کے بھی منکر ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ نبی میں بغیر مددگار کے نبوت کی استطاعت نہ تھی۔ یہی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان پھر دنیا میں واپس آسکتا ہے۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ پھر دنیا میں آئیں گے وہ بادلوں پر سوار پھرتے ہیں۔ بادل کی گرج ان کی آواز ہے۔ اور بجلی ان کا کوڑا ہے۔ اسی لئے رعد کی آواز سن کر کہتے ہیں۔ السلام علیک یا امیر المومنین یہ بھی عقیدہ ہے کہ ابن ملجم نے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا ہے۔ تو اس وقت شیطان حضرت علیؓ کی صورت میں آگیا تھا اور ابن ملجم کے ہاتھ سے شیطان ہی قتل ہوا۔ حضرت علیؓ تو پہلے ہی آسمان پر چلے گئے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۶) شیعہ کاملیہ:۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ تمام صحابہؓ جنہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا۔ نعوذ باللہ کافر ہیں۔ اور خود حضرت علیؓ بھی اس لئے نعوذ باللہ کافر ہیں کہ وہ صحابہؓ سے نہ لڑے۔ اور ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔

(۷) شیعہ کیسانیہ:۔ یہ فرقہ کیسان نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے جس نے ۶۶ھ میں بہت سے مسلمانوں کو جمع کر کے امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لئے خروج کیا اور مارا گیا۔ اس گروہ کے لوگ حضرت امام حسنؓ کی امامت کے منکر ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کے بعد محمد بن حنفیہ کو امام برحق یقین کرتے ہیں اور امام حسینؓ کو بھی امام نہیں مانتے۔ انہیں لوگوں نے تقیہ کے عقیدے کو شیعوں میں رواج دیا۔

Marfat.com

(۸) شیعہ قتاریہ۔ قتار بن ابو عبید بن مسعود ثقفی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو عالم الغیب بتایا۔ اور کہا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ میں حلول کیا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ بعد میں فرقۂ کیسانیہ میں داخل ہو کر کیسانیہ کے نام سے مشہور ہوئے پھر بہت دنوں کے بعد یہی لوگ اسمٰعیلی بن گئے۔

(۹) شیعہ ہاشمیہ۔ یہ فرقہ ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کو امام برحق مانتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ ابوہاشم کو اپنے باپ محمد بن حنفیہ سے وہ اسرار علوم و رموز معلوم ہوئے جو ان کو حضرت علیؓ سے پہنچے تھے جس شخص میں یہ تمام علوم و رموز جمع ہو جائیں۔ وہ امام برحق ہے ان لوگوں میں سے بعض ابوہاشم کے بعد عباسیوں کو مستحق خلافت سمجھ کر عبداللہ سفاح تک عباسیوں کو امام مانتے عبداللہ سفاح کے بعد کسی عباسی کو امام نہیں مانتے۔

(۱۰) شیعہ مغیریہ۔ یہ فرقہ ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں مغیرہ بن سعید عجلی کے ذریعہ پیدا ہوا جو خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق کا غلام تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ ایک انسان کی شکل ہے۔ اس نے دنیا کو جب پیدا کرنا چاہا تو لوگوں کے اعمال کو خود ہی لکھا پھر خود ہی ان کی بد اعمالیوں کے تصور سے غضب میں آیا۔ تو جوش غضب سے پسینہ آیا۔ اس پسینہ سے کندرا اور دریا پیدا ہوئے سمندر میں اللہ کا عکس پڑا اس عکس میں سے تھوڑا سا حصہ لیکر اللہ نے چاند۔ سورج اور ستارے بنائے۔ پھر باقی عکس کو فنا کر دیا۔ کہ اس کا کوئی شریک باقی نہ رہے۔ پھر شیریں دریائے مومن اور کھاری سے کافر بنائے۔ پھر خدا نے اپنی امانت یعنی امامت پہاڑوں کو سپرد کرنا چاہی تو انہوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ حضرت علیؓ کا حق ہے انہیں کو پہنچنا چاہئے۔ مغیرہ کا عقیدہ تھا۔ کہ امامت حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ اور ان کے بعد انہیں کی اولاد کا حق ہے۔ مغیرہ کے قتل ہونے کے بعد اس کی جماعت کے لوگ مغیرہ ہی کو آنے والا امام مہدی تسلیم کرنے لگے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہندوؤں کے بعض شاستروں میں پرم ایشور کے پسینہ سے دریا و سمندر وغیرہ بننے کی مذکورہ حکایات اسی کے قریب قریب الفاظ میں موجود ہے۔ ہندوؤں کے اکثر شاستر مسلمانوں کی آمد کے بعد تصنیف ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرامطہ یا حشاشین کے ذریعہ مغیرہ کے مذکورہ خیالات ہندوؤں میں شائع ہو کر مقبول اور پھر ان کی تصانیف میں داخل ہوئے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ مغیرہ ہندوستان ہی سے اس خیال و عقیدہ کو خراسان میں لے گیا ہو۔

(۱۱) شیعہ بنانیہ:۔ مغیرہ مذکور کا معاصر ایک شخص بنان بن سمعان تھا۔ اُس کے اور تمام عقائد مغیرہ ہی کی مانند تھے مگر وہ دو خداؤں کا قائل تھا۔ اور حضرت علیؓ کو بھی خدا یقین کرتا تھا۔ حضرت علیؓ کے بعد محمد بن حنفیہ ان کے بعد ابو ہاشم عبداللہ بن محمد ان کے بعد خود اپنے آپ کو خلیفۂ برحق کہتا تھا۔ اُس نے بھی ایک جماعت اپنے بیہودہ خیالات کی موید پیدا کر لی تھی۔ وہ بھی مغیرہ کی طرح خالد مذکور کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔

(۱۲) شیعہ زیدیہ:۔ یہ فرقہ زید بن علی سے منسوب ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کہ انہوں نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا تھا اور مقتول ہوئے تھے۔ ابتداءً اس گروہ کے عقائد میں زیادہ خرابی نہ تھی لیکن بعد میں شیعوں کے دوسرے فرقوں کا اثر قبول کرنے سے ان میں بھی بہت سی بیہودہ باتیں داخل ہو گئیں بعد پھر یہ فرقہ بہت سی شاخوں میں منقسم ہو گیا۔

(۱۳) شیعہ جناحیہ:۔ یہ فرقہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کا قائم کردہ ہے جعفر طیار کا نام چونکہ ذوالجناحین بھی ہے۔ اسی لئے اس فرقہ کا نام جناحیہ مشہور ہوا۔ عبداللہ مذکور تناسخ ارواح کا قائل تھا اور عقیدہ رکھتا تھا۔ کہ روح الٰہی انبیاء میں دائر سائر ہے۔ انبیاء کے بعد حضرت علیؓ پھر حسنین محمد بن حنفیہ اولادِ علیؓ میں آئی اُس کے بعد خود عبداللہ میں روحِ الٰہی نے حلول کیا۔ یہ فرقہ شراب و مردار اور محارمِ ابدی کے ساتھ نکاح کو حلال سمجھتا اور قیامت کا منکر ہے۔ عبداللہ مذکور نے خروج کر کے فارس کے اکثر علاقوں پر ۱۲۹ھ میں قبضہ کر لیا تھا۔ ابو مسلم نے اس کو اس لئے قتل کرا دیا کہ وہ عباسیوں کو حقدارِ خلافت نہیں سمجھتا بلکہ خود خلیفہ و امام بننا چاہتا تھا۔ اس کے معتقدین کا خیال ہے کہ عبداللہ قربِ قیامت میں اصفہان کے کسی پہاڑ سے برآمد ہو گا۔

ان مذکورہ فرقوں اور گروہوں کے علاوہ خارجیوں میں بھی ضحاکیہ، عجدیہ، ثعلبیہ، شیبیہ، ازارقہ عبادیہ وغیرہ متعدد فرقے کوفہ۔ بصرہ۔ حضر موت۔ عمان یمن اور فارس وغیرہ میں پیدا ہو گئے تھے اُن کے عقائد کی بھی ایسی ہی حالت تھی جیسی کہ شیعوں کے فرقوں کی اوپر مذکور ہوئی۔ بعض شیعہ فرقوں سے زیادہ ان میں کفر و الحاد موجود تھا۔ اور یہ سب بھی اسلام کے روشن اور منور چہرہ کو غبار آلود کرنے اور اسلام کی عظمت مٹانے پر تُلے ہوئے تھے۔ فرق صرف اس قدر تھا۔ کہ بنو امیہ اپنے عہدِ حکومت میں ان سے باخبر اور ان کے استیصال کی طرف متوجہ رہے لیکن شیعہ فرقوں سے وہ زیادہ تر بے خبر اور غافل رہے۔ اور ان کو شیعوں کی اس پوشیدہ طاقت کا علم اس وقت ہوا جبکہ اُس کا مٹانا اور

Marfat.com

فنا کرنا آسان کام نہ تھا۔ بہر حال اس بات کے تسلیم کر لینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ کہ مذکورہ فرقوں کے پیدا ہونے کا سبب سوائے سیاسی اغراض اور نفسانی خواہشات کے اور کچھ نہ تھا۔ اسلام ان بیہودگیوں سے قطعاً پاک اور ایسی نالائقیوں کا یقیناً دشمن ہے۔ جو لوگ قرآن و حدیث اور رضائے الٰہی کو اپنا قبلۂ توجہ بنائے ہوئے تھے۔ وہ ان نالائقیوں سے قطعاً بے تعلق اور صراط مستقیم پر قائم تھے۔ اور کیوں قائم نہ رہتے کہ آنحضرت صلعم نے پیشگوئی فرما دی تھی کہ

وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ (ترمذی)	میری امت میں سے ہمیشہ ایک گروہ غالب رہے گا۔ اگر کوئی ان کو ذلیل کرنا چاہے گا۔ تو اس کی کوشش سے ان کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو

تبصرہ: آجکل کے مسلم نما لوگوں کو جن میں آباء و اسلاف پرستی اور نسلی و خاندانی عصبیت کے سمندر موجزن ہیں اس بات کا سمجھانا اور یقین دلانا بیحد دشوار ہے کہ ۱۳۲ھ تک جو بالکل ابتدائی زمانہ تھا اسلام کے دائرہ میں رہکر اور مسلمان کہلا کر مسلمانوں کی اولاد اور پاک بزرگوں کی بعض ذریت نے ہوا و ہوس اور نفس و شیطان کے فریب میں آکر اسلام اور مسلمانوں کے دشمن منافقوں کی آرزوؤں کو کس طرح پورا کیا اور نہ کرنے کے کام کس طرح کر گذرے۔ کیا مذکورہ افعال ناشایستہ کے جواز کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے وہ پیش کر سکتے تھے۔ کیا خدا اور رسولؐ نے ان کو ایسے کاموں کا حکم دیا تھا اور کیا آج ہمکو خدا اور رسولؐ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان کی غلطی کو غلطی نہ کہیں۔ بلکہ ان کی غلطیوں کو صواب اور ثواب ثابت کرنے میں ایڑی سے چوٹی تک زور لگائیں اور رضائے الٰہی و مصالح دینی کو بالکل فراموش کر کے اس لئے کف در دہان و رعشہ در بدن ہو جائیں کہ وہ غلط کار و ہوا پرست لوگ ہمارے باپ دادا اور ہمارے بزرگ و اسلاف تھے۔ اس بات کو پھر کھول کر بتا دینا ضروری ہے کہ مذکورہ شیعہ یا خارجی گروہ جو اس ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئے یہ اس زمانہ کی غالب اسلامی مردم شماری نہ تھے بلکہ مجموعی طور پر مسلمانوں کا سواد اعظم صراط مستقیم پر قائم اور احکام اسلام کا پابند تھا۔ حکومت کا مذہب بھی دین اسلام تھا۔ اور خلفائے بنو امیہ قرآن و حدیث کے احکام سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتے تھے یہ مذکورہ فرقے اپنی مردم شماری کے اعتبار سے قلیل اور مسلمانوں کے سواد اعظم کو عقائد و اعمال اسلامی سے برگشتہ کرنے میں ناکام مگر فساد پھیلانے کی کوشش میں مسلسل مصروف رہے۔ شیعۂ اولیٰ اور شیعۂ

تفضیلیہ کے سوا باقی تمام فرقے اپنے عقائد و اعمال میں دوسرے تمام مسلمانوں سے الگ پہچانے جاتے اور اپنی شرارت و فساد کے سبب جب کبھی منظر عام پر آتے انگشت نما بنتے تھے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنے کے قابل ہے کہ ملک سندھ بھی عہد بنو امیہ میں مفتوح ہو کر اسلامی صوبہ بن چکا تھا اور سازشی گروہوں سے پاک نہ تھا۔ بلکہ مرکز سلطنت سے دور ہونے کے سبب مذکورہ فرقوں کے اکثر خطرناک افراد کو یہاں پناہ مل جاتی تھی۔

اسی عہد بنو امیہ میں دنیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خالی ہو چکی تھی۔ اور اکثر جلیل القدر تابعین بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ۸۶ھ میں حضرت عبداللہ بن حارثؓ کے فوت ہونے پر مصر اصحاب نبی کریمؐ سے خالی ہو گیا۔ اسی سال حضرت ابو امامہ باہلی کی وفات کے بعد شام میں کوئی صحابی نہ رہے۔ ۸۶ھ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی وفات کے بعد کوفہ اور ۹۱ھ میں حضرت سائب بن یزیدؓ کی وفات سے مدینہ اور ۹۳ھ میں حضرت انس بن مالکؓ کے فوت ہونے پر بصرہ بھی اصحاب کرام سے خالی ہو گیا۔ ۱۰۲ھ میں حضرت ابو الطفیل صحابی مکہ معظمہ میں فوت ہوئے۔ ان کے بعد روئے زمین پر کوئی صحابی باقی نہ رہے۔ ساری دنیا اصحاب نبی کریمؐ سے خالی ہو گئی۔ ۱۰۳ھ میں مشہور تابعی حضرت ابو عمر شعبی جنکو پانسو صحابہ کرامؓ کی ملاقات کا فخر حاصل تھا فوت ہوئے۔ ۱۰۶ھ میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر تابعی اور ۱۰۷ھ میں حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور حضرت سلیمان بن یسار فوت ہوئے۔ ۱۱۰ھ میں حضرت حسن بصری اور محمد ابن سیرین نے وفات پائی۔ ۱۱۴ھ میں حضرت عطا بن ابی رباح ۱۱۷ھ میں حضرت نافع مولیٰ ابن عمرؓ ۱۱۸ھ میں حضرت قتادہ بن دعامہ بصری اور محمد بن مسلم مکی فوت ہوئے۔ ۱۲۴ھ میں حضرت ابوبکر ابن شہاب زہری تابعی مدنی نے وفات پائی۔ ۱۲۷ھ میں عبداللہ بن دینار شاگرد حضرت انسؓ و عبداللہ بن عمرؓ فوت ہوئے۔

عہد بنو امیہ میں اگرچہ بعض بعض تابعیوں نے اپنی اپنی بیاضوں اور یادداشتوں میں احادیث نبوی لکھنی شروع کر دی تھیں۔ لیکن کوئی مشہور قابل تذکرہ ذخیرہ احادیث نبوی کا کسی کتاب کی شکل میں مدون نہ ہوا تھا۔ صحابہ کرامؓ سے تابعین حدیثیں سنتے اور بڑی احتیاط کے ساتھ یاد رکھتے۔ دین کی باتیں سیکھتے صحابہؓ کے عمل کو دیکھتے اور ان پر خود عامل ہوتے تھے۔ اسی کا نام حدیث و سنت تھا قرآن مجید اور سنت و حدیث ہی کا نام علم دین تھا۔ اور یہی لوگ علمائے دین تھے۔ جو اشاعت دین میں

مصروف تھے۔ اس زمانہ میں دین اسلام کی صرف ایک ہی کتاب تھی یعنی قرآن مجید۔ اس کتاب اللہ کے سوا اُن کو اپنے دین کے لئے کسی دوسری کتاب کے مرتب و مدون کرنیکی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سندھ و بلخ و سرحدات چین سے لیکر مراکش و اندلس تک اسلامی حکومت قائم تھی۔ اور اس ساری دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ثابت ہوئی اور کسی جگہ کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئی۔ اُس زمانہ میں نہ ائمہ اربعہ کا فقہ مدون ہوا تھا نہ ہزار ہا اصطلاحوں اور الحاقی عقیدوں سے کوئی واقف تھا۔ نہ علم کلام تھا نہ منطق نہ نحو و صرف کا یہ چرچا تھا۔ نہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے سوا مختلف علوم کی کتابوں کے یہ ذخیرے تھے جن کو آجکل یہی مدارس میں پڑھتے پڑھتے بہت سے بچے بوڑھے ہو جاتے اور قرآن مجید کے پڑھنے سمجھنے اور اُس پر تدبر کرنے کا کوئی موقع نہیں پاتے بلکہ زبان حال سے فرماتے ہیں کہ ؎

درین تحصیل شد عمر و ہنوز ابجد ہمی خوانم
خدایا کے سبق آموز خواہم شد بدیوانش

اُس زمانے کے مسلمانوں میں کسی قسم کی تنگ خیالی اور تنگ نظری بھی نہ تھی اور علوم دنیوی کی طرف سے بھی وہ غافل اور بے پرواہ نہ تھے۔ سنہ ۷۱ھ میں بارود مسلمانوں نے ایجاد کرلی تھی۔ سنہ ۷۵ھ میں عبدالملک نے اسلامی سکہ مسکوک کرا کر جاری کیا۔ سنہ ۸۰ھ میں ملک شام کے اندر عیسائیوں نے نئے گرجے تعمیر کرنے کی اجازت چاہی اور خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بخوشی اجازت دی۔ چنانچہ الرہا کا گرجا اسی زمانہ میں تعمیر ہوا۔ اگر مسلمان روشن خیال اور رواداری نہ ہوتے تو گرجوں کی تعمیر ممکن نہ تھی اسی زمانہ میں حکیم ابو ہاشم خالد بن یزید بن معاویہؓ نے فلسفہ یونانی کا وسیع مطالعہ کیا اور فلسفہ کی کتابوں کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ ہیرونی نے اُن کو اسلام کا پہلا فلسفی لکھا ہے۔ علم کیمیا یعنی کیمسٹری کے بھی وہ اُستاد کامل مانے گئے نیز احادیث نبوی کے عالم اور محدثین میں ثقہ راوی تسلیم کئے جاتے ہیں وہ الزہری مدنی کے اُستاد تھے۔ سنہ ۸۸ھ میں یوسف بن عمران نے مکہ معظمہ میں بجائے ریشم کے روئی کا کاغذ بنانا شروع کیا جو دمشقی کاغذ کے نام سے مشہور ہوا۔ سنہ ۹۳ھ میں خلیفہ ولید کے حکم سے انطاکیہ میں ایک یعقوبی گرجا تعمیر ہوا۔ اسی سال یعنی سنہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کے عبور کرنے میں کشتیوں کا عجیب و غریب متحرک پل استعمال کیا۔ عروہ بن زبیرؓ سنہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے

سوانح اقدس کو شکل کتاب تحریر و مرتب کیا۔ ۹۹ھ میں ابوالاسود نے قواعد علم نحو مرتب کیے۔ ۱۱۳ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ایک تاریخ عجم کا جو بڑی مبسوط کتاب تھی۔ فارسی سے عربی میں ترجمہ کرایا۔ حضرت وہبؓ بن منبہ جو ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے۔ سوانح حیات اقدس نبوی کو ایک کتاب کی شکل میں ترتیب دیا۔ ۱۲۵ھ میں علم ہیئت کی کتاب مفتاح النجوم کا ترجمہ عربی میں ہوا۔

اسی عہد بنو امیہ میں بعض بزرگوں نے مذکورہ خانہ جنگیوں اور مذکورہ گمراہ فرقوں کی بدعقیدگیوں اور لوگوں کی دنیا طلبی اور ہنگامہ پسندیوں کو دیکھ کر گوشہ نشینی بے تعلقی اور یکسوئی کی زندگی کو ترجیح دی اور علائق دنیوی سے منقطع ہو کر اپنا زیادہ وقت عبادتوں میں بسر کرنا شروع کیا اور اپنے مخصوص شاگردوں اور دوستوں کو جو اس حالت میں بھی ان کے پاس آتے رہتے۔ دینی تعلیم دینے سے گریز نہیں کیا۔ اسی سے تصوف اور خانقاہوں کا سلسلہ آگے چلکر بڑے زور شور سے جاری ہوا۔ ایسے لوگوں میں حضرت حسن بصریؒ اور ان کے بعد حضرت سفیان ثوریؒ کا نام خاص طور پر مشہور رہے۔

Marfat.com

باب دوم

خلافت عباسیہ کے ابتدائی سو سال

عباسیوں کے خلاف علویوں کی سرگرمیاں امویوں سے خلافت و حکومت کے چھننے اور عباسیوں کے برسر اقتدار آنے کا مکمل سا تذکرہ اوپر آچکا ہے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ سیاسی اور سازشی سرگرمیوں کی بدولت جو فرقے پیدا ہوئے تھے ان کا اسلام کے تشریعی پہلو پر زیادہ قوی اثر نہ تھا۔ سازشی گروہوں کی سرگرمیوں نے اگرچہ مذہب اور سیاست میں تفریق و امتیاز کی صورت پیدا کر دی تھیں تاہم یہ تخیل اس لئے بہت ہی کمزور اور ہلکا تھا کہ سازشی گروہ جو حضر موت۔ بحرین۔ عراق اور ایرانی صوبوں میں زیادہ مصروف عمل تھے۔ عام طور پر ملحد اور شرارت پیشہ سمجھے جاتے اور حجازی و شامی علاقوں میں ان کے لئے کوئی وسیع گنجائش نہ تھی۔ عباسیوں کو حکومت و خلافت کے حاصل کرنے میں سب سے زیادہ امداد ایرانیوں اور مجوسی النسل لوگوں سے ملی تھی اور عباسیوں کی تمام تر طاقت کا انحصار ایرانیوں پر تھا عربوں کی جانب سے وہ مطمئن نہ تھے۔ لہٰذا ایرانیوں کو حکومت و سلطنت میں حصہ دینے یعنی ان کو اعلیٰ درجے کے عاملانہ عہدوں پر مامور رکھنے کیلئے وہ مجبور تھے اور چونکہ اسلام سے زیادہ واقف اور مذہب کے محافظ زیادہ تر اہل عرب تھے۔ بنا بریں نو مسلم اور اسلام سے کم واقف مجوسیوں کے برسر اقتدار رہنے سے مذہب اسلام کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ تاہم چونکہ خاندان عباسیہ خود ایک عربی خاندان تھا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد ان مخالف اسلام اعمال کا مؤید و حامی نہیں رہ سکتا تھا جن کو انہوں نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے ضرورتاً استعمال کیا تھا لہٰذا خلفائے عباسیہ نے جوں جوں اقتدار و اطمینان حاصل کیا وہ اسلام کی خدمت اور حفاظت کی طرف متوجہ ہوتے گئے۔ ادھر علویوں اور فاطمیوں نے خلافت و حکومت سے محروم رہ کر عباسیوں کو جو امویوں کی مخالفت میں شریک و ہمراز تھے۔ امویوں کی طرح اپنا دشمن سمجھا اور عباسیوں کی حکومت کے مٹانے اور برباد کرنے میں مصروف ہو گئے اس سے پہلے عباسی اہلبیت نبوی میں شامل سمجھے جاتے تھے لیکن اب علویوں نے اہلبیت کے مفہوم سے عباسیوں کو خارج کر کے

Marfat.com

صرف اپنے آپ کو اہلبیت قرار دے کر وہی سازشی کارروائیاں عباسیوں کے خلاف جاری رکھیں اور علوی دعاۃ و نقبا کو اب ایک اور نئی قسم کی جھوٹی حدیثیں بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ عباسی بھی ابتک اسی میدان کے مرد رہ چکے تھے اور ایرانیوں کی طاقتور اکثریت اُن کی ہمدرد وہم خواہ تھی نیز یہ کہ انہوں نے امویوں کے دار الخلافہ دمشق کو ترک کر کے عراق میں دار الخلافہ بنایا لہذا علویوں کے لئے عباسیوں کے خلاف خفیہ تدابیر کو جاری رکھ کر کامیابی حاصل کرنا آسان نہ تھا۔ بنا برین انہوں نے اپنے تجربوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑی احتیاط اور انتہائی ہوشیاری سے اپنا کام شروع کیا۔ عباسی اس بات سے واقف تھے کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا نام لیکر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علوئے مرتبت کو یاد دلا کر لوگوں کو کسقدر متاثر کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بڑی مستعدی کے ساتھ اپنے عربی و ایرانی مددگاروں سے کام لیکر علویوں کی کوششوں کو ناکام رکھنے کے لئے بطور حفظ ماتقدم جا بجا مناسب انتظامات کر دیئے اور اپنی حفاظت کے لئے ضروری سمجھا کہ عربی النسل اور ایرانی النسل لوگونکی تعلیم قائم رکھ کر دونوں طاقتوں سے فائدہ اٹھایا جائے امویوں کے مقابلہ میں علویوں اور عباسیوں نے ملکر جو کوشش کی تھی اس میں زیادہ تر نو مسلم مجوسیوں سے کام لیا گیا تھا اور دار الخلافہ دمشق سے دور ہونیکے سبب ایرانی صوبوں کو معمول بنانے میں زیادہ آسانی بھی تھی۔ لیکن علویوں کو اب ایران اور عرب دونوں ملکوں اور دونوں قوموں میں کام کرنا پڑا کیونکہ دار الخلافہ کے عراق میں آجانے سے حجاز، یمن اور خراسان و ترکستان پر حکومت کا یکساں اثر تھا۔ دوسری خاص بات اپنی کوششوں میں علویوں کو یہ مدنظر رکھنی پڑی کہ اپنی تحریک کو جہاں تک ممکن ہو۔ مذہبی رنگ میں رنگین کیا جائے۔ کیونکہ انہیں جن لوگوں کو اپنا معمول بنانا پڑا اُن میں بڑا حصہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو ایرانیوں اور خراسانیوں کی طرح مذہب سے نا آشنا اور غافل نہ تھے۔ مقابلہ چونکہ تجربہ کار عباسیوں کا تھا لہذا علویوں کا زیادہ عمیق اور زیادہ دقیق ذرائع اختیار کرنا امر ناگزیر تھا۔ کوششوں کے اصول بھی عربی اور ایرانی علاقوں میں ایک نہیں رہ سکتے تھے خارجیوں اور عنادی و الحادی منافقوں سے بھی کام لے لینے اور اپنی طاقت بڑھانے کی ضرورت تھی۔ خط و کتابت اور پیام رسانی کے لئے ایک مرموز طریق کتابت بھی ایجاد کرنا پڑا۔ جس کا چند خواص تک محدود رہنا ازبس ضروری تھا۔ یہی مرموز خط تغیر و تبدل کے بعد آجکل علم جفر کے نام سے بہت سے بیوقوفوں کی تضییع اوقات کا سامان بنا ہوا ہے۔ غرض علویوں کی یہ تحریک جو عباسیوں کے خلاف

زیرِ عمل آئی بہت ہی پیچیدہ بہت دشوار اور بہت ہی کم سمجھ میں آسکنے والی تھی اور اسی نے اس خفیہ تحریک کے نتیجے میں جو فرقے پیدا ہوئے وہ تعداد میں زیادہ اور مذہب اسلام کے عملی اور تشریعی پہلو پر بھی نسبتاً زیادہ اثر ڈالنے والے ثابت ہوئے۔

عبداللہ سفاح اور منصور عباسی کی مستعدی عبداللہ سفاح پہلا عباسی خلیفہ چار برس آٹھ مہینے حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا اس عرصے میں وہ برابر علویوں کو اپنے جود و سخا کی بارش سے خاموش رکھنے میں کامیاب ہوا اور کسی علوی کو اُس نے اپنے پاس سے ناراض اور ناخوش ہو کر رخصت ہونے کا موقع نہیں دیا دوسرا خاص کام اُس نے یہ کیا کہ بنو امیہ کو عرب و شام و ایران و مصر وغیرہ میں جہاں کہیں پائے گئے چُن چُن کر قتل اور سارے قبیلہ کو قریباً تخم سوخت کر دیا کسی کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ بنو امیہ میں سے عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک ایک شخص بچ کر بھاگ نکلا تھا۔ اس نے اندلس میں جا کر اپنی سلطنت و خلافت کے قائم کر لینے میں کامیابی حاصل کی لیکن ان مشرقی ممالک میں بنو امیہ کا کوئی فرد بظاہر باقی نہیں چھوڑا گیا۔ اگر بنو امیان مشرقی ممالک سے قطعاً نابود نہ کر دئے جاتے۔ تو یقیناً وہ علویوں کے ساتھ اشتراکِ عمل کرتے اور عباسیوں کو بہت ہی تھوڑی مہلت حکومت و خلافت کے لئے میسر آتی۔ عبداللہ سفاح کے عہد حکومت میں ابومسلم خراسانی سیاہ و سپید کا مالک تمام ایرانی و خراسانی علاقوں میں بنا رہا اور اُسی کی مخالف عرب اور مخالف اسلام تجویزوں نے بنو امیہ کو صفحۂ ہستی سے نابود کرایا دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کو تخت نشین ہو کر سب سے پہلے اپنے چچا عبداللہ بن علی کی بغاوت کو فرو کرنا پڑا لیکن اس خانہ جنگی اور بغاوت کو وہ ابومسلم خراسانی کی امداد کے بغیر فرو نہ کر سکا اور اُس کو محسوس ہو گیا۔ کہ ایرانی لوگ اپنی مجوسی شہنشاہی کو جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں برباد ہو چکی تھی پھر قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس احساس کے ساتھ ہی اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں علوی ایرانیوں کو امداد نہ پہنچائیں یا ایرانی کہیں علویوں کو اپنی سپر یا آلہ کار نہ بنا لیں۔ چنانچہ اُس کی رگِ ہاشمی جوش میں آئی اور اس نے ہمت و تدبیر سے کام لیکر بہت جلد ابومسلم خراسانی کا کام تمام اور جدید ایرانی سلطنت کے خواب کو خیال بنا دیا۔ اس جگہ یہ بات ذہن نشین ہونے کی قابل ہے کہ کوئی مذہبی پیشوا اگر اپنے اعلیٰ درجہ کے معتقد اور فرمانبردار شخص کو کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دے۔ جو اُس مذہب کی تعلیم کے خلاف ہو اور یہ کام مخفی طور پر کیا جائے اور اس کے مخفی رکھنے کی ہدایت کی جائے تو وہ

Marfat.com

متعدد فرماں بردار شخص اُس مذہب پر عموماً قائم نہیں رہا کرتا۔ اور اس مذہب کا باطل ہونا اس کے دل میں جم جاتا ہے۔ امام ابراہیم کا ابومسلم کو اپنا سازدار بنانا اور تعلیمات اسلامیہ کے خلاف اس سے سازشی کاموں اور مخفی تدبیروں کا انجام دلانا سب سے بڑا محرک اس بات کا تھا کہ ابومسلم بااختیار اور با اقتدار ہونے کے بعد اسلام اور اسلامی مقاصد کی مطلق پرواہ نہ کرکے اپنی قومی مجوسی سلطنت قائم کرنیکی کوشش کرے یہی کیفیت ہر ایک نقیب اور ہر ایک داعی کی ہوئی اور ان میں بہت ہی کم ایسے شخص شاید تلاش ہو سکیں جو تقویٰ و طہارت اور تمام اسلامی عقائد میں پختہ اور اعلیٰ مقام پر ثابت ہوئے ہوں۔ ابوجعفر منصور نے صرف ابومسلم کی با اثر اور پُر شوکت ذات کو فنا کرنا کافی سمجھ کر ایرانیوں کی قوم اور ایرانی طاقت کو جو اس کے لئے پشت پناہ ثابت ہو رہی تھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ابومسلم کے ہمراہیوں میں سے فیروز نامی مجوسی نے جو سنباد کے نام سے مشہور ہے باغی ہوکر اور سلطنت اسلامیہ کے لئے مشکلات پیدا کرکے اس خیال کو صحیح ثابت کر دیا کہ ابومسلم واقعی ایک مجوسی سلطنت قائم کرنیکی فکر میں تھا وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (مسلمانو آپس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ آپس میں جھگڑنے سے تم ہمت ہار دوگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی) آخر بڑے کشت و خون کے بعد سنباد کا فتنہ بھی فرو ہوا۔ قتل ابومسلم اور فتنہ سنباد سے فارغ ہونے کے بعد بھی حکومت عباسیہ نے ایرانیوں کے مقابلہ میں عربوں کو شایان اعتماد نہیں سمجھا اور خالد بن برمک ایرانی کو بدستور وزارت کے عہدہ پر قائم رکھا جو عبداللہ سفاح کے زمانہ سے اس عہدہ پر فائز تھا۔ یہ حالات دیکھ کر علویوں نے زیادہ انتظار مناسب نہ سمجھ کر اپنا کام مستعدی سے شروع کر دیا۔ اس مرتبہ علویوں میں محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ جو کہ منظمہ کی خفیہ مجلس مشورت میں خلیفہ منتخب ہوئے تھے اور جو محمد مہدی اور نفس زکیہ کے نام سے مشہور ہیں تحریک کے امام قرار پائے ان کے داعی اور نقبا بہت جلد مناسب اور ضروری ہدایات کے ساتھ حجاز، مصر، عراق، فارس، ایران، خراسان اور سندھ کے صوبوں میں پھیل گئے۔ اس انقلابی تحریک میں صوبوں کے گورنروں پر بھی ڈورے ڈالنے کا اس لئے بآسانی موقع مل سکا کہ کاروبار سلطنت میں ایرانی و عربی دونوں عناصر موجود اور دونوں کی رقابت و تفریق نمایاں ہو چکی تھی۔ علویوں کا چونکہ دونوں عناصر میں رسوخ تھا۔ لہٰذا وہ حسب موقع ایک کے جذبات کو دوسرے کی مخالفت میں برانگیختہ کرکے اپنا کام نکال سکتے تھے چنانچہ خراسان کے حاکم عبدالجبار بن عبدالرحمٰن اور سندھ کے حاکم عیینہ بن موسیٰ

Marfat.com

بن کعب اور طبرستان کے عامل نے جو ایک ایرانی نومسلم تھا یکے بعد دیگرے علم بغاوت بلند کیا عباسی چونکہ پہلے سے چوکس تھے یہ بغاوتیں جلد جلد فرو کردی گئیں اور محمد مہدی النفس زکیہ کی تحریک سے بھی عباسیوں کو جلد واقفیت حاصل ہو گئی۔ محمد مہدی احتیاطاً روپوش ہو گئے۔ منصور نے محمد مہدی کی بڑی ہی تلاش و جستجو کی مگر وہ باوجود اس کے کہ حجاز میں موجود تھے۔ قبائل عرب کی ہمدردی وحمایت کے سبب منصور کے ہاتھ نہ آئے اور اپنی تحریک کو ترقی دیتے رہے۔ منصور نے مجبور ہو کر اُن کے بارہ تیرہ قریبی رشتہ داروں کو جن میں اُن کے باپ چچا اور چچازاد بھائی شامل تھے۔ مدینہ میں گرفتار کرا کر قید کردیا۔ محمد مہدی خود حجاز میں تھے۔ اپنے بھائی ابراہیم کو انہوں نے عراق و فارس و خراسان کی طرف بھیج دیا اور اپنے بیٹے علی کو مصر کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ علی بن محمد مہدی مصر میں گرفتار ہو گئے۔ لیکن محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم برابر حجاز و شام اور عراق و خراسان وغیرہ میں مصروف عمل رہے۔ منصور نے محمد مہدی اور ان کے بھائی کی گرفتاری سے عاجز و مایوس ہو کر اُن کے رشتہ داروں کو جو محبوس و مقید تھے۔ اور جن میں محمد مہدی کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بھی شامل تھے نہایت سنگدلی کے ساتھ قتل کرا دیا۔

علویوں کا خروج عباسیوں کے خلاف | اپنے باپ چچا اور چچازاد بھائیوں کے اس بیدردانہ قتل کا حال سن کر محمد مہدی ضبط نہ کر سکے انہوں نے ور آنحالیکہ ابھی تحریک تکمیل اور پختگی کو نہیں پہنچی تھی مدینہ میں خروج کیا اور مدینہ کے عامل ریاح بن عثمان بن حیان مزنی کو گرفتار و مقید کر کے اپنی خلافت و امارت کا اعلان کیا۔ یہ سن کر منصور بہت پریشان ہوا اور محمد مہدی سے صلح و آشتی کی گفتگو کا موقع نکالنے کے لئے خط و کتابت شروع کی۔ دونوں کے خطوط تاریخوں میں منقول ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ علویوں اور عباسیوں نے متفقہ سازش سے امویوں کو ہلاک و برباد کیا تھا۔ اور عباسیوں کے برسر حکومت ہو جانے اور علویوں کے تخت سلطنت سے محروم رہ جانے پر علویوں کو عباسیوں سے عداوت پیدا ہوئی تھی۔ حکومت و سلطنت کے سوا اور کوئی وجہ ان کے درمیان مخالفت کی نہ تھی۔ دینی و مذہبی عقائد میں کسی قسم کا کوئی اختلاف مطلق نہ تھا نہ اس معاملہ میں ایک کو دوسرے سے کوئی شکایت تھی۔ اس خط و کتابت میں ایک نے دوسرے کے بزرگوں کی تحقیر کرنے اور طعنہ دینے میں کمی نہیں کی حالانکہ دونوں یعنی مہدی اور منصور آنحضرت صلعم سے یکساں رشتہ داری رکھتے تھے۔ ایک

ابی طالب کی اولاد تھے اور دوسرے حضرت عباسؓ کی اور یہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ حیرت ہوتی ہے کہ دونوں کلام الٰہی کی تعلیم کو فراموش کر کے کس طرح خواہشات نفسانی اور اغراض دنیوی سے متاثر ہو گئے تھے۔ محمد مہدی کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ بصرہ میں مقیم اور روپوش تھے۔ محمد مہدی نے بھائی کو اطلاع دیدی کہ تم بھی وہاں خروج کرو۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں ابراہیم بیمار رہتے تھے لہٰذا انہوں نے اپنے صحتیاب ہونے تک تامل کیا اور اس طرح منصور کی فوجوں کو اول مدینہ میں محمد مہدی کا اور پھر اُن سے فارغ ہو لینے کے بعد ابراہیم بن عبداللہ کے مقابلہ کا موقع ملا۔ محمد مہدی نے مدینہ میں اور ابراہیم نے بصرہ میں ایسی قوت حاصل کر لی تھی کہ اگر دونوں بھائی ایک ہی وقت خروج کرتے تو حکومت عباسیہ کا درہم برہم ہو جانا یقینی تھا۔ مگر قدرتی طور پر علویوں کی ناکامی کے اسباب پیدا ہو گئے۔ دونوں بھائی مدینہ اور بصرہ میں کام آئے اور عباسیوں کی حکومت موت کے منہ سے بال بال بچ گئی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۴۵ھ کا ہے۔ یہاں یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ حضرت امام مالکؒ نے مدینہ میں محمد مہدی کی بیعت کے لئے لوگوں کو ترغیب دی تھی اور امام ابو حنیفہؒ نے عراق میں ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا۔ منصور عباسی نے ان لڑائیوں سے فارغ ہو کر امام مالکؒ کو کوڑوں سے پٹوایا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کو گرفتار کرا کر بغداد میں بلوایا اور قید کر دیا۔ چونکہ بغداد کی شہر پناہ تعمیر ہو رہی تھی لہٰذا خشت شماری کی خدمت بطور مشقت اُن کے سپرد ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ منصور نے اُن کو عہدۂ قضا سپرد کرنا چاہا تھا انہوں نے جب انکار کیا تو خشت شماری کا کام اُن کے سپرد ہوا۔ امام صاحب اسی حالت میں سنہ ۱۵۰ھ تک مصروف و مقید رہ کر فوت ہوئے۔ مذکورہ دونوں بزرگوں کے علاوہ ابن عجلان اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہ دوسرے علمائے بھی محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم کی بیعت کے لئے فتوے دئے تھے۔ ان سب کو بھی حکومت عباسیہ کی طرف سے اسی قسم کی سزائیں دی گئیں۔ محمد مہدی نے مدینہ میں خروج کرنے سے پہلے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ اشتر کو بصرہ میں اپنے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کے پاس بھیجدیا تھا کہ فلاں تاریخ خروج کرنا چاہئے۔ ابراہیم بن عبداللہ نے اسی بھتیجے کو فوراً سندھ کی طرف روانہ کیا جہاں عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ حکومت عباسیہ کی طرف سے حاکم تھا۔ ابراہیم بن عبداللہ کے اثر و تحریک سے اس علوی سازش میں شریک ہو چکا تھا۔ عبداللہ اشتر کے پہونچتے ہی عمر بن حفص نے محمد مہدی کی خلافت کو تسلیم کر کے عباسیوں

سے لباس اور نشانات کو چاک کر کے خطبہ میں محمد مہدی کا نام داخل کیا۔ مگر چند ہی روز کے بعد محمد مہدی اور ابراہیم کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کو سندھ کے ایک راجا کے پاس جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سے محبت رکھتا تھا بھیج دیا اور خود پھر عباسی حکومت کا فرمانبردار بن گیا۔ منصور نے یہ خبر سن کر عمر بن حفص کی جگہ ہشام بن عمرو ثعلبی کو سندھ کی حکومت پر مامور کر کے عمر بن حفص کو اپنے پاس بلا کر مصر کی حکومت پر مامور کیا۔ منصور کی دانائی اور مآل اندیشی کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے عمر بن حفص کو کوئی سزا نہیں دی اور بجائے سندھ کی صوبہ داری کے مصر کی صوبہ داری پر تبدیل کر دینا ہی کافی سمجھا۔ ۱۵۱ھ میں سیستان کے علاقہ میں خارجیوں نے شورش و بغاوت برپا کی اور یہ بغاوت معن بن زائدہ نے وہاں جا کر فرو کی۔ عبداللہ بن اشتر کے سندھ میں موجود ہونے کا حال سن کر کئی سو عرب جو اس علاقہ میں علوی تحریک کو کامیاب بنانے میں مصروف تھے عبداللہ اشتر کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ منصور نے عبداللہ اشتر کی گرفتاری کے لئے سندھ کے عامل کو لکھا۔ آخر عبداللہ اشتر ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کا خورد سال بیٹا گرفتار ہو کر منصور کے پاس پہنچا۔

مجوسیوں اور ملحدوں کی بغاوتیں اور عباسیوں کی ہوشیاری ۱۵۰ھ میں استاذسیس (افراسیاب) نامی ایک شخص نے خراسان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزارہا خراسانیوں نے بلا تامل اس کی نبوت کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا۔ ہرات۔ بادغیس اور سیستان کے لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور خراسان کے اکثر حصہ پر استاذسیس نے قبضہ کر لیا۔ عباسی لشکر جو اس پر حملہ آور ہوا اس نے شکست کھائی۔ دوسری زبردست فوج مقابلہ پر پہنچی استاذسیس کے ستر ہزار ہمراہی ایک میدان میں مارے گئے اور بقیہ چودہ ہزار کے ساتھ وہ پہاڑوں میں محصور ہوا۔ آخر بمشکل استاذسیس کی گرفتاری پر یہ فتنہ فرو ہوا۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ علویوں کی تحریک کے علاوہ وہ دشمن اسلام تحریک بھی بجائے خود موجود تھی جس کی ابتدا عبداللہ بن سبا نے کی تھی اور جس کی تقلید سے خود مسلمان اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس وقت تک اگرچہ دربار اور دفتروں میں ایرانی عنصر غالب نظر آتا تھا۔ مگر شاہی فوج میں عربوں کا غلبہ تھا۔ ان فوجی عربوں میں قبائل مضر اور قبائل ربیعہ کی کثرت تھی۔ ابوجعفر منصور کو محمد مہدی اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ

Marfat.com

کے خروج سے اندازہ ہو چکا تھا کہ عربوں کی جنگی طاقت کسی وقت موجب خطر ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا اس لئے یہ تدبیر کی کہ قبائل مضر اور قبائل ربیعہ میں رقابت و مخالفت پیدا کرا کر عربوں کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آدھی جنگی طاقت کو جس میں قبائل ربیعہ شامل تھے بغداد میں رکھ کر باقی آدھی فوج کے لئے جس میں قبائل مضر شامل تھے ایک دوسری چھاؤنی رصافہ کے نام سے قائم کی۔ مدینہ والوں سے ابوجعفر منصور بہت بدگمان ہو گیا تھا چنانچہ اس نے ۱۵۸ھ میں حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عباد بن کثیرؒ کی گرفتاری کے احکام جاری کئے اور اسی سال ماہ ذیقعد بعزم حج بغداد سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت اپنے بیٹے مہدی عباسی کو جو وصیت کی اس کے یہ فقرے خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

"میں تم کو خراسانیوں کے ساتھ حسن سلوک پیش آنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے قوت بازو اور ایسے مددگار ہیں کہ انہوں نے تمہارے خاندان میں حکومت و سلطنت قائم کرنے کے لئے اپنا مال صرف کیا ہے میرا خیال ہے کہ خراسانیوں کے دلوں سے تمہاری محبت کبھی نہ نکلے گی ان کی لغزشوں سے درگذر کرنا ان کے نمایاں کاموں پر ان کو انعام اکرام سے خوش کرنا اور خبردار قبیلہ بنو سلیم کے کسی شخص سے کبھی مدد طلب نہ کرنا!"

ابھی یہ سفر پورا نہ ہوا تھا یعنی کہ معظمہ تین چار میل رہ گیا تھا کہ ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو فوت ہو گیا۔ منصور کے بیٹے مہدی کے عہد حکومت میں پہلے ہی سال ۱۵۹ھ میں حکیم مقنع نے نبوت کا مدعی ہو کر خراسان میں خروج کیا یہ ابو مسلم خراسانی کی جماعت کا آدمی اور حلول و تناسخ کا قائل تھا۔ اہل خراسان اس کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے اور بالآخر اس کو خدا سمجھ کر اس کے سجدے کرنے لگے مرو سے لیکر بخارا تک کے باشندے عباسیوں کی مخالفت میں اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ خلیفہ مہدی عباسی نے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں بار بار عباسی فوجوں کو شکست ہوئی آخر چار پانچ مہینے کی خونریزی کے بعد مقنع مذکور قلعہ بسام میں تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور رہا جس میں سے تیس ہزار آدمی محاصرین سے امان طلب کر کے قلعے سے نکل آئے دو ہزار مقنع کے ساتھ قلعہ میں رہ گئے۔ محاصرہ کی شدت سے تنگ آکر مقنع نے خودکشی کی اور قلعہ مفتوح ہوا۔ خلیفہ مہدی نے علویوں کے ساتھ رعایت و مروت کا برتاؤ ضروری سمجھ کر محبت و دوستی کے تعلقات پیدا کئے اور ان کو

Marfat.com

حکومت وسلطنت میں ذمہ داری کے عہدے بھی عطا کئے۔ خالد بن برمک کو اپنے بیٹے ہارون کی اتالیقی پر مامور کر کے یعقوب بن داؤد کو وزیر بنایا ۱۶۳ھ میں حلب کے متصل زندیقوں کی جمعیت نے قوت پاکر شورش برپا کی اور مہدی نے ان کا قلع قمع کیا ۱۶۶ھ میں خلیفہ مہدی نے امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہؒ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ ۱۶۷ھ میں زندیقوں نے یمامہ وبحرین کے صوبوں میں بڑا اندر مچا لوگ ان کے بہکانے سے مرتد ہو کر نمازیں چھوڑ بیٹھے محرمات شرعی کا پاس ولحاظ اٹھا دیا اور لوٹ مار پر مستعد ہو گئے مہدی پوری مستعدی اور ہمت کے ساتھ ان کے استیصال پر آمادہ ہوا جابجا ان کا قتل عام کرایا۔ یہاں تک کہ یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ ابھی یہ فتنہ فرو نہ ہوا تھا کہ طبرستان اور جرجان میں ایرانیوں نے علم بغاوت بلند کیا اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے مہدی نے اپنے بیٹے ہادی کو روانہ کیا اور وہ فتنہ بھی معمولی کشت وخون کے بعد فرو ہوا۔ ۲۲۔ محرم ۱۶۹ھ کو مہدی کا انتقال ہوا اور ہادی تخت خلافت پر بیٹھا خلیفہ مہدی عباسی نے اپنے عہد حکومت میں کسی ہاشمی یا علوی کو قتل نہیں کیا۔ مہدی قرآن وحدیث کا عالم اور متبع شرع خلیفہ تھا وہ اس بات سے واقف تھا کہ میرے بزرگوں اور علویوں کے درمیان جو عداوت و دشمنی چلی آتی ہے وہ ہرگز للہیت پر مبنی نہیں بلکہ دنیوی اغراض ونفسانی خواہشات کی وجہ سے ہے بنابریں اس نے علویوں کو نقصان نہ پہنچانے کی قسم کھائی اور ان کو اپنی مصاحبت میں داخل کیا اور اپنی جود وسخا سے ان کو مالا مال کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہدی کے عہد حکومت میں علویوں نے اپنی مخالفانہ سرگرمیوں کو ماند کر دیا۔ یا یوں کہو کہ وہ اس سہولت ومہلت میں آئندہ کے لئے خروج کی تیاریاں کرتے رہے۔

علویوں کا خروج اور ناکامی خلیفہ مہدی عباسی کے فوت ہوتے ہی علویوں نے ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کر دیئے ۱۶۹ھ کے ایام حج سے کچھ دنوں پہلے محمد مہدی المعروف بہ نفس ذکیہ مذکور کے چچازاد بھائی حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ اور محمد مہدی کے بیٹے حسن بن محمد بن عبداللہ نے مکہ مدینہ میں خروج کیا مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد مکہ معظمہ پر بھی قابض ومتصرف ہو گئے۔ ایام حج میں مختلف صوبوں سے جو سرکاری اہلکار وامراء حج کے لئے آئے تھے انہوں نے محمد بن سلیمان عباسی کے زیر قیادت مجتمع ہو کر مقابلہ کیا یوم ترویہ کو جنگ ہوئی اور حسین وحسن مذکور دونوں قتل ہو گئے

اس لڑائی میں ادریس بن عبداللہ برادر محمد مہدی بھی شریک تھا وہ بچ کر نکل بھاگا اور رسید صاحب مصر پہنچا وہاں بعض محبان اہلبیت کی مدد سے بچکر بلاد مغرب کی طرف چل دیا اور طنجہ کے علاقہ میں پہونچکر بربریوں کو دعوت دینے میں مصروف ہوا۔ دوسرا بھائی یحییٰ بن عبداللہ فرار ہو کر دیلم پہونچا اور وہاں کے لوگوں کو خفیہ طور پر دعوت دینے لگا۔ خلیفہ ہادی ابن مہدی عباسی سوا برس کی حکومت کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو فوت ہوا اس کے بعد اس کا بھائی ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ ہارون الرشید نے تخت نشین ہوتے ہی یحییٰ بن خالد بن برمک برمکی کو وزیر اعظم بنا کر سلطنت کے تمام صیغے اس کے سپرد کر دئے ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید نے یوسف بن امام ابو یوسف کو بغداد کا قاضی مقرر کیا جبکہ ان کے باپ امام ابو یوسف بصرہ کے قاضی تھے ۱۷۶ھ میں یحییٰ بن عبداللہ برادر محمد مہدی نے جو دیلم میں خفی طور پر لوگوں کو اپنی دعوت میں شامل کر رہے تھے خروج کیا۔ اور بہت جلد ایک زبردست فوج ان کے گرد جمع ہوگئی۔ ہارون نے پچاس ہزار جرار فوج فضل بن یحییٰ بن خالد بن برمک کی سپہ سالاری میں یحییٰ بن عبداللہ کے مقابلہ پر روانہ کی۔ فضل بن یحییٰ نے قریب پہونچکر خط و کتابت اور سلام پیام کے ذریعہ یحییٰ کو صلح و آشتی کی جانب مائل کیا۔ یحییٰ نے کہا کہ اگر ہارون الرشید خود امان نامہ اپنے قلم سے لکھ کر اور بغداد کے علماء و قضاۃ کی مہریں ثبت کرا کے بھیجے تو میں تمہارے ساتھ بغداد چلنے پر آمادہ ہوں۔ چنانچہ ہارون الرشید نے اپنے قلم سے عہد نامہ لکھ کر اور علماء و قضاۃ کی مہریں ثبت کرا کر امان نامہ بھیجدیا اور یحییٰ بن عبداللہ فضل بن یحییٰ کے ساتھ بغداد چلے آئے۔ ہارون الرشید نے عزت کا برتاؤ کیا اور فضل بن یحییٰ کو یحییٰ بن عبداللہ کی نگرانی سپرد کی ۱۷۶ھ میں ہارون الرشید کے پاس خبر پہونچی کہ موسیٰ بن عیسیٰ مصر کا نائب السلطنت دعوت علویہ سے متاثر اور انقلاب خلافت کی تدابیر میں مصروف ہے۔ ہارون الرشید نے یہ وحشت ناک خبر سن کر فوراً ملک مصر کی حکومت کا انتظام جعفر بن یحییٰ برمکی کے سپرد کیا اور اس نے وہاں عمر بن مہران کو اپنی جانب سے حاکم بنا کر بھیجا۔ وہ چند روز مصر میں رہ کر واپس آیا اور اسحاق بن سلیمان مصر کا حاکم مقرر ہوا ۱۸۰ھ میں موصل اور اس کے اردگرد کا علاقہ باغی ہوگیا۔ یہ بغاوت ہارون الرشید نے خود جا کر فرو کی۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ مصر میں باغیوں نے اسحاق بن سلیمان کو شکست دی ۱۷۸ھ میں ہرثمہ بن اعین حاکم فلسطین نے جا کر اس بغاوت کو فرو کیا۔

Marfat.com

خارجیوں اور موصلیوں کی بغاوت اور خاندان برامکہ کی تباہی | یہاں مصر و موصل وغیرہ میں بغاوتیں ہو رہی تھیں
اُدھر خراسان میں خارجیوں نے علم بغاوت بلند کر کے عباسی فوجوں کو کئی زبردست شکستیں دیں آخر
بمشکل تمام یہ فتنے فرو ہوئے ۱۷۹ھ میں ہارون الرشید نے عمرہ ادا کیا۔ اسی سال ۱۰ ربیع الثانی
کو حضرت امام مالک بن انسؒ نے اور ماہ ذیقعدہ امام ابو حنیفہ کے بیٹے حماد نے وفات پائی سنہ
رجب ۱۸۲ھ کو امام ابو یوسف نے جن کا نام یعقوب تھا جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور بغداد
کے قاضی القضاۃ ہو گئے تھے وفات پائی اسی سال خارجیوں نے خراسان میں پھر علم بغاوت بلند
کیا اور مسلسل چار سال تک یہ فتنہ فرو نہ ہو سکا بمشکل ۱۸۶ھ میں یہ ہنگامہ فرو ہوا اس ہنگامہ
کے استے دنوں برپا رہنے اور بآسانی فرو نہ ہونے کا سبب خاص تھا۔ ہارون الرشید نے سنہ ۱۸۰ھ
میں خراسان کی حکومت پر علی بن موسیٰ کو جو ایک سخت گیر افسر تھا۔ مامور کر کے بھیجا تھا وزیر اعظم
یحییٰ بن خالد برمک جو مجوسی النسل اور خراسانی ہونے کے سبب اہل خراسان سے ہمدردی
رکھتا تھا۔ علی بن موسیٰ کے تقرر کو ناپسند کرتا تھا وہ چاہتا تھا کہ خراسان پر علی بن موسیٰ کامیاب حکومت
نہ کر سکے ہارون الرشید علویوں کی جانب سے بے خبر اور مطمئن نہ تھا اس نے امام موسیٰ کاظم ابن امام
جعفر صادقؒ کو بغداد ہی میں قیام رکھنے پر مجبور کیا تھا۔ بغداد سے باہر جانے کی ان کو ممانعت تھی ۲۵
رجب ۱۸۳ھ امام موسیٰ کاظم فوت ہو کر بغداد میں مدفون ہوئے ۱۸۹ھ میں اہل طبرستان نے
پھر شورش و بغاوت برپا کی اور طبرستان کے عامل مہرویہ رازی کو قتل کر ڈالا یہ بغاوت بہت جلد
فرو ہو گئی۔ ہارون الرشید نے چونکہ اپنے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد کی منشا کے خلاف علی بن موسیٰ کو
خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ لہذا وزیر اعظم کی ریشہ دوانیوں اور خفیہ کارروائیوں کی بدولت چار
سال تک خراسان میں ہنگامہ برپا رہا۔ گو ہارون الرشید نے وزیر اعظم کے کئی مرتبہ توجہ دلانے
کے باوجود علی بن موسیٰ کو خراسان کی حکومت سے جدا نہ کیا۔ اب وزیر اعظم نے یہ تدبیر سوچی
کہ خراسانیوں سے درخواستیں بھجوانی شروع کیں کہ علی بن موسیٰ کو یہاں سے علیحدہ کر دیا جائے
ان درخواستوں کا سلسلہ برابر جاری رہا اور شکایتوں کی تعداد حد سے گذر گئی تو ہارون الرشید
نے مجبوراً خود خراسان کا سفر اختیار کیا۔ وہاں پہنچ کر حالات کا معائنہ کیا اور خوش ہو کر نہ صرف
یہ کہ علی بن موسیٰ کو خراسان کی حکومت پر بدستور مامور رکھا۔ بلکہ رے۔ طبرستان۔ نہاوند اور

ہمدان کے علاقے بھی اس کی حکومت میں شامل کر دئے اس سفر میں ہارون الرشید کو اپنے مجوسی النسل وزیر اعظم اور اس کے بیٹوں کی تمام شرارتوں کا علم ہو چکا تھا۔ خالد بن برمک ابومسلم خراسانی کا خاص معتمد تھا اور یہ لوگ ایک ایرانی سلطنت قائم کرنے کے بیحد آرزومند تھے۔ خالد بن برمک نے ابومسلم کے قتل کے بعد اپنے کسی طرز عمل سے ملال یا ناراضی کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اور اپنی وفاداری کا عباسیوں کو اس طرح یقین دلایا کہ وہ اس سے خوش اور مطمئن رہے خالد نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی اس کی اولاد اپنے باپ کی خواہش سے واقف اور اس کے پورا کرنیکی خواہاں تھی۔ اور اب انہوں نے خراسان میں اس کی تیاریاں کرلی تھیں لیکن ہارون الرشید کو شبہ گذرا اور اس نے علی بن موسیٰ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا جس نے جاکر وہاں کی تمام اس فضا کو جو یحییٰ بن خالد بن برمک کی ہدایت کے موافق اس کے چھوٹے بیٹوں موسیٰ و محمد نے تیار کی تھی درہم برہم کرنا شروع کر دیا اور آل برمک ہی کی کوششوں سے کئی سال تک ہنگامہ آرائی برپا رہی۔ ہارون الرشید کو چونکہ پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا لہٰذا اس عرصے میں اس کا شبہ یقین سے قریب ہوتا گیا اور اس سفر خراسان میں حق الیقین کے درجہ تک پہونچ گیا۔ لہٰذا اس نے اب آل برمک کو زیادہ مہلت دینی مناسب نہ سمجھ کر ۱۸۷ھ کے ماہ محرم میں اس مجوسی خاندان کو قصر نفس کر ڈالا جو اس کی بغل میں رہ کر اور وزارت عظمیٰ پر فائز ہو کر اس کی بربادی اور خلافت عباسیہ کا تختہ الٹ دینے کی مکمل سازش کر چکے تھے۔ اور اس سازش میں علویوں کے شریک تھے۔ چنانچہ یحییٰ بن عبداللہ مذکور جو عرصے نظر بند تھے۔ ان کو اسی زمانہ میں برامکہ نے ہارون الرشید کی اجازت کے بغیر رہا اور آزاد کر دیا تھا۔ برامکہ کی یہ تیاریاں ابومسلم کے خون کا بدلہ لینے اور ایرانی سلطنت قائم کرنے کے لئے تھیں انہوں نے ایک طرف علویوں اور خارجیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ تو دوسری طرف علماء فقہاء صوفیا کو بھی زرپاشی سے اپنا ہواخواہ بنا لیا تھا اس عظیم الشان سازش کا مفصل حال میں اپنی کتاب تاریخ اسلام کی دوسری جلد میں لکھ چکا ہوں۔ ۱۸۹ھ میں امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے رے کے متصل وفات پائی۔ جبکہ وہ ہارون الرشید کے ہمراہ سفر میں تھے۔ برامکہ کی بربادی کے بعد حمزہ بن اترک خارجی اور اسی قسم کے دوسرے لوگ جو برامکہ کی جانب کے آدمی تھے۔ برسر

Marfat.com

پرخاش اور اپنی کوششوں میں مصروف اور لوٹ مار میں مشغول رہے۔ آخر یہ فتنہ بھی فرو ہوگیا۔ ۳ ر جمادی الثانی ۱۹۳ھ کو بمقام طوس ہارون الرشید کا انتقال ہوا اس وقت ہارون الرشید کا بیٹا مامون الرشید مرو میں اور دوسرا بیٹا امین بغداد میں تھا۔ امین کی ماں ہاشمیہ تھی اور مامون کی ماں ایرانی نسل کی عورت تھی لہٰذا ایرانی النسل سردار سب مامون کے طرفدار ہو گئے اور عربی النسل سرداروں نے امین کی حمایت پر کمر باندھی دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی۔ امین مارا گیا مامون تخت خلافت پر قابض ہوا اور ایرانی لوگوں کے اقتدار نے ترقی پائی۔

علویوں کو پھر خروج کا موقع ملا | ایرانی صوبوں میں عرصۂ دراز سے محبت اہلبیت اور محبت اولاد علیؓ کی تلقین و اشاعت مسلسل ہوتی رہی تھی لیکن اسلام کی حقیقی تعلیم و اشاعت کا کوئی خصوصی اہتمام اب تک نہیں ہونے پایا تھا لہٰذا مامون الرشید کے تخت نشین ہوتے ہی علویوں کے لئے بھی اپنی دعوت و تحریک کے کامیاب بنانے کی سہولت میسر آگئی چنانچہ ۱۹۹ھ میں محمد مہدی نفس زکیہ کے چچازاد بھائی اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ کے پوتے محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ نے جو ابن طباطبا کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوالسرایا نامی ایک باغی سے امداد و تقویت پاکر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ ابن طباطبا کوفہ پر قابض و متصرف ہونے کے بعد جلدی ہی ابوالسرایا کی شرارت سے مسموم ہو کر فوت ہوئے اور ابوالسرایا نے ایک نوعمر لڑکے محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو ابن طباطبا کا قائم مقام بنا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور خود مدارالمہام سلطنت بن کر بہت جلد بصرہ۔ کوفہ۔ واسط۔ مدائن وغیرہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور ہر جگہ علویوں کو عامل مقرر کیا عباسیوں کی فوجوں کو بار بار شکستیں دیں اور دارالخلافہ بغداد کی فتح پر آمادہ ہوا۔ آخر بڑی ہنگامہ آرائیوں کے بعد حسن بن سہل اور ہرثمہ بن اعین نے ابوالسرایا اور محمد بن جعفر کو گرفتار کیا اور محرم ۲۰۰ھ میں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ جن شہروں اور علاقوں پر علویوں کا قبضہ ہوا مثلاً مدائن بصرہ کوفہ۔ وغیرہ میں علویوں نے عباسیوں کے قتل کرنے جلانے اور انواع و اقسام کے مظالم توڑنے میں کمی نہیں کی اور اپنی چند روزہ حکومت میں عباسیوں اور اُن کے ہواخواہوں کو نہایت ہی شدید اور ہیبت ناک ایذائیں پہنچائیں۔ عراق میں تو اُس بغاوت و فتنہ کا خاتمہ ہو گیا لیکن حجاز و یمن میں بھی یہ آگ مشتعل ہو چکی تھی کیونکہ مامون الرشید کا ایرانیوں کی

جانب مائل ہونا اور امین کا رویہ تمام عربوں کو بددل اور رنجیدہ کر چکا تھا۔ مامون الرشید ابھی تک مرو میں مقیم اور حسن بن سہل اور فضل بن سہل دونوں بھائیوں کے قبضہ میں تھا۔ یہ دونوں اس پر ایسے مستولی تھے کہ وہ ان کے خلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ دونوں بھائی عربوں سے سخت متنفر مگر علویوں کے حامی و مددگار اور ایرانیوں کے سرپرست تھے۔ انہوں نے امون الرشید کے ایک نہایت وفادار اور بہادر سپہ سالار ہرثمہ بن امین کو محض اس لئے قتل کرایا کہ وہ ایرانیوں کے اقتدار کو ناپسند کرتا تھا۔ مامون الرشید خود بھی علویوں کی جانب زیادہ مائل اور ان کو محبوب رکھتا تھا۔ یہ بات اس کے اندر اس کے اتالیق جعفر برمکی نے پیدا کر دی تھی۔ مامون الرشید کی ماں استاجیس مذکورہ مدعی نبوت کی بیٹی تھی لہٰذا مامون الرشید بچپن سے ایرانیوں کی طرف مائل اور ایرانیوں کی باتیں مان لینے اور ان کا اثر قبول کر لینے کی استعداد رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ۲۰۰ھ میں ہر صوبہ سے علویوں کو مرو میں طلب کیا۔ جب تمام علوی مرو میں آگئے تو اس نے ان میں سے علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادقؒ کو انتخاب کر کے اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی ان کے ساتھ کر دی اور ان کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اپنے بھائی موتمن کو ولیعہدی سے معزول کر دیا۔ ان خبروں نے مشہور ہو کر بغداد اور دوسرے شہروں میں بڑی ہلچل پیدا کر دی۔ چنانچہ یکم محرم ۲۰۲ھ کو اہل بغداد نے ابراہیم بن مہدی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے تخت خلافت پر بٹھایا۔ ذی الحجہ ۲۰۳ھ تک بغداد میں ابراہیم بن مہدی کی حکومت رہی پھر خانہ جنگی شروع ہوئی۔ ماہ صفر ۲۰۳ھ میں علی رضا فوت ہو گئے۔ مامون الرشید کو سخت ملال ہوا۔ ۱۵ صفر ۲۰۴ھ کو مامون الرشید بغداد پہنچا اور راستے میں فضل بن سہل کو قتل کرایا اور اپنے خیالات میں بہت سی تبدیلی پیدا کی۔

ایرانیوں اور علویوں کا خروج صوبۂ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب جاویدان نامی ایک مجوسی رہتا تھا اس نے ایک نیا مذہب جاری کیا تھا اس مذہب میں قتل و خونریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھا۔ جاویدان کے بعد اس کا مرید بابک خرمی اس مذہب کا امام بنا۔ ۲۰۱ھ میں بابک خرمی نے شاہی فوجوں کا مقابلہ شروع کر دیا اور آذربائیجان کے عاملوں کو اس کے مقابلہ میں کئی مرتبہ شکست حاصل ہوئی۔ ۲۰۹ھ میں بابک خرمی نے آذربائیجان کے گورنر کو زندہ گرفتار کر

لیا اُس کے بعد مامون الرشید نے علی بن صدقہ المعروف بہ زریق ایک عربی النسل سردار کو آذربائیجان کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا زریق نے آذربائیجان کے صوبہ پر تسلط حاصل کیا۔ لیکن بابک خرمی کو کوئی سزا نہ دے سکا بلکہ اس کی ہمسائیگی کا اثر قبول کر کے ۲۱۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ زریق کا یہ فتنہ تو آسانی سے فرو ہو گیا۔ لیکن بابک خرمی پر شاہی فوجوں کو کوئی فتح حاصل نہ ہوئی بلکہ اُس کے مقابلہ میں شاہی سپہ سالار محمد بن حمید ۲۱۴ھ میں مارا گیا اسی سال کے آخر ایام میں نیشاپور کے علاقہ میں بغاوت نمودار ہوئی مگر جلد فرو ہو گئی۔ بابک خرمی پر اس کے بعد کوئی حملہ نہ کیا گیا اور اس کی حکومت کو استقلال حاصل ہوتا رہا۔ ۱۸؍رجب ۲۱۸ھ کو مامون الرشید نے وفات پائی اور اُس کا بھائی معتصم باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے خراسان میں خفیہ دعوت کے ذریعہ بہت سے لوگوں سے بیعت لے کر خروج کیا۔ خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے مقابلہ میں صف آرائی کی نواح طالقان میں متعدد لڑائیوں کے بعد محمد بن قاسم فرار اور مقام نسا میں جا کر گرفتار ہوئے بغداد بھیجے گئے اور ۱۵؍ربیع الاول ۲۱۹ھ کو بغداد پہنچ کر مسرور الکبیر کے زیر نگرانی مقید ہوئے لیکن شب عید الفطر کو موقع پا کر وہ قید خانہ سے نکل بھاگے۔

عباسیوں کی ترک نوازی | ابتک شاہی لشکر میں ایرانی اور عربی دو ہی قومیں تھیں معتصم باللہ عباسی نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا اور بہت جلد ایک ایسا ترکی لشکر مرتب ہو گیا جو ایرانیوں اور خراسانیوں کے لشکر سے باعتبار تعداد بڑھ گیا۔ عرب لوگ بتدریج فوج سے کم ہو رہے تھے۔ اُن کی تعداد ایرانیوں سے بھی کم تھی۔ اس طرح فوج کے تین حصے ہو گئے ترک۔ ایرانی عرب معتصم باللہ کی تمام تر توجہ ترکی لشکر کی جانب مبذول تھی۔ ترکی لشکر کا فوجی لباس (وردی) بھی نہایت شاندار تجویز کیا گیا تھا۔ ان کے لئے بغداد سے نوے میل کے فاصلہ پر ایک چھاؤنی قائم کی گئی وہیں دار السلطنت تعمیر اور جدید شہر آباد ہوا۔ جو بعد میں سامرہ کے نام سے مشہور ہوا معتصم باللہ نے بغداد کی سکونت ترک کر کے سامرہ میں رہنا اختیار کیا۔ افشین حیدر نامی ایک ترک کو سپہ سالار اعظم بنایا دربار خلافت میں انہیں ترکوں کا اثر غالب تھا۔ دار السلطنت سامرہ میں ترک سرداروں نے بڑے بڑے مکانات تعمیر کرائے۔ ۲۲۲ھ میں بابک خرمی گرفتار ہو کر

سامرہ آیا اور قتل ہوا۔ بابک خرمی نے بیس سال خود مختارانہ حکومت نواح آذربائیجان میں کی اس عرصہ میں اس نے ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ سات ہزار چھ سو مسلمان مرد عورت اس کی قید سے چھڑائے گئے۔ ترک سپہ سالار افشین حیدر نے مازیار بن قارن رئیس طبرستان سے خط و کتابت شروع کی اور لکھا کہ دین زردشتی کے ناصر و مددگار آپ اور میں ہم دو ہی شخص رہ گئے ہیں تم علم بغاوت بلند کر دو یہ لوگ مجھ ہی کو مقابلہ کے لئے بھیجیں گے میں تمام لشکر لے کر تم سے مل جاؤنگا پھر ہم دونوں ان کا مقابلہ بآسانی کرسکیں گے۔ یہ خطوط پکڑے گئے۔ مازیار باغی ہوکر گرفتار ہوا اور افشین حیدر کو دارالخلافہ ہی میں قید کر لیا گیا۔ یہ دونوں سنہ ۲۲۶ھ میں کیفر کردار کو پہنچے۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ کو خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے وفات پائی اور اس کا بیٹا واثق باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت نشین ہو کر اشناس نامی ترکی غلام کو نائب السلطنت بنا کر تمام ممالک اسلامیہ کے سیاہ و سپید کا اختیار سپرد کر دیا۔ ترکوں کی فوج جو معتصم باللہ نے قائم کی تھی بدستور موجود تھی ابتک خلافت عباسیہ نے اگرچہ عربوں کو کمزور کرنے کی کوشش جاری رکھی تھی لیکن چونکہ خاندان خلافت خود عربی خاندان تھا۔ اور ملک عرب گہوارۂ اسلام ہونے کے سبب سب کی نگاہوں میں حرمت و عزت رکھتا تھا۔ لہذا عجمیوں کی طرف سے یہ خواہش کبھی ظاہر نہ ہوئی تھی کہ ہم عربوں کو ذلیل کرنے کا موقع پائیں۔ خلفا نے بھی ابتک اس بات کا خیال رکھا تھا کہ حجاز و یمن وغیرہ کے خالص عربی صوبوں میں جب کبھی فوجوں کے مامور کرنے کی ضرورت پیش آئی تو عربی عراقی یا شامی سپاہی بھیجے جاتے تھے عجمیوں کو عربی قبائل کی سرکوبی پر مامور نہیں کیا جاتا تھا۔ اس خصوصی امتیاز و احتیاط کا یہ نتیجہ تھا کہ عربوں کا احترام لوگوں کے دلوں میں باقی تھا۔

ترکوں کے ہاتھوں عربوں کی تذلیل خلیفہ واثق باللہ عباسی نے شعبان سنہ ۲۳۰ھ میں ترکی سپہ سالار بغا کبیر کو ترکی فوج دے کر قبیلۂ بنو سلیم کی سرکوبی کے لئے جو نواح مدینہ میں رہتا اور رہزنی کرنے لگا تھا روانہ کیا۔ اس ترکی لشکر نے متعدد معرکہ آرائیوں کے بعد بنو سلیم کو شکست دے کر ان کے ایک ہزار آدمی گرفتار کر کے اکثر کو قتل اور باقی کو مدینہ میں لاکر قید کر دیا۔ چار مہینے تک یہ ترکی لشکر مدینہ میں قیام پذیر رہ کر طرح طرح سے عربی قبائل کو ذلیل و خوار اور خوف زدہ بناتا رہا۔ اس کے بعد بغا کبیر اپنا لشکر لے کر مکہ معظمہ پہنچا وہاں سے روانہ ہو کر بنو ہلال۔ بنو مرہ اور فزارہ کو بنو سلیم کی طرح قتل و

ذلیل وگرفتار کرتا ہوا مدینہ آیا پھر بنو غفار، بنو ثعلبہ اور بنو اشجع کے سرداروں کو طلب کر کے اُن سے وفاداری وطاعت کے حلف لئے پھر بنو کلاب کے تین ہزار آدمیوں کو گرفتار کر کے دو ہزار کو رہا اور ایک ہزار کو قید کر دیا پھر یمامہ میں جا کر بنو نمیر کے پچاس آدمیوں کو قتل اور چالیس کو قید کیا۔ اس ظلم و زیادتی کو اہل یمامہ برداشت نہ کر سکے انہوں نے مقابلہ کی تیاری کی اور کئی لڑائیوں میں ڈیڑھ ہزار اہل یمامہ قتل ہوئے اسی حالت میں ایک اور ترک سردار کو خلیفہ نے تازہ دم ترکی فوج کے ساتھ بغا کبیر کی مدد کے لئے بھیجا۔ اس فوج کے آنے پر بغا کبیر نے تمام ملک یمامہ میں قتل عام شروع کر دیا۔ اہل یمامہ وہاں سے بھاگے تو یمن تک اُن کا تعاقب کیا اور ہزارہا آدمیوں کو راستے میں تلوار کے گھاٹ اتارا۔ الغرض یہ ترک سردار عربی قبائل کو خوب اچھی طرح ذلیل و پامال کر کے دو ہزار دو سو شرفائے عرب کو پابزنجیر ہمراہ لیکر دو برس کے بعد بغداد کی طرف روانہ ہوا جو قیدی مدینہ میں موجود تھے وہ اُن کے علاوہ تھے اُن کو بھی بغداد میں بلوا کر سب کو جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ ۲۴۔ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق باللہ عباسی فوت ہوا۔

تبصرہ مذکورہ بالا اجمالی تذکرہ میں صرف اُن حالات و واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن سے اس بات کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کہ حصول سلطنت کی کوشش میں مسلموں اور غیر مسلموں نے لوگوں کے مذہب کو آلہ کار بنانے اور عقیدوں کے بگاڑنے میں ذرا تامل نہیں کیا اور طوفان بے تمیزی زیادہ تر انہیں علاقوں اور انہیں صوبوں میں برپا ہا جہاں مذہبی واقفیت ادھوری تھی یعنی نو مسلموں کو دین اسلام کی مکمل تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ یا جہاں کے مسلمانوں کو خلیفہ کے طرز عمل سے شکایت پیدا ہو چکی تھی یا جو لوگ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے اپنے جذبات نفسانی اور عصبیت خاندانی کے اثر سے مغلوب ہو کر تقاضائے اسلام کو فراموش کر چکے تھے۔

اس صدی کے پیدا شدہ فرقے اس سو برس کے عرصہ میں جس کو دوسری صدی کہنا چاہئے مذکورہ فتنوں کے نتیجے میں مندرجہ ذیل فرقے پیدا ہوئے اور مذہبی فرقے کہلائے پہلی صدی میں جو فرقے پیدا ہو کر مذہبی فرقوں کی صورت اختیار کر چکے تھے ان میں سے بعض اپنی حالت پر قائم رہے بعض اپنی حالت تبدیل کر کے انہیں میں سے کسی میں شامل ہو گئے اور بعض بالکل نابود ہو گئے۔

(۱) منصوریہ۔ یہ فرقہ ابو منصور عجلی کے نام سے موسوم ہو کر منصوریہ کہلایا۔ اس فرقہ کا عقیدہ

ہے کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد دینیہ میں ہمارے مخالف ہیں وہ جنتی ہے ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں غلطی کی ہے ان کے نزدیک لوگوں کے مال پر قبضہ کر لینا جائز ہے۔ ان کے عقیدہ میں آنحضرت صلعم پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک رسول پیدا ہوتے رہیں گے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی وغیرہ کو برا کہنا اچھا جانتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول مانتے ہیں۔ ابو منصور عجلی پہلے امام جعفر صادق رحمہ کے پاس رہتا تھا پھر انہوں نے اس کو اپنے پاس سے جدا کر دیا تو اس نے امام باقر کے بعد بجائے امام جعفر صادق رحمہ کے اپنے آپ کو ان کا جانشین قرار دیا اور وحی و امامت کا مدعی ہوا

(۲) مفضلیہ۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ علی مرتضیٰ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تھی ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی اس فرقہ میں اکثر لوگ مدعی نبوت ہوئے ہیں۔

(۳) غرابیہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی چونکہ آنحضرت صلعم سے صورت میں بہت مشابہ تھے جیسے ایک کوا دوسرے کوے سے مشابہ ہوتا ہے۔ لہذا جبرئیل کو دھوکہ لگا۔ خدا نے تو ان کو حضرت علی کے پاس بھیجا تھا وہ آنحضرت صلعم کے پاس چلے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام کو یہ لوگ برا کہتے ہیں۔

(۴) ذمیہ۔ یہ لوگ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کو برا کہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی میں خدا تعالیٰ نے حلول کیا تھا۔ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو حضرت علی کی طرف دعوت دیں اور ان کے مددگار و معین رہیں لیکن انہوں نے بجائے حضرت علی کے لوگوں کو خود اپنی طرف بلانا شروع کیا اور خود نبی بن گئے اور حضرت علی کو اپنی بیٹی دے کر رضامند کر لیا لہذا حضرت علی خاموش رہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

(۵) علیائیہ۔ یہ لوگ علیا بن ذراع کی طرف منسوب ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی خدا تھے اور آنحضرت صلعم نے حضرت علی کی بیعت کی تھی۔ وہ حضرت علی کے متبع اور مطیع تھے

(۶) اثنینیہ۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت علی دونوں یکساں طور پر نبوت میں شریک تھے ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔

Marfat.com

(۷) علیادیہ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ دراصل خدا تھے یعنی خدا نے ابی طالب کے یہاں انسانی قالب میں جنم لیا اور اپنے آپ کو بندہ ظاہر کیا۔ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حسینؓ بھی الگ وجود نہیں ہیں بلکہ وہ ایک ہی خدا تھا جو ان چاروں میں حلول کئے ہوئے تھا۔ ان میں سے بعض نے آنحضرت صلعم کو بھی انہیں چاروں میں شامل کرکے پانچوں کو ایک خدا مانا ہے

(۸) خطابیہ۔ محمد بن مقلاص المعروف بہ ابوخطاب لوگوں کو امام جعفر صادقؓ کی اطاعت کے لئے دعوت دیتا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ علی مرتضیٰؓ خدائے اکبر اور جعفر صادقؓ خدائے اصغر ہیں۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ امت کے لئے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق دوسرا صامت۔ آنحضرت صلعم رسول ناطق ہیں اور حضرت علیؓ رسول صامت۔ امام جعفر صادق بھی نبی ہیں۔ ان کے بعد نبوت کا انتقال خود ابوخطاب میں ہوگیا نیز یہ کہ حضرت علی کی اولاد سب انبیاء میں داخل ہے۔ اس گروہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اپنے ہم خیال لوگوں کی بھلائی کے لئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔ ابوخطاب نے کوفہ میں عباسیوں کے خلاف خروج کیا اور مقتول ہوا۔ اسکی جماعت کئی شاخوں میں منقسم ہوگئی۔

(۹) معمریہ۔ خطابیہ کی ایک شاخ اور معمر بن خثیم کے نام سے موسوم ہے یہ فرقہ قیامت اور فنائے عالم کا قائل نہیں۔ شراب و زنا کو جائز اور لوگوں کے اموال غصب کرلینے کو مباح سمجھتا ہے یہ لوگ نماز کو غیر ضروری سمجھتے اور تناسخ کے قائل ہیں۔ معمر مذکور ابوخطاب مذکور کا مرید تھا۔

(۱۰) بزیغیہ۔ یہ فرقہ بزیغ بن یونس نامی ایک جولاہے کی طرف منسوب ہے جو ابوخطاب کے دوستوں میں شامل تھا۔ یہ لوگ امام جعفر صادقؓ کو خدا مانتے مگر دوسرے اماموں کو خدا نہیں کہتے۔ ان کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے امام جعفر صادقؓ میں حلول کیا تھا۔ یہ لوگ اپنی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم لوگ مرنے کے بعد عالم ملکوت میں پہونچا دئے جاتے ہیں۔

(۱۱) راوندیہ۔ یہ فرقہ موضع راوند علاقہ اصفہان کی طرف منسوب ہے اس کا بانی حرب بن عبداللہ موضع راوند کا باشندہ اور ابومسلم خراسانی کے نقباء میں سے تھا۔ ابومسلم خراسانی نے خلافت بنوامیہ کی بربادی سے فارغ ہوکر جب حرب بن عبداللہ کی جماعت کا قتل عام کیا تو اس جماعت کے بقیۃ السیف نے ابوجعفر منصور عباسی کو خدا کہنا شروع کیا اور دارالخلافہ میں آکر اپنے خدا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اکثر بیت سے مارے گئے۔ یہ لوگ تناسخ کے بھی قائل تھے۔ ادیہ

حرب بن عبداللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مانتے تھے ۔ مزدکیوں اور بام ارگیوں کی بد اعمالیاں بھی ان میں موجود تھیں ۔

(۱۲) اسمٰعیلیہ ۔ یہ فرقہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رحمہ کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ کے بعد ان کے بڑے بیٹے اسمٰعیل امام برحق تھے اگرچہ اسمٰعیل اپنے باپ کے سامنے فوت ہو گئے تھے لیکن یہ لوگ ان کی موت کے قائل نہیں جب مامون عباسی اور معتصم عباسی کے عہد حکومت میں بابک خرمی نے علم بغاوت بلند کیا اور اپنے ملحدانہ عقائد کی اشاعت کی تو اس گروہ کے اکثر آدمی بابک خرمی کی جماعت میں شامل ہو گئے بابک نے اپنی فوج کی وردی سرخ رنگ کی تجویز کی تھی لہٰذا اسمٰعیلیہ کو اس سرخ لباس کی رعایت سے محمرہ بھی کہتے ہیں ۔ بعد میں یہ کئی شاخوں میں منقسم ہو گئے ۔

(۱۳) مبارکیہ ۔ محمد بن اسمٰعیل بن امام جعفر صادق کا ایک غلام تھا جس کا نام مبارک تھا اس نے محمد بن اسمٰعیل کی وفات کے بعد کوفہ میں جا کر کوفے کے شیعوں کو مذہب اسمٰعیلیہ کی ترغیب دی ۔ اور اپنے متبعین کا نام مبارکیہ رکھا ۔ یہ لوگ امام محمد بن اسمٰعیل کو خاتم الائمہ مانتے اور انہیں کو مہدی منتظر کہتے ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ امام محمد بن اسمٰعیل فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے ۔

(۱۴) تفویضیہ ۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیدا کر کے تمام دنیا کا اہتمام و انتظام انہیں کے سپرد کر دیا ان کے بعد اماموں کے سپرد رہے اور حضرت علیؓ بادلوں پر سوار سیر کرتے پھرتے ہیں بادلوں کو دیکھ کر یہ لوگ سلام کرتے ہیں کہ ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود ہوں گے ۔

(۱۵) مقنعیہ ۔ یہ فرقہ حکیم مقنع خراسانی کی طرف منسوب ہے ۔ مقنع نے نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کیا اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت امام حسینؓ خدا تھے اور ان کے بعد اپنے آپ کو خدا کہتا تھا اس نے خلیفہ مہدی عباسی کے عہد حکومت میں خروج کیا تھا ۔ اس نے چاہ نخشب سے چاند کے طلوع ہونے کا تماشا اور اسی قسم کے شعبدے دکھا کر لوگوں کو اپنی خدائی کا قائل بنایا تھا ۔ بعض عباسی بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے تھے ۔

Marfat.com

(۱۶) عمامیہ - ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا اصل مکان تو آسمان ہے وہ موسم بہار میں بادلوں میں اتر کر زمین کے گلزاروں اور باغوں کی سیر کرتا اور ساری دنیا میں سفر کرتا ہے پھر واپس آسمان پر چلا جاتا ہے۔ اور اس کے بادلوں میں اتر آنے کے سبب سے درختوں میں پھول کھلتے اور پھل آتے ہیں۔

(۱۷) جارودیہ - یہ فرقہ ابوالجارود بن زیاد بن منذر عبدی کی طرف منسوب ہے ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ سے امامت حضرت امام حسنؓ کو پہونچی ان سے امام حسینؓ کو ان سے علی زین العابدینؒ کو ان سے زید شہید کو ان سے حضرت امام حسنؓ کی اولاد میں پہنچی اور محمد مہدی بن عبداللہ جنہوں نے منصور عباسی کے زمانہ میں خروج کیا تھا امام برحق تھے۔ یہ لوگ محمد مہدی کے مقتول ہونے کے منکر ہیں ان کا خیال ہے کہ وہی قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔

اسی قسم کے اور بھی بہت سے فرقے پیدا ہو گئے تھے جن کا ذکر بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے پہلی صدی یعنی ۱۳۲ھ تک جو فرقے پیدا ہوئے تھے ان میں اور ان میں جو ۱۳۲ھ سے ۲۳۲ھ تک پیدا ہوئے کچھ زیادہ اور نمایاں فرق نہیں ہے پہلی صدی کی پیداوار علویوں اور عباسیوں دونوں کی مشترکہ کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس دوسری صدی کی پیداوار میں صرف علویوں کی کوششوں کو دخل تھا۔ منافق پہلے بھی بیکار نہ بیٹھے تھے۔ اور اب تو علویوں میں خوب گھس لپٹ چکے تھے ان تمام فرقوں کی پیدائش کا سبب جو کوششیں تھیں وہ سب دنیوی اغراض یعنی عصبیت قومی امتیاز اور خواہشات نفسانی پر مبنی تھیں لیکن مذکورہ بالا صفحات میں اس بات کا ثبوت موجود ہے۔ کہ دین اسلام اور صراط مستقیم سے دور و مہجور اور قرآن مجید و سنت رسول کی طرف سے لوگوں کو غافل اور بے پرواہ کرنے کے لئے کیسی کیسی زبردست رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان رکاوٹوں کے پیدا کرنے میں کن کن لوگوں کی کوششوں کو دخل حاصل تھا۔ اب تک ان لوگوں کا کوئی ذکر نہیں آیا جو دین اسلام کی طرف متوجہ اور متبع کتاب و سنت تھے۔ لہٰذا ذیل میں ان کی حالت پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جاتی ہے۔ جو اسی مذکورہ صدی یعنی ۱۳۲ھ سے ۲۳۲ھ تک متعلق ہے۔

Marfat.com

اس دوسری صدی کے اسلام اور مسلمانوں کی حالت

گزشتہ صدی میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اگرچہ دوسرے علوم اور قرآن مجید کے سوا دوسری کتابوں کے لکھنے اور پڑھنے کی طرف مسلمان متوجہ ہو چکے تھے لیکن آنحضرت صلعم کی حدیثوں کے متعلق ابھی تک یہی دستور چلا آتا تھا کہ تابعی اور تبع تابعی احادیث کو اپنے حافظہ میں محفوظ رکھتے اور زبانی ہی اپنے شاگردوں کو یاد کراتے اور لوگوں کو سناتے تھے اجتہادی مسائل میں علماء کے فتوے مختلف ہو جاتے تھے یہ اختلاف کبھی تو حدیثوں کے مطالب مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا۔ یعنی ایک عالم ایک حدیث کو اپنے فتوی کی بنیاد قرار دیتا اور دوسرا عالم دوسری حدیث کو۔ اختیار کرتا۔ اس قسم کا اختلاف صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے موجود تھا اور اس کو مسلمانوں کے لئے رحمت بتایا گیا تھا۔ مسلمان اس کو رحمت ہی سمجھتے بھی تھے۔ ایک دوسرے پر نہ معترض ہوتا نہ اس کو غلطی اور گنہگار سمجھتا تھا کبھی یہ اختلاف کسی ایک ہی حدیث سے دو قسم کے مطالب اخذ کر لینے میں واقع ہوتا تھا مثلاً ایک عالم نے اس حدیث سے ایک نتیجہ اخذ کیا اور دوسرے نے دوسرا نتیجہ نکالا اس طرح دو مختلف فتوی صادر ہوئے۔ یہ اختلاف بھی اسی پہلی قسم کا اختلاف اور مسلمانوں کے لئے رحمت تھا کبھی اختلاف کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ ایک عالم کو ایک حدیث پہونچی اس نے اس حدیث کی موافق فتوی دیا اور دوسرے عالم کو وہ حدیث نہیں پہنچی اس نے اپنے اجتہاد کی بنا پر فتوی صادر فرمایا۔ یہ اختلاف بھی مسلمانوں کے لئے زحمت اور اذیت کا موجب نہ تھا۔ کیونکہ جو شخص حدیث کی غیر موجودگی میں اپنی رائے یا قیاس سے کوئی فتوی دیتا تھا۔ وہ ساتھ ہی یہ حکم بھی دیتا کہ اس مسئلہ کی نسبت اگر آنحضرت صلعم کی کوئی حدیث مل جائے تو پھر ہماری رائے اور قیاس کو ترک کر کے اس حدیث پر ہی عمل کرنا چاہئے۔ اپنی رائے۔ قیاس اور اجتہاد سے فتوی دیتے وقت مذکورہ شرط کا لگانا اس لئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم کی احادیث جو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ روایت ہو کر لوگوں کو پہونچی ہیں۔ وہ ساری کی ساری ایک جگہ مجتمع نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف شہروں اور مختلف عالموں تک پہونچی ہیں۔ اور

Marfat.com

دوسرے شہروں میں جانے اور دوسرے عالموں سے ملاقات کرنے میں حدیثوں سے واقفیت بڑھتی رہتی ہے۔ کہ مدینہ۔ دمشق قاہرہ۔ کوفہ۔ بصرہ وغیرہ صحابہ کرامؓ کے بھی قیامگاہ رہے ہیں اور ان مقامات میں اُنکے شاگرد لعینی تابعی لوگ اور تابعیوں کے تبع تابعین موجود تھے۔ جن جن صحابیوں کے شاگرد جن جن شہروں میں زیادہ موجود تھے اُن شہروں میں اُنہیں صحابیوں کی روایت کردہ احادیث لوگوں کو زیادہ یاد تھیں اور انہیں احادیث کا زیادہ چرچا تھا۔ اور انہیں صحابیوں یا اُن کے شاگردوں کے اجتہادی مسائل زیادہ مروّج تھے۔ اور انہیں پر قیاس کر کے نئے نئے اجتہاد بھی کئے جاتے تھے۔ اور اس دوسری قسم کے تمام مسائل فروعی ہوتے تھے۔ باوجود اس اختلاف کے کوئی تفریق اور کوئی گروہ بندی نہ تھی۔ مدینہ والے کہ والوں کو اور کوفہ والے بصرہ والوں کو کسی الگ مذہب کا متبع اور دوسرے فرقہ کا پیرو نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ لوگ اختلاف کے اس ناگزیر سبب سے واقف تھے ایک کے ذریعہ دوسرا اپنی واقفیت کو وسیع کرنا چاہتا تھا اور سب کا ایک ہی اسلام تھا جس کے عقائد نہایت صاف وسادہ اور جس کے اعمال نہایت آسان تھے۔ دماغ کو پریشان کرنے والی موشگافیاں اور پیچیدگیاں اعمال و عقائد میں مطلق نہ تھیں۔ ان کا قبلۂ توجہ قرآن مجید اور اس کے بعد احادیث نبویؐ اور آثار صحابہؓ تھے۔ کتاب وسنت کے سوا وہ لوگ اسلام کے لئے اور کسی چیز کو ضروری ولازمی نہ سمجھتے تھے اور کتاب وسنت ہی کی روشنی میں جب ضرورت پیش آجاتی تھی تو اجتہاد وقیاس سے کام لیتے تھے جس کی اُن کو شریعت نے اجازت عطا کی تھی۔ وہ آجکل کے ہزارہا الحاقی عقائد اور ہزارہا فقہی اصطلاحات سے قطعاً ناواقف اور بے خبر تھے۔ ان کا اسلام آجکل کے مروجہ اسلام کی طرح گورکھ دھندا نہیں تھا جسکے سمجھنے اور جسپر عمل کرنیمیں کوئی مصیبت پیش نہیں آتی تھی۔ مذکورہ جدید فرقوں کو جو دنیا پرست لوگوں کی کوششوں اور حصول سلطنت کی خواہش رکھنے والوں کی تدبیروں سے زیادہ تر عراقی و ایرانی صوبوں میں پیدا ہوتے رہتے تھے۔ وہ اسلام سے خارج اور گمراہ فرقے یقین کرتے اور جہاں تک موقع ملتا کتاب وسنت سے انکی گمراہی کو ثابت کرتے تھے۔ اور چونکہ یہ تمام فرقے بطور آلات جنگ پیدا کئے جاتے اور پیدا ہوتے ہی جنگ وپیکار میں مصروف ہو جاتے تھے۔ لہٰذا ان کی اصلاح عموماً تلوار کی

Marfat.com

دھارے سے ہوتی رہتی تھی اور ان کے عقائد (طائی) سے پہلے پہلے راز کے طور پر مخفی ہوتے تھے لہذا ان کی تردید اور بحث و مباحثہ کا موقع بہت ہی کم ہو سکتا تھا۔ ۱۴۳ھ سے ۱۴۳ھ تک ابن جریحؒ نے مکہ معظمہ میں۔ امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں۔ اوزاعیؒ نے شام میں۔ ابن ابی عروبہؒ اور حماد بن سلمہؒ نے بصرہ میں۔ معمرؒ نے یمن میں۔ سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ابن اسحٰقؒ نے مغازی اور امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ میں فقہ کو مدون کیا۔ اسی زمانہ میں منصور عباسی نے بغداد میں ایک محکمہ مختلف علوم و فنون کی تصنیف و تالیف کا قائم کیا اور دوسری زبانوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ کرانی شروع کیں چنانچہ منصور عباسی کے کاتب عبداللہ ابن المقفع نے جو مجوسی تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ منصور ہی کی فرمائش سے ارسطو کے کئی رسالوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ فارسی کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا کلیلہ دمنہ کا بھی اسی نے سب سے پہلے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ ۱۴۲ھ میں عبداللہ ابن المقفع مقتول ہوا۔ محمد بن ابراہیم فزاری نے ایک ہندی کتاب کا جو علم ہیئت کے متعلق تھی منصور کے حکم سے عربی میں ترجمہ کیا جس کا نام السند ہند الکبیر رکھا گیا موسیٰ ابن موسیٰ فزاری نے بھی کئی کتابوں کا سنسکرت سے ترجمہ کیا۔ ابو موسیٰ جابر بن حیان حرانی نے اپنی مشہور کتاب اسرار الکیمیا اور علم طبیعات پر کئی کتابیں لکھیں۔ ابو موسیٰ مذکور ۱۶۱ھ میں فوت

پہلی صدی کے پیدا شدہ فرقوں میں ایک فرقہ مختاریہ بھی تھا جو کوفہ میں پیدا ہوا تھا۔ مختار نے جن خیالات و عقائد کی اشاعت کی تھی اُن میں حلول کا عقیدہ بھی شامل تھا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس طرح خدا تسلیم کیا گیا تھا۔ کہ اُن میں خدا تعالےٰ نے خود حلول کیا ہے۔ پھر مختار نے اپنی نسبت بھی یہی دعویٰ کیا کہ مجھ میں خدا تعالیٰ نے حلول کیا ہے۔ اس کی اس قسم کی بیہودہ باتوں کو اکثر لوگ مان چکے تھے۔ مختار کے بعد ان لوگوں میں سے اکثر نے توبہ کر لی لیکن انسان کے خدا بننے کا مسئلہ عام مجلسوں اور مجمعوں میں عموماً استہزاءً اور بعض اوقات مناظرانہ رنگ میں زیر بحث رہنے لگا۔ جو لوگ توبہ کر چکے تھے وہ بھی اپنی کی ہوئی غلطی کو خفیف اور معمولی غلطی ثابت کرنے کے لئے صفات باری تعالےٰ میں باریکیاں نکالنے اور لوگوں کے تمسخر سے بچنے کے لئے قسم قسم کی تاویلیں کرنے لگے۔ یونانی فلسفہ کی بعض کتابیں عہد بنو امیہ میں ہی ترجمہ ہونے لگی تھیں لہذا جوہر و عرض وغیرہ کی فلسفی اصطلاحوں کو ذات باریتعالیٰ اور صفات باریتعالیٰ کے متعلق

Marfat.com

لوگوں نے استعمال کرنا شروع کیا ان فلسفی اصطلاحوں کے استعمال اور بحث مباحثہ میں فلسفیانہ طرز استدلال نے بہت جلد مذہبی مجلسوں کو متاثر کرنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے صفات باری تعالیٰ کے متعلق گفتگوؤں نے طول کھینچا۔ اس زمانہ کے علما نے جو اکثر تبع تابعین میں سے تھے اس کو ایک خطرناک فتنہ محسوس کر کے اس کے دبانے کی کوشش کی لیکن یہ چیز جو قدرتی طور پر خود بخود پیدا ہوئی تھی۔ کسی کے دبانے سے نہ دب سکی اور ایک گروہ جو بعد میں معتزلہ کے نام سے مشہور ہوا ایسا پیدا ہو گیا جو کسی سیاسی ضرورت اور دنیوی مقصد کی بنا پر نہیں بلکہ فلسفہ کی اشلمت اور نکرات علیہ کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا اس گروہ کے سب سے پہلے مشہور رہنما عمرو بن عبید نے ۱۴۴ھ میں وفات پائی۔ علمائے ربانی اس گروہ کو بدعتی گروہ کہتے اور ان کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے سے پرہیز کرتے اور دوسروں کو بھی ان کی باتیں سننے سے منع کرتے تھے۔ لیکن جب عوام کو متاثر دیکھتے تو پھر صفات باری تعالےٰ کے متعلق مباحثہ کرنے پر آمادہ بھی ہو جاتے اور ان مباحثوں میں آیات قرآنی ہی سے امداد حاصل کرتے تھے۔ یونانی۔ فارسی اور ہندی کتابوں کے ترجموں فلسفہ و منطق وغیرہ علوم کی اشاعت اور سیرت و مغازی وغیرہ مضامین پر کتابوں کی تصنیف نے علمائے اسلام کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ بھی احادیث نبوی کو کتابوں کی صورت میں جمع کریں اور حقوق و فرائض کے متعلق مسائل ترتیب دیکر کتابیں لکھیں۔ غرض خلافت عباسیہ کے شروع ہوتے ہی مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ زور شور سے جاری ہو گیا تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ منطق۔ نحو۔ فلسفہ۔ ہیئت۔ طبیعات۔ سیر۔ تاریخ وغیرہ پر کتابیں تصنیف ہونے لگیں۔ معتزلہ نے جب فلسفی اصطلاحوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اور اسکے بعد بہت جلد خود فلسفۂ یونان اپنے اصولوں اور اصطلاحوں کو لیکر اسلام کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو علمائے اسلام نے فلسفہ کی اصطلاحات اور مسلمات ہی کے ذریعہ اسلام کی صداقت کو ثابت کیا اور خود دشمنوں ہی کے ہتھیار دیکر انکو ذلیل و شکست خوردہ بنایا۔ فلسفہ و منطق کی اصطلاحات و مسلمات کے ذریعہ اسلام کی حقانیت و صداقت کے ثابت کرنے کا نام علم کلام ہوا۔ آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے مفہوم اور معانی کے معلوم و متعین کرنے کے لیے محاورات قریش اور لغت عرب کی طرف توجہ ضروری تھی۔ چنانچہ لغت۔ مصطلحات عرب۔ صرف و نحو وغیرہ علوم مدون ہوئے۔ صحیح حدیثوں کو وضعی حدیثوں سے الگ کرنے کے لئے کچھ قاعدے اور اصول متعین کرنے ضروری تھے۔ لہٰذا

اصول حدیث، اسماء الرجال وغیرہ فنون ترتیب دیے گئے۔ سلطنت اسلامیہ یا یوں کہئے کہ
خلافت کے حدود مشرق سے مغرب تک دنیا کے نہایت وسیع رقبہ پر پھیلے ہوئے تھے۔ لہٰذا
آمدورفت کی سہولتیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک جانے کی آسانیاں پیدا کرنے
کے لئے راستوں اور سڑکوں کی حفاظت کے علاوہ حالات روئے زمین پر کتابیں لکھنے کی ضرورت
پیش آئی چنانچہ مسلمانوں نے جغرافیہ کی کتابیں اور سفرنامے لکھنے شروع کر دیے غرض اس صدی
میں مسلمانوں نے بہت سے علوم و فنون ایجاد و مدون کئے اور اپنی تصنیف و تالیف سے کتابوں
کے انبار لگا دیے۔ مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے لوگوں میں تعلقات پیدا ہونے سے نئے
تمدن اور نئی معاشرت نے پیدا ہو کر نئی نئی ضرورتیں پیدا کیں اور نئے نئے خیالات نے بلند
پروازیاں اختیار کیں ان تمام حالات اور تمام تغیرات میں اسلام کی عظمت اور رہنمائی کے لئے
قرآن و سنت کے مرتبہ کی رفعت اور بھی زیادہ پایۂ ثبوت کو پہونچتی رہی۔ ساتھ ہی ساتھ مذکورہ
بالا فرقوں اور گروہوں کو جو محض ذاتی اغراض اور دنیوی ضرورتوں کی بنا پر جاہل نومسلموں
مجوسیوں اور ہنگامہ پسند لوگوں کو معمول بنا کر پیدا کئے گئے تھے۔ موقع ملا کہ وہ اس دماغی نشوو
نما اور فلسفہ و منطق وغیرہ کی اشاعت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کفریہ و شرکیہ و بدعیہ عقائد کو
جس طرح ممکن ہو کوئی نہ کوئی معقولی جامہ پہنا دیں اور جو لباس وحشیوں، گنواروں اور جاہلوں
کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس کو وہ گنوار لوگ معمولی تہذیب و علم حاصل کرنے کے بعد بھی استعمال
کر سکیں اور فریب خوردگی سے باہر نہ آ سکیں۔ چونکہ دنیا کبھی بھی جاہلوں اور احمقوں سے خالی
نہیں ہوئی اور نہ آئندہ خالی ہو سکے گی لہٰذا کثیر التعداد علوم و فنون اور ہزارہا مہتم بالشان تصانیف
کی اشاعت کے زمانہ میں بھی مذکورہ فرقے باقی بھی رہے اور پیدا بھی ہوتے رہے۔ علمی اور مذہبی
طبقوں میں اعتزال کا چرچا ہو چکا تھا۔ لہٰذا اکثر مذکورہ شیعی فرقوں نے اعتزال سے امداد حاصل
کی اور اسی زمانہ میں نہایت چالاکی سے نام نہاد محبان اہلبیت نے بعض ان گروہوں کو جو
نہایت نیک نیتی سے بعض مسائل یا بعض عقائد میں دوسروں سے اختلاف رکھتے تھے خارجی
مشہور کیا حالانکہ خارجی حقیقتاً سبائی لوگ تھے اور ان کو اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ
اسلام دشمنی میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ لیکن اس دوسری صدی میں لفظ خارجی کا مفہوم تبدیل

Marfat.com

جو کہ یہ لفظ اسلامی فرقوں پر بھی بولا جانے لگا۔

کہ مدینہ اور ملک حجاز میں حدیثوں کے جاننے والے زیادہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیادہ تر اسی ملک کے باشندے اور اسی ملک میں زیادہ تر رہے لہذا اہل حجاز کو اجتہاد اور رائے و قیاس کی ضرورت بہت ہی کم پیش آئی بخلاف اس کے کوفہ و بغداد اور ملک عراق کے باشندوں کو اجتہاد اور رائے و قیاس سے زیادہ کام لینا پڑا کیونکہ وہاں حدیثوں کی تعداد کم تھی اور صحابہ کرامؓ کی نہایت قلیل تعداد کو اس ملک میں قیام کا اتفاق ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل حجاز کو اہل حدیث اور اہل روایت کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور اہل عراق کو مجتہد اور اصحاب رائے کے نام سے پکارا گیا۔ اہل حدیث اور اصحاب الروایت میں امام مالکؒ اور ان کے احباب شامل سمجھے گئے۔ مجتہد اور اہل الرائے میں امام ابو حنیفہ اور ان کے احباب شمار ہوئے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں بمقام بغداد وفات پائی ان کے شاگردوں میں امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن بہت زیادہ مشہور ہوئے اور دونوں صاحبین کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ صاحبینؒ نے اپنے استاد یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اجتہادی فتاوی اور ان کی رائے سے قریباً دو ثلث مسائل میں اختلاف اور صرف ایک ثلث کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس سے امام ابو حنیفہؒ کے مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اس لئے کہ مجتہد کسی مجتہد کا مقلد نہیں ہوتا اور جو صحیح طریقہ ہو اختیار کرتا ہے اور اس کو اس کی نیت کے نیک ہونے کی وجہ سے ثواب ملتا ہی ہے۔ بہرحال حضرت سفیان ثوری رحمہ نے ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔ ۱۶۵ھ میں مشہور زاہد داؤد طائی جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے وفات پائی۔ ۱۷۰ھ میں ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد ازدی علم نحو و لغت کا امام اور واضع علم عروض فوت ہوا۔ امام مالک بن انس بن مالک نے ۱۷۹ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور حدیث کی مشہور کتاب موطا جس کی ترتیب و تہذیب میں ساری عمر مصروف رہے اپنی یادگار چھوڑی۔ ۱۷۴ھ میں ہارون رشید مدینہ منورہ گیا اور امام مالکؒ سے موطا کو سنا اور تین ہزار اشرفیاں بطور نذر پیش کیں اور استدعا کی کہ آپ میرے ہمراہ بغداد تشریف لے چلئے جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے مسلمانوں کو قرآن مجید پر جمع کیا ہے۔ اسی طرح میں اس کتاب موطا پر تمام مسلمانوں کو جمع کروں گا حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ آپ کا یہ خیال سراسر غلط ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب کرامؓ جا بجا ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے تھے۔ ہندا ہر ملک اور ہر شہر کے آدمی اپنے پاس علم رکھتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ بنابریں آپ اپنے ارادہ سے باز رہیں۔ چنانچہ حضرت امام مالک رح مدینہ سے باہر نہیں گئے اور ہارون الرشید بھی اپنے ارادہ سے باز رہا۔ ۱۹۵ھ میں امام شافعی رح شاگرد امام مالک رح بغداد گئے اور صرف ایک مہینہ قیام کرنے کے بعد مصر چلے گئے اور وہیں مقیم رہ کر ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت امام احمد حنبلؒ شاگرد امام شافعیؒ ۲۳۳ھ میں زندہ موجود تھے۔ آپ نے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ۱۷۰ھ میں یوسف بن یعقوب بن ابراہیم بن حبیب یعنی امام ابویوسف شاگرد امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے کو بغداد کا قاضی مقرر کیا اور اس کے چند سال بعد ۱۸۰ھ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ ایجاد کر کے اس پر امام ابویوسفؒ ممدوح کو جو پہلے بصرہ کے قاضی رہ چکے تھے مامور کیا۔ امام ابویوسفؒ قاضی القضاۃ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے تو ان کی جگہ ان کے بیٹے امام یوسف قاضی القضاۃ بنائے گئے۔ مسلمانوں میں معتزلہ کا ایک اندرونی فرقہ بعض عقیدوں کے اختلاف کی بنا پر پہلے پیدا ہو چکا تھا جس وجہ سے یہ اختلاف عقاید واقع ہوا اسکی طرف اوپر اشارہ ہو چکا ہے۔ اب اس اختلاف نے وسعت اور قوت پکڑنی شروع کی۔ صفات باریتعالے پر تفصیلی تقریریں ہونے لگیں۔ حدوث و قدم کی بحثیں شروع ہو گئیں کلام الٰہی کے متعلق کلام نفسی اور کلام لفظی کے مناظرے شروع ہوئے۔ جبر و اختیار۔ صفات سلبی و صفات ثبوتی۔ دیدار الٰہی۔ ملائکہ۔ شفاعت۔ جنت و دوزخ۔ عرش و کرسی۔ معجزات۔ عصمت انبیاء۔ وحی و نبوت۔ معراج۔ کلام الٰہی مخلوق ہے یا غیر مخلوق وغیرہ صدہا مسائل زیر بحث آ گئے اور ہر ایک کے ثابت اور رد کرنے کے لئے علم کلام۔ فلسفہ اور منطق کی ہزارہا اصطلاحیں علما کی زبان پر جاری رہنے لگیں جن کے استعمال کرنے کی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو مطلق ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ پہلے عالم بننے کے لئے احادیث نبوی کا یاد کرنا اور راویوں کے نام یاد رکھنا ضروری تھا۔ اب عالم بننے اور عالم کہلانے کے لئے ان ہزارہا جدید اصطلاحوں کا یاد کرنا اور مذکورہ مسائل پر گفتگو کرنے کی قابلیت بہم پہنچانا ضروری ہو گیا۔ جس قدر ان غیر شرعی چیزوں میں توجہ زیادہ صرف ہونے لگی اسی قدر قرآن و حدیث کے یاد کرنے فکر و تدبر کے کام میں لانے اور اخلاق و روحانیت کی طرف

Marfat.com

متوجہ ہونے کا موقع کم ہوتا گیا۔ ہارون رشید نے جب قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کر کے اس پر شاگرد امام ابو حنیفہؒ کو مامور کیا اور ان کو اختیار دیا کہ وہ تمام صدود خلافت عباسیہ کے شہروں میں اپنی تجویز اور اپنے اختیار سے قاضی مقرر کریں تو انہوں نے وہی لوگ قاضی مقرر کر کے تمام شہروں میں بھیجے جو ان کے اور ان کے استاد کے شاگرد اور حقوق و فرائض کے مسائل میں ان کے ہم خیال اور فتوے میں ان کے موافق تھے۔ یہ لوگ جب ان شہروں میں حاکمانہ حیثیت سے پہونچے جہاں دوسرے عالموں مثلاً امام مالکؒ یا سفیان ثوریؒ وغیرہ کے فتوے رائج تھے۔ تو قاضیوں کے فیصلے وہاں کے لوگوں کو عجیب معلوم ہوئے اور اس طرح اعمال و عبادات اور حقوق و فرائض میں جو اختلافات تھے ان میں عصبیت اور گروہ بندی کی بنیادیں قائم ہونے لگیں عقائد کے اختلاف کی وہ صورت تھی جو اوپر بیان ہوئی۔ اب اعمال اور فقہی مسائل میں گروہ بندی اور عصبیت کے پیدا ہونے کی یہ صورت نکل آئی اس سے پہلے یہ معمولی اختلاف کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا اور لوگ اسلام کی رخصتوں اور آسانیوں سے بخوبی متمتع تھے کہ اسی حالت میں ان قضاۃ کے ذریعہ ایک مخصوص مسلک رواج پانے لگا اور یہ اختلاف بتدریج اہمیت حاصل کرنے لگا چونکہ سلطنت عباسیہ میں آئندہ کئی نسلوں تک قاضی القضاۃ کا عہدہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں اور اسی خاص فقہی مسلک کے لئے مخصوص رہا لہٰذا فقہ حنفی کی اشاعت کے لئے ایک زبردست سامان مہیا ہو گیا اور آئندہ زمانہ میں حدود حکومت عباسیہ کے ملکوں اور علاقوں میں فقہ حنفی اور حنفی فتوے کے رواج کا باعث ہوا۔ لیکن اس زمانہ یعنی دوسری صدی ہجری اور اس کے بعد تیسری صدی تک بھی کسی کے وہم و گمان میں یہ بات نہ تھی کہ آئندہ اس فقہی اختلاف کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے علماء کے نام سے چار فقہی مذہب الگ الگ قائم ہو کر انہیں چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کی تقلید و پیروی کو واجب قرار دیا جائے گا۔

اختلاف عقائد کا سلسلہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے فلسفۂ یونانی کی کتابوں کے ترجموں اور مسلمانوں میں علم کلام کی ایجاد سے شروع ہو چکا تھا۔ ہارون الرشید عباسی نے سب سے زیادہ فلسفۂ یونان کی کتابوں اور ارسطو کی تصانیف کے ترجمے کرائے اور بیت الحکمۃ یا دار الحکمۃ

Marfat.com

کو وسعت دی۔ عیسائی۔ مجوسی اور یہودی علما کثرت سے بغداد میں جمع ہو گئے اور ترجمہ کے کام میں مصروف ہوئے۔ دربارِ حکومت کی قدردانیوں نے علمائے دین کو بھی ان علوم کی طرف متوجہ کر دیا اگرچہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کسی علم و فن کی ضرورت نہ تھی تاہم ان قدیم فلسفوں اور متفرق علوم کی طرف متوجہ ہو کر مسلمانوں نے سب کو اس طرح مرتب و مدون کر دیا کہ گویا نئے سرے سے ایجاد کیا۔ کامل آزادی سے کام لیا گیا۔ اور مختلف قوموں کے فلسفوں اور حکمیہ علوم کو فلسفۂ قرآن کے مقابلہ پر آنے کا موقع ملا۔ یہ صورتِ حالات دیکھ کر خدامِ اسلام بھی مستعد ہو گئے اور انہوں نے ان تمام فلسفوں اور مخالفِ قرآن اصول کو غلط اور نادرست ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس طرح مذاہب و علوم کے ساتھ معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری ہو کر اسلام کو جو علمی فتوحات حاصل ہوئیں۔ وہ اُن ملکی فتوحات سے بہت زیادہ وسیع ہیں جو عہد بنو امیہ میں حاصل ہوئی تھیں۔ اور یہی علمی فتوحات ہیں جنہوں نے خلافتِ عباسیہ کے مرتبہ کو خلافتِ امویہ کا ہمسر بنا دیا۔ ورنہ فتوحاتِ ملکی کے اعتبار سے عباسی خلافت اموی خلافت کی حریف و ہمسر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو امویوں کے فتح کئے ہوئے ملکوں کو سنبھال بھی نہ سکی گروہ معتزلہ میں قاضی یحییٰ بن اکثم بڑے پایہ کے آدمی تھے اور مامون الرشید عباسی کے مصاحب اور وزیر اعظم کے مساوی اثر و اختیار رکھتے تھے اُن کی وجہ سے مسلمان علماء کے مذاکراتِ علمیہ میں صفات باری تعالیٰ پر اکثر بحث و نظر اور تقریر و تنقید ہوتی رہتی تھی اس سلسلہ میں قابلِ تذکرہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ خلیفہ مامون الرشید کے ہاتھوں بڑے بڑے جلیل القدر علماء کو مصائب برداشت کرنے پڑے احمد بن ابی داؤد شاگرد قاضی یحییٰ اور دوسرے مصاحبین معتصم نے معتصم باللہ عباسی کو بھی اس غیر ضروری اور ناقابلِ التفات مسئلہ خلقِ قرآن کی طرف مامون الرشید کی طرح متوجہ رکھ کر بہت سے علمائے ربانی کو پریشان و مظلوم بنایا۔ یہی حال واثق باللہ عباسی کا بھی رہا۔

عابد زاہد اور علائقِ دنیوی سے بے تعلق لوگ ہر زمانہ میں تھوڑے بہت موجود ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی یہ لوگ ہر شہر و قصبہ میں موجود تھے۔ عابد زاہد سے مدعا یہ ہے۔ کہ انہوں

Marfat.com

نے اپنی تمام زندگی کو عبادات اور گوشہ نشینی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ورنہ یوں تو مسلمانوں کا ہر ایک کام مثلاً تجارت۔ زراعت۔ صنعت و حرفت سپہگری وغیرہ سب عبادات میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مذکورہ گوشہ نشین لوگوں کے زاویے اور خانقاہیں بھی اس دوسری صدی ہجری میں جاذب توجہ بن گئی تھیں۔ لیکن ان سب کی حیثیت انفرادی اور ہر گوشہ نشین زاہد کی ذات سے تعلق رکھتی تھی۔ اگرچہ بیعت ارشاد و بیعت توبہ کا رواج شروع ہو چکا تھا۔ لیکن خانوادے اور تصوف کے خاندان ابھی شروع نہیں ہوئے تھے۔ یہ زمانہ بھی اسلام کے لئے بہت اچھا اور عروج و اقبال ہی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

باب سوم

۵۰۰ھ تک کے نہایت مختصر اور سرسری حالات

دربار خلافت میں اعتقادی کشمکش واثق باللہ عباسی کے بعد متوکل علی اللہ ۲۳۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ حضرت امام حسینؓ کے مزار پر لوگوں نے مکان تعمیر کر کے اُس کے قریب مسافر خانہ بھی بنا دیا تھا اور اُس کی زیارت کے لیے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ متوکل علی اللہ عباسی نے امام حسینؓ کی قبر کو بُت اور بتخانہ کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے دیکھ کر اور ان عمارتوں کو شرعی اور سیاسی دونوں اعتبار سے مضرت رساں محسوس کر کے ۲۳۶ھ میں ایک گشتی حکم کے ذریعہ لوگوں کو زیارت کے لیے سفر کر کے جانے سے منع کیا اور قبر کے اردگرد جو مکانات (زنانہ بطور مہمان خانہ) بنے ہوئے تھے اُن کو بھی مسمار کرا دیا۔ ۲۳۷ھ میں آرمینیا اور حمص میں عیسائیوں نے علم بغاوت بلند کیا اور دونوں جگہ کی بغاوت فرو کی گئی۔ اسی سال خلیفہ متوکل نے مصر کے حنفی قاضی القضاۃ کو موقوف کر کے اُس کی جگہ شافعی قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ اُس زمانہ میں حنفی اور مالکی وغیرہ مذاہب اس طرح مُشخص و معین نہ ہوئے تھے جیسے کہ آج ہیں۔ مدعا یہ کہ امام ابو حنیفہؒ کے سلسلہ تلامذہ میں سے جو شخص قاضی مصر تھا اُس کی جگہ اُس شخص کو مامور کیا گیا جو امام شافعیؒ کے سلسلہ تلامذہ میں شامل تھا اب تک مصر میں فقہ حنفی کا رواج ترقی کر رہا تھا لیکن ۲۳۷ھ

سے مصر میں فقہ شافعی کے رواج کو ترقی ہونے لگی۔ خلیفہ متوکل علی اللہ واثق و معتصم و مامون کے خلاف اہل الرائے کو ناپسند کرتا اور اہلحدیث سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ خلق قرآن اور رویت باری وغیرہ مسائل میں بھی وہ مذکورہ ہر سہ خلفا کا مخالف اور علمائے اہلحدیث کا موید تھا۔ ابتک بغداد و کوفہ وغیرہ تمام عراق میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی کثرت اور انھیں کے فتووں کو ترجیح دیجاتی تھی خلفا بھی حنفی فتووں اور حنفی فقہ کو پسند کرتے تھے لیکن متوکل علی اللہ سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے امام شافعی کے فتووں کو حدیث نبوی سے زیادہ مطابق پاکر ترجیح دی اور علم حدیث کی اشاعت اور علمائے حدیث کی قدردانی و اعانت میں پوری کوشش اور توجہ کے ساتھ مصروف ہوا۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ متوکل علی اللہ کو جس قدر حدیث کی اشاعت کا شوق۔ اہل الرائے اور شیعہ و معتزلہ سے نفرت تھی اُس کے ولیعہد بیٹے منتصر کو اسی قدر معتزلہ اور شیعوں سے محبت اور اہل الرائے کی حمایت مد نظر تھی۔ متوکل اس بات کے بھی درپئے تھا کہ ترکوں کا زور توڑا جائے اور اُن کی فوجی طاقت کو کم کیا جائے لہذا ترک سردار بھی متوکل سے خوش نہ تھے۔ متوکل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ولیعہد خلافت شیعوں کی جانب مائل ہے تو اُس نے اپنے دوسرے بیٹے معتز کو بجائے منتصر کے ولیعہد بنانا چاہا۔ منتصر نے یہ سُن کر ترک سرداروں سے سازش کی نتیجہ یہ ہوا کہ متوکل قریباً چودہ سال حکومت کرنے کے بعد اپنے بیٹے کی تحریک اور ترک سرداروں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ منتصر نے باپ کے بعد تخت نشین ہوتے ہی علویوں اور شیعوں کے ساتھ رعائتیں کیں۔ امام حسینؓ کی قبر کو پھر زیارت گاہ بنایا اور منہدم مکانات تعمیر کرائے لیکن ترک سرداروں نے جو دربار خلافت پر چھائے ہوئے تھے چھ ہی مہینے کے اندر اُس کو بھی باپ کے پاس پہنچا دیا اور مستعین باللہ ابن معتصم باللہ کو تخت نشین کیا۔ ترکوں کے اقتدار نے دمبدم ترقی کی اور عربی و ایرانی دونوں طاقتیں ترکوں کے مقابلے میں مغلوب و بے حقیقت نظر آنے لگیں۔ خراسان پر مامون الرشید کے زمانہ سے خاندان طاہریہ حکمران چلا آتا تھا اُس نے بھی خودمختاری حاصل کی۔ رومیوں نے حملے شروع کردیئے کئی مسلمان سپہ سالار شہید ہوئے بغداد کے مسلمانوں نے ترکوں کے خلاف ہتیار سنبھالے ترکوں نے مقابلہ کیا اور دارالخلافہ میں کشت و خون ہوا۔

علویوں کا خروج۔ خلافت عباسیہ کا انحلال اور صوبوں کی خودمختاری

ان حالات کو دیکھکر یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید نے کوفہ میں خروج کرکے علوی حکومت قائم کی

لیکن ۱۵۔ رجب ۲۵۰ھ کو مقتول ہوئے۔ اس کے بعد ہی حسن بن زید بن محمد اسمٰعیل بن حسن بن زید بن حسن نے طبرستان میں خروج کیا۔ دیلم۔ رَے۔ اور ہمدان وغیرہ کے لوگوں نے ساتھ دیا۔ یحیٰی بن عمر طبرستان پر تو قابض نہ رہ سکا لیکن دیلم میں اُس کی حکومت قایم رہی۔ مستعین نے ایک نصرانی کو وزیر بنایا۔ ترکوں نے سرکشی اختیار کی اور معتز کو سامرہ میں تخت نشین کیا۔ مستعین بغداد میں اور معتز سامرہ میں بیک وقت دو خلیفہ موجود ہو گئے۔ صوبہ دار اور فوجی سردار بھی دو حصوں میں تقسیم ہو کر کچھ معتز کے اور کچھ مستعین کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور خلافت عباسیہ کا رعب و وقار سب خاک میں مل گیا۔ موصل میں مساور بن عبد اللہ نے اپنی خودمختار حکومت قایم کر لی۔ احمد بن طولون ایک ترک سردار نے مصر پر قابض ہو کر حکومت طولونیہ کی ابتدا کی۔ یعقوب بن لیث صفار نے سجستان پر قبضہ کر لیا۔ علوی اور خارجی دونوں گروہوں نے جا بجا خروج و بغاوت کا سلسلہ جاری کیا۔ یعقوب بن لیث صفار نے بہت جلد فارس اور شیراز پر بھی قبضہ کر لیا۔ خراسان میں خاندان طاہریہ کی پہلے ہی سے حکومت قایم تھی آخر صفاریہ اور طاہریہ حکومتوں میں سلسلۂ جنگ جاری ہوا۔ اس افراتفری اور بدامنی کے زمانہ میں علویوں نے اگرچہ جا بجا خروج کیا لیکن اُن کے معاونین نے بجائے اس کے کہ اُن کو حکمراں بناتے خود حکومتیں حاصل کرنا شروع کیں اور علویوں کو عموماً کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دیا۔ خلیفہ مستعین کے بعد معتز اور معتز کے بعد مہتدی باللہ عباسی تخت نشین ہوا بغداد و سامرہ میں ترکوں کا زور تھا وہ جلد جلد خلفا کو قتل اور تخت نشین کر رہے تھے ۲۵۶ھ میں مہتدی بھی ترکوں کے ہاتھ سے قتل ہوا اُس کی جگہ معتمد علی اللہ تخت نشین ہوا۔ اسی سال ابراہیم بن محمد بن یحیٰی بن عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابیطالب نے مصر میں اور علی بن زید علوی نے کوفہ میں خروج کیا۔ مصر میں کئی لڑائیوں کے بعد ابن طولون نے اس بغاوت کو فرو کیا۔ علی بن زید کو بھی اول کئی لڑائیوں میں کامیابی ہوئی لیکن بعد میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے بعد اسی سال یعنی ۲۵۶ھ میں حسین بن زید علوی نے رَے پر قبضہ کر لیا اُس کے مقابلہ کو بغداد سے فوجیں بھیجی گئیں۔ چونکہ علوی لوگ جا بجا خروج کر رہے تھے، وہ لوگ اُن کے علوی ہونے کے سبب اُن کے گرد جمع ہو جاتے تھے لہٰذا بعض غیر علویوں نے بھی اپنے آپ کو علوی ظاہر کر کے قسمت آزمائی شروع کر دی۔

زنگیوں کا فتنہ صوبہ بحرین میں ایک شخص علی بن ابان نامی نے اپنے آپ کو علوی ظاہر کر کے اعلان کیا کہ جو زنگی غلام ہمارے پاس آ جائیگا وہ آزاد ہے۔ اُس کے جھنڈے کے نیچے بڑی کثرت سے زنگی غلام

جمع ہو گئے۔ اُس نے بصرہ پر قبضہ کیا دربار خلافت سے ان زنگیوں کے مقابلہ کو جو فوجیں بھیجی گئیں وہ بار بار شکست کھا کھا کر واپس آتی رہیں۔ عراق کے بڑے حصہ پر زنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور سنہ ۲۶۰ھ تک زنگیوں نے بصرہ اور عراق کے بڑے حصے کو اپنی لوٹ مار سے خوب تباہ و برباد کیا۔ سنہ ۲۶۱ھ سے سمرقند و بخارا میں سامانیوں کی خود مختار حکومت کا سلسلہ جاری ہوا۔ سنہ ۲۶۳ھ اور سنہ ۲۶۴ھ میں زنگیوں نے واسط پر اور احمد بن طولون والیٔ مصر نے شام پر قبضہ کر لیا۔ زنگی غلاموں کی جمعیت کا پہلا سردار علی نامی ایک شخص تھا اُس کے بعد بہبود نامی ایک شخص اس زنگی جمعیت کا سردار ہوا۔ بہبود نے نبوت کا دعویٰ کیا اور زنگیوں نے اُس کو نبی تسلیم کر لیا۔ اس جدید مذہب میں مسلمانوں کا قتل کرنا۔ اہلبیت نبوی اور صحابۂ کرام کو گالیاں دینا ثواب کا کام تھا۔ ان لوگوں نے قریباً ایک کروڑ مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ ان کا سردار بہبود علم الغیب ہونے کا بھی مدعی تھا۔ ان کی پیہم فتحمندیوں نے دلوں پر ہیبت طاری کر دی تھی ترکوں کے غرور اور بہادری کو بھی انھوں نے خاک میں ملا دیا تھا۔ ربیع الثانی سنہ ۲۶۶ھ میں لشکر خلافت نے بمقام واسط زنگیوں کو پہلی مرتبہ شکست دی بہبود کے بعد اُس کا جانشین خبیب تھا چار سال کی معرکہ آرائیوں کے بعد خبیب مارا گیا اور زنگیوں کا زور ٹوٹا لیکن اُن کے چھوٹے چھوٹے گروہ منتشر ہو کر ملک میں بدامنی پھیلاتے رہے۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آپس میں بھی لڑتے رہے لیکن بحرین اور عراق کے اکثر حصہ میں خلافت عباسیہ امن و امان قائم نہ کر سکی اور زنگیوں کا بکلی استیصال ممکن نہ ہوا۔

علویوں کا خروج اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اہل دیلم کی امداد سے طبرستان میں حسن بن زید علوی کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ رجب سنہ ۲۷۰ھ میں حسن بن زید کا انتقال ہوا تو اس کا بھائی محمد بن زید طبرستان کا فرمانروا ہوا۔ سنہ ۲۷۷ھ میں دولت صفاریہ نے طبرستان سے محمد بن زید کو بیدخل کیا۔ سنہ ۲۸۷ھ میں اسمٰعیل سامانی نے عمرو بن لیث صفار کو گرفتار کیا تو محمد بن زید نے پھر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ خراسانیوں کے مقابلہ میں محمد بن زید کا بھی خاتمہ ہوا۔ محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم نے مدینہ میں خروج کیا لیکن ان کے بھائی علی بن حسن نے بھائی کے خلاف خروج کیا دونوں بھائیوں کی معرکہ آرائی نے مدینہ میں ہزارہا آدمیوں کو قتل کرایا حتیٰ کہ سنہ ۲۷۱ھ میں ایک مہینہ تک مدینہ منورہ میں نماز جمعہ ادا نہیں ہو سکی۔ یہی حالت مکہ معظمہ میں بھی رہی۔ غرض خانہ جنگی کی آگ نے مشتعل ہو کر تمام عالم اسلام اور لوگوں کے امن و امان کو درہم برہم کر دیا۔

Marfat.com

قرامطہ کا جدید مذہب اور بعض نئی حکومتوں کا قیام

۲۷۸ھ میں علاقہ کوفہ میں خوزستان کے ایک شخص حمدان عرف قرمط نے ایک نیا مذہب جاری کیا یہ ایک غالی شیعہ تھا اسکا عقیدہ تھا کہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رحمہ امام برحق تھے اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد بن اسمٰعیل اور اُن کے بعد عبیداللہ بن محمد امام تھے۔ اپنے آپ کو وہ عبیداللہ بن محمد کا نائب بتاتا تھا۔ محمد بن حنفیہ کو رسول کہتا تھا۔ دن رات میں صرف دو نمازیں طلوع و غروب آفتاب کے وقت دو دو رکعت مقرر کی تھیں۔ بجائے جمعہ کے دوشنبہ کا دن بابرکت سمجھتا اور اُس دن کوئی کام نہ کرتا۔ سال بھر میں دو روزے فرض تھے۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال کہتا تھا۔ غسل جنابت کو غیر ضروری بتاتا۔ بعض حلال جانوروں کو حرام اور بعض حرام کو حلال بتاتا تھا۔ اس نے ابتدا ؔ زنگیوں کے سردار بہبود اور خبیب سے سازش کرنی چاہی اور کہا کہ آؤ ہم تم ملکر اس جدید مذہب کو رواج دیں لیکن اُنھوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اُن کی ہلاکت کے چند سال بعد ۲۷۸ھ میں اُس نے کوفہ میں اپنے خیالات کی علانیہ اشاعت شروع کی اور بہت سے لوگ اُس کے معتقد ہونے لگے۔ کوفہ کے عامل نے مطلع ہو کر قرمط کو گرفتار کر کے جیلخانہ میں بھیجدیا۔ اتفاقاً جیلخانہ کے محافظ کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر وہ جیلخانہ سے نکل بھاگا اُس کے معتقدین نے مشہور کیا کہ قرمط کو جیلخانہ نہیں روک سکتا۔ لوگ جوق درجوق آآکر قرمط کے مرید ہونے لگے۔ اب سوچنے کے قابل یہ بات ہے کہ ایسے نامعقول عقائد اور بیہودہ اعمال کو تسلیم و قبول کر لینے والے لوگ کہاں سے آ گئے تھے اور مسلمانوں میں ایسے احمقوں کی اتنی کثرت کیوں تھی۔ رجب ۲۷۹ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کا انتقال ہوا اور معتضد باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ اسی زمانہ میں ایک مجوسی النسل شخص عبیداللہ بن عبید نے اپنے علوی اور فاطمی ہونے کا اعلان کر کے مہدویت کا دعویٰ کیا اور افریقیہ میں خروج کر کے حاکم قیروان کے خلاف جنگ و پیکار کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ عبیداللہ بن عبید دراصل قرامطہ کی جماعت کا ایک شخص تھا جس نے مغربی علاقہ میں اپنے لئے راستہ صاف کیا۔ قرمط مذکور کے ایک شاگرد یحییٰ نے قطیف علاقہ بحرین میں آکر اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی بعد اُس نواح کے تمام شیعہ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ۲۸۶ھ اور ۲۸۷ھ میں ابو سعید جنابی قرمطی نے قطیف میں آکر لوگوں سے بیعت لی اور لشکر ترتیب دیکر خروج کیا افواج شاہی نے شکست کھائی اور قرامطہ کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا۔ بصرہ کے مسلمانوں کو قرامطہ نے آگ میں جلا جلا کر ہلاک کیا۔ ۳۱۱ھ میں طولی ملی

Marfat.com

حکومت زیادیہ یمن کے ایک حصہ پر متصرف ہو کر زیدیہ حکومت قایم کی۔ ۲۸۶ھ میں ابوسعید قرمطی نے عراق کے اکثر حصہ پر قابض ہو کر شام پر حملہ کیا اور دمشق فتح کر کے وہاں قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔ ربیع الثانی ۲۸۹ھ میں معتضد باللہ عباسی نے وفات پائی اُس کی جگہ اُس کا بیٹا مکتفی باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ اسمٰعیل سامانی نے خراسان و رَے کے علاقہ کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ ۶۔محرم ۲۹۱ھ میں قرامطہ کو دمشق میں خلیفہ کی فوج نے شکست دی اور اُن کا سردار گرفتار و مقتول ہوا۔ ۲۹۲ھ میں بنی حمدان کی خود مختار حکومت دیار بکر میں شروع ہوئی۔ ۲۹۵ھ میں مکتفی باللہ فوت اور مقتدر باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ ۲۹۶ھ میں دولت عبیدیہ کی ابتدا ہوئی اور عبیداللہ مذکور نے مہدی اور امیرالمومنین کا لقب اختیار کر کے افریقہ میں دولت اغلبیہ کا خاتمہ کیا۔ ۳۰۱ھ میں حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب نے جو اطروش کے نام سے مشہور ہے صوبہ طبرستان پر قبضہ کیا۔ اطروش مذہباً زیدی شیعہ تھے۔ دیلمی لوگوں میں انھیں کے ذریعہ زیادہ تر اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ ۳۰۴ھ میں والی خراسان نے حملہ کر کے اطروش کو قتل کیا۔

قرامطہ کے مظالم اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی

علاقہ بحرین پر قرامطہ کا عرصہ سے قبضہ تھا قرامطہ کے سردار ابوطاہر سلیمان بن ابی سعید جنابی نے ۳۱۱ھ میں بصرہ پر قبضہ کر کے وہاں کے عامل اور شرفا کو قتل کیا اور اپنی طرف سے بصرہ میں عامل مقرر کر کے اپنے دارالصدر ہجر کو واپس چلا گیا۔ ۳۱۲ھ میں ابوطاہر قرمطی مذکور نے حاجیوں کے قافلوں کو عراق عرب میں بڑی بے دردی سے لوٹنا اور قتل کرنا شروع کیا پھر کوفہ پر حملہ آور ہو کر خوب لوٹا نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۳۱۳ھ میں قرامطہ کے خوف سے کسی نے حج کا ارادہ نہیں کیا۔ خلیج فارس سے فلسطین تک اور بصرہ سے مکہ تک قرامطہ ہی کا عمل دخل تھا۔ سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ بن علیؓ کی نسل میں ایک شخص محمد بن سلیمان نے جو زیدیہ شیعہ تھا مکہ میں اپنی حکومت قایم کی اور عبیدیہ مصر کا خطبہ جاری کیا ۳۴۳ھ تک مکہ میں ان شیعوں کا عمل دخل رہا۔ ۳۱۵ھ میں قرامطہ کوفہ کو چھوڑ کر چلے گئے اور اہواز پر قبضہ کر لیا۔ ۳۱۶ھ میں سوائے بغداد کے تمام ملک عراق پر قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۳۱۷ھ میں ابوطاہر قرمطی نے عین ایام حج میں مکہ معظمہ پر حملہ کر کے حاجیوں کا قتل عام کیا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے اندر بھی لوگوں کو قتل کرنے سے باز نہ آیا۔ چاہ زمزم کو مقتولین کی لاشوں سے پُر کر دیا۔ سنگ اسود کو گرز مار کر توڑ ڈالا اور دیوار کعبہ سے جدا

کرکے گیارہ روز تک یوں ہی پڑا رہنے دیا پھر سنگ اسود کو اونٹ پر لاد کر اپنے ہمراہ اپنے دارالسلطنت ہجر (علاقہ بحرین) کی طرف لے گیا۔ مسلمانوں نے سنگ اسود کے عوض پچاس ہزار دینار دینا چاہے لیکن وہ نہ مانا اور حجر اسود کو ساتھ لے گیا۔ اس کے بعد ۳۳۹ھ میں بعہد خلافت مطیع للہ سنگ اسود ہجر سے لا کر پھر خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ قریباً بیس اکیس سال تک سنگ اسود خانہ کعبہ سے جدا رہا۔ ۳۲۰ھ کو مقتدر باللہ عباسی اپنے سرداروں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی جگہ قاہر باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔

دیلمیوں کا اقتدار اور خلفائے عباسیہ کی بے دست و پائی

اوپر قرامطہ کا ذکر آ چکا ہے ان کے بعد طبرستان و دیلم وغیرہ علاقوں میں کئی چھوٹے چھوٹے سردار آپس میں لڑتے رہے آخر ۳۱۶ھ کے قریب مرداویج نامی ایک مجوسی النسل سردار اپنی زبردست ریاست و حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا اس کی فوج میں دیلم کے رہنے والے ابو شجاع بویہ ماہی گیر کے بیٹے علی۔ حسن اور احمد بھی نوکر تھے۔ انھوں نے جلد جلد ترقی کی اور امیر الامرائی کے درجہ تک پہنچے۔ ۳۲۲ھ میں قاہر باللہ معزول ہوا اس کی جگہ راضی باللہ تخت نشین ہوا۔ ۳۲۳ھ میں مرداویج جو اپنے آپ کو کسرائے فارس سمجھتا اور مجوسی شہنشاہی قائم کرنے کی فکر میں تھا مقتول ہوا۔ راضی باللہ نے علی بن بویہ مذکور کو عماد الدولہ کا خطاب دے کر صوبہ فارس کی سند حکومت عطا کی۔ اس کے بھائی حسن کو رکن الدولہ اور احمد کو معز الدولہ کا خطاب دے کر اصفہان و اہواز کی حکومتیں عطا کیں۔ یہی دیلمی خاندان بالآخر خلیفہ کو شاہ شطرنج بنا کر خود امیر الامراء کے نام سے مدار المہام خلافت بن گیا۔ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو راضی باللہ فوت اور متقی للہ تخت نشین ہوا۔ معتصم باللہ کے زمانے سے اب تک بغداد میں ترکوں کا زور تھا اور وہی دربار خلافت پر چھائے ہوئے تھے۔ متقی للہ کے زمانے سے دیلمیوں کا ایک نیا گروہ ترقی کرنے لگا۔ ۳۳۰ھ میں ترکوں اور دیلمیوں میں معرکہ آرائی ہوئی جس میں دیلمیوں کو کامیابی اور ترکوں کو شکست ہوئی۔ ۳۳۳ھ میں خلیفہ متقی کو معزول کر کے اندھا کیا گیا۔ اس کی جگہ مستکفی باللہ تخت نشین ہوا اور اس نے معز الدولہ دیلمی کو امیر الامرا بنایا۔ معز الدولہ نے بغداد میں اپنے نام کے سکے مسکوک کرائے اور خلیفہ کو ایک قیدی کی حیثیت میں مجبور و بیکار رہنا کر بٹھا دیا۔ جمادی الآخر ۳۳۴ھ میں معز الدولہ نے خلیفہ مستکفی باللہ عباسی کو سر دربار گرفتار کرا کر اندھا کیا۔

Marfat.com

بغداد میں شیعوں کی حکومت معزالدولہ اور اُس کے بھائی سب شیعہ تھے اس لیئے معزالدولہ نے مستکفی کو اندھا کرنے کے بعد چاہا کہ کسی علوی فاطمی کو تخت خلافت پر بٹھائے لیکن اُس کے بعض مشیروں اور مصاحبوں نے مشورہ دیا کہ آپ کی جو عظمت و عزت اپنی قوم اور شیعوں میں اب ہے وہ ہرگز باقی نہ رہے گی بلکہ پھر سب لوگ اُس خلیفہ ہی کی اطاعت کرینگے اور آپ کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ لیکن عباسی خلیفہ ہوگا تو آپ کو سب اسی طرح شیعیت کا سرپرست اور اپنا سردار سمجھتے رہیں گے۔ معزالدولہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور مطیع للہ عباسی کو تخت نشین کیا اور سو دینار روزانہ اُس کی تنخواہ مقرر کر کے خود سیاہ و سپید کا مالک رہا۔ ۳۴۱ھ میں شہر بغداد کے اندر شیعوں کے ایک خاص فرقہ نے اپنے عقائد کی علانیہ تبلیغ کی جو تناسخ کا قائل تھا۔ ان میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں حضرت علیؓ کی روح ہے اُس کی بیوی نے کہا کہ مجھ میں حضرت فاطمہؓ کی روح ہے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ مجھ میں جبرئیلؑ کی روح ہے لوگ اُن کا بھی ادب کرنے لگے کہ اپنے آپ کو اہلبیت سے نسبت دیتے ہیں۔ معزالدولہ نے کوئی تعرض نہ کیا۔ ۳۵۱ھ میں بغداد کے اندر شیعوں کا اس قدر زور ہوگیا کہ معزالدولہ دیلمی نے جامع مسجد بغداد کے دروازہ پر ایک عبارت لکھوائی جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ پر لعنت کی گئی تھی (نعوذ باللہ)۔ معزالدولہ نے ۱۸۔ ذی الحجہ ۳۵۱ھ کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا اور اس عید کا نام "عید خم غدیر" تجویز کیا۔ خوب ڈھول بجائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں یہ تاریخ اس عید کے لیے مقرر کرنے میں یہ مصلحت بھی مدنظر تھی کہ اسی روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے۔ عید غدیر کی اس ایجاد نے شیعوں میں خوب رواج پایا اور آج تک بھی اس کا رواج موجود ہے۔

عشرۂ محرم اور رسم تعزیہ کی ابتدا ۳۵۲ھ کے شروع ہوتے ہی ابن بویہ معزالدولہ مذکور نے حکم دیا کہ ۱۰۔ محرم کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے غم میں تمام دکانیں بند کر دی جائیں اور بیع و شرا بالکل موقوف رہے اور شہر و دیہات کے تمام آدمی ماتمی لباس پہنیں۔ علانیہ نوحہ کریں۔ عورتیں اپنے بال کھولے۔ چہروں کو سیاہ کیئے اور کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی۔ منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں۔ شیعوں نے بخوشی اس حکم کی تعمیل کی مگر اہلسنت دم بخود اور خاموش رہے اور اس لیئے کہ شیعوں کی حکومت تھی کچھ نہ کہہ سکے۔ ۳۵۳ھ میں پھر اسی حکم کا اعادہ کیا گیا اور اہلسنت

Marfat.com

کو بھی خاص طور پر اس کی تعمیل کا حکم دیا گیا۔ اہل سنت اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے چنانچہ شیعوں اور سنیوں میں فساد اور بہت بڑا کشت و خون ہوا۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو بجا لانا ضروری سمجھا اور آج تک اس پر عامل ہیں۔ ہندوستان کے اہلسنت والجماعت کہلانے والوں کی بے غیرتی قابل داد ہے کہ ہر سال تعزیئے بناتے ہیں اور مطلق نہیں شرماتے۔ ۳۵۶ھ میں معز الدولہ فوت ہوا اور فوت ہوتے وقت اپنے بیٹے عزالدولہ کو اپنا قائم مقام بنا گیا۔ گویا حکومت و سلطنت سب دیلمیوں کی ملکیت تھی خود ہی وہ اپنا ولیعہد مقرر کرتے تھے اور خلیفہ شاہ شطرنج سے زیادہ کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ ان دیلمیوں نے دربار خلافت اور خلیفہ عباسی پر مستولی ہو کر بعض صوبوں کی بغاوتوں کو بھی فرو کیا اور کاروبار سلطنت کو رونق دی لیکن وہ سب انھیں کی ذاتی ترقی تھی۔ عباسی خلیفہ کی حیثیت دن بدن ذلیل اور بے حقیقت ہوتی جاتی تھی۔ خراسان۔ ایران۔ فارس وغیرہ کے تمام علاقے دیلمیوں کے قبضے میں تھے جن پر خلیفہ کا براہ راست کوئی اثر و اقتدار و اختیار مطلق نہ تھا۔

شام و مصر میں شیعہ حکومت ۳۵۸ھ میں دولت اخشیدیہ کا مصر میں خاتمہ ہوا اور یہ ملک عبیدیوں کے قبضے میں آیا۔ عباسی خلیفہ کا نام خطبوں سے خارج ہوا۔ ۳۵۹ھ میں مصر کے اندر جامع ازہر کی تعمیر ہوئی جو عبیدی حاکم نے بطور فری میسن لاج اس غرض سے تعمیر کرائی کہ ممالک مشرقیہ میں شیعی دعوت کا مرکزی دفتر اور دعاۃ و نقباء کی تعلیم گاہ کا کام دے۔ ۳۶۰ھ میں دمشق کے اندر بھی شیعہ حکومت قائم ہو گئی۔ ۳۶۳ھ میں عزالدولہ نے مطیع للہ کو معزول کر کے اس کے بیٹے طائع للہ کو تخت نشین کیا۔ خلیفہ مطیع للہ عباسی معزول ہونے کے بعد اپنے کپڑے اور برتن بیچ کر اپنی گذر کرنے لگا۔ اور محرم ۳۶۴ھ میں مر گیا۔

شیعوں کی حکومت کا عروج افریقہ۔ مصر۔ شام۔ حجاز۔ یمن۔ بحرین۔ عراق۔ ایران۔ فارس۔ خراسان وغیرہ میں شیعیت کا خوب زور شور ہو گیا بغداد میں عزالدولہ نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص نماز تراویح نہ پڑھے۔ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ دیلمی ہمدان کے سفر سے واپس آیا تو عباسی خلیفہ اس کے استقبال کو بغداد سے باہر نکلا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ کسی عباسی خلیفہ نے اس طرح کسی کا استقبال کیا ہو۔ ۳۷۲ھ میں عضد الدولہ فوت ہوا اور اس کی

Marfat.com

جگہ اُس کا بیٹا صمصام الدولہ دیلمی نائب السلطنت بغداد ہوا۔ ۳۷۳ھ میں فرقہ باطنیہ اسمٰعیلیہ نے بغداد میں ایک سیاسی انجمن قائم کی جس کے ممبر اخوان الصفا کہلاتے تھے۔ ۳۸۱ھ میں طائع للہ عباسی کو بھی معزول کر کے قید کر دیا گیا اور قادر باللہ عباسی کو دیلمیوں نے تخت پر بٹھایا۔ ۳۹۲ھ میں مصر کی شیعی سلطنت کے گورنر دمشق نے دمشق میں ایک سُنّی امیر کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا ایک منادی ساتھ ساتھ اعلان کرتا جاتا تھا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبّت رکھے۔ اس کے بعد اس سُنّی امیر کو شہید کر دیا گیا۔ ۳۹۵ھ میں حاکم عبیدی شاہ مصر نے مصر میں بہت سے علماء کو قتل کرایا اور مسجدوں کے دروازوں اور شارع عام پر صحابہ کرامؓ کو گالیاں لکھکر لگائیں اور عمال کو حکم دیا کہ صحابہ کرامؓ کو علی رؤس الاشہاد گالیاں دی جایا کریں۔ ۳۹۶ھ میں حاکم عبیدی شاہ مصر نے حکم دیا کہ جہاں کہیں میرا نام لیا جائے خواہ بازار ہو یا کوئی جلسہ ہو سُننے والا ادب کے لیے کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کرے۔ محمد بن اسمٰعیل نوشتگین ایک درزی (خیاط) تھا اس نے ۴۰۸ھ میں ایک کتاب لکھی جس میں مصر کے فرمانروا حاکم عبیدی کو خدا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ کتاب جامع ازہر میں سُنائی گئی تو عام لوگوں میں درزی مذکور کے خلاف ایک جوش پیدا ہوا اور شیعوں نے بھی اس کتاب کو ناپسند کیا یہاں تک کہ درزی مذکور کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ حاکم عبیدی نے عوام کے جوش اور مخالفت کو مدنظر رکھتے ہوئے محمد بن اسمٰعیل درزی کو اپنے پاس خفیہ طور پر بلایا اور شام کے ملک میں اپنا داعی بنا کر بھیجدیا۔ اس نے ملک شام میں پہنچکر حاکم عبیدی کی الوہیت کا عقیدہ پھیلانا شروع کیا۔ یہاں عراق سے آئے ہوئے تنوخیوں نے جو باطنی فرقہ کے پیرو تھے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور یہ لوگ درزی کی نسبت سے دروزی کہلانے لگے۔ یہ لوگ آج تک بھی شام کے ملک میں موجود ہیں۔ ۴۱۱ھ میں حاکم عبیدی فرمانروائے مصر اپنے دعویٰ الوہیت کی وجہ سے قتل ہوا۔ اسی سال اسکا داعی محمد بن اسمٰعیل درزی بھی مارا جا چکا تھا اور حاکم عبیدی نے اس کی جگہ دوسرا داعی حمزہ بن علی بھیجا تھا۔ حمزہ نے دروزیوں کے عقیدہ میں بہت کچھ ترمیم کر دی مگر اُن کا نام دروزی ہی رہا۔ ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ دیلمی امیر الامراء و نائب السلطنت بغداد نے حکم جاری کیا کہ نماز پنجوقتہ کے لیے مسجدوں میں اذان نہ دیجائے اور بجائے اذان کے نقارہ بجایا جائے۔ خلیفہ قادر باللہ نے اس بدعت کو سخت ناپسند کیا اور

جلال الدولہ سے اس حکم کے منسوخ کرنے کی فرمائش کی جلال الدولہ نے یہ حکم خلیفہ کے کہنے سے منسوخ نوکر دیا مگر خلیفہ سے ناراض ہو گیا۔ خلیفہ جلال الدولہ کی ناراضی سے ڈرا اور چند روز کے بعد نقارہ بجنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جلال الدولہ نے نقارہ بجنے کا حکم دوبارہ جاری کیا اور بجائے اذان نقارہ بجنے لگا۔ ۴۲۲ھ کو قادر باللہ عباسی نے وفات پائی اور اس کا بیٹا قایم بامراللہ تخت نشین ہوا۔ قادر باللہ کے تمام عہد خلافت میں بغداد کے اندر شیعہ سنیوں کے ہنگامے برپا رہے قایم بامراللہ کے تخت نشین ہونے کے بعد سنیوں پر شیعوں نے اور بھی زیادہ مظالم شروع کر دیئے اور سنیوں کی زندگی پہلے سے زیادہ تلخ ہو گئی۔ اسی زمانے میں سلطان محمود غزنوی نے وفات پائی اور سلجوقیوں نے ماوراء النہر اور خراسان میں اپنی حکومت قایم کی۔ مکہ معظمہ اور حجاز پر مصر کے عبیدیوں یعنی شیعوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اسی زمانہ میں اندلس کی خلافت کا بھی خاتمہ ہوا اور وہاں خاندان بنوامیہ کی زبردست سلطنت پارہ پارہ ہو کر اندلس میں چھ سات چھوٹی چھوٹی اسلامی سلطنتیں ریاستیں قایم ہو گئیں جو آپس میں دست وگریبان رہنے لگیں۔ ۴۲۹ھ میں جلال الدولہ دیلمی نے عباسی خلیفہ سے ملک الملوک کے خطاب کی فرمائش کی اور خلیفہ کو مجبوراً یہ خطاب دینا پڑا حالانکہ وہ اس خطاب کو مذہباً شرک اور برا جانتا تھا۔ بغداد کے شیعوں نے سلجوقیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھکر چاہا کہ بغداد پر بھی عبیدی شیعوں کا قبضہ کرا دیں۔ اُدھر عبیدی شیعوں نے بحرین۔ بلوچستان۔ افغانستان۔ سندھ اور فارس وغیرہ صوبوں میں اپنے خفیہ ایجنٹ اور داعی پھیلا رکھے تھے اور تمام عالم اسلام میں شیعہ سلطنت قایم کرنے کی فکر میں تھے۔

دیلمیوں کا زوال اور سلجوقیوں کا عروج اسی حالت میں طغرل بیگ سلجوقی نے جو متبع کتاب سنت شخص تھا ۴۴۷ھ میں بغداد آکر اور دیلمیوں کے اقتدار کو مٹا کر عباسی خلیفہ کو اپنی حمایت میں لیا اور اس طرح شیعوں کے منصوبے سب خاک میں مل گئے اور اُن کے عزایم ناقص و ناتمام رہ گئے۔ ۴۴۸ھ میں مراقش کے اندر سلطنت مرابطین کی ابتدا ہوئی جو کتاب وسنت کی متبع حکومت تھی۔ ولایت موصل دیلمی شیعوں نے آخر میں عبیدیوں کو سپرد کر دی تھی۔ ۴۵۰ھ کو جبکہ سلطان طغرل سلجوقی ہمدان کی بغاوت فرو کرنے گیا ہوا تھا شیعوں نے موصل سے فوجیں لا کر بغداد پر قبضہ کر لیا اور ۸ ذیقعدہ ۴۵۰ھ کو جامع مسجد میں مصر کے عبیدی خلیفہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ مسجد ملی

Marfat.com

میں شیعوں کی مخصوص اذانیں دی گئیں۔ خلیفہ کے وزیر اعظم کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا گیا اور بغداد کے سُنّیوں پر انواع و اقسام کی عقوبتیں روا رکھی گئیں۔ قایم بامر اللہ اور اُس کی بیوی کو بغداد سے باہر کسی مقام میں قید کر دیا گیا اور قصر خلافت کو شیعوں نے خوب دھڑی دھڑی کرکے لوٹا۔ یہ خبر سُن کر سلطان طغرل بیگ سلجوقی بغداد کی جانب روانہ ہوا ذیقعد ۴۵۱ھ کو پہنچا۔ شیعہ بغداد سے بھاگ گئے۔ سلطان نے خلیفہ کو پھر بغداد میں لاکر تخت خلافت پر بٹھایا۔ ۴۵۵ھ کو سلطان طغرل بیگ سلجوقی نے وفات پائی اور اُس کا بھتیجا سلطان الپ ارسلان چچا کا قایم مقام ہوا۔ دیلمیوں کے بعد عباسی خلیفہ کے سرپرست اور مدار المہام سلطنت سلجوقی ہو گئے۔ چونکہ سلجوقی خلیفہ عباسی سے کوئی مذہبی اختلاف نہیں رکھتے تھے اور خلیفہ کے دشمن نہ تھے لہٰذا اس تبدیلی سے خلیفہ کے اثر و اقتدار میں ترقی ہوئی اور سلجوقیوں نے لوگوں کے لیے خلیفہ کے احکام کی تعمیل کو بھی ضروری قرار دیکر خود بھی عملی طور پر اپنے آپ کو خلیفہ کا فرمانبردار ثابت کیا۔ سلجوقیوں نے ترکستان و خراسان و فارس و عراق و آذربائیجان و شام وغیرہ کے تمام علاقے فتح کرکے ایک زبردست سلطنت قائم کی لہٰذا مسلمانوں کو بہت راحت پہنچی کتاب و سنت کی پیروی آزادی سے ہونے لگی اور دیلمیوں کے زمانہ کی بہت سی خرابیاں دور ہو گئیں۔ سلاطین سلاجقہ امرائے دیالمہ سے بہت زیادہ واقف تھے ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے مصر کے عبیدی بادشاہ کا نام خطبہ سے نکال کر خلیفہ قایم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا نام داخل کیا اور مکہ معظمہ میں شیعوں کی اذان بھی موقوف کر دی۔ اسی طرح حلب میں بھی خطبہ و اذان تبدیل ہوئی۔ سلطان الپ ارسلان بڑا دیندار۔ پاک طینت اور بہادر سلطان تھا۔ اُس نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا ملک شاہ سلجوقی باپ کا قایم مقام ہوا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح علم دوست اور پابند شرع سلطان تھا ۴۶۷ھ میں خلیفہ قایم بامر اللہ فوت اور مقتدی بامر اللہ خلیفہ ہوا۔ حسن بن صباح نے سیستان کے قلعہ الموت میں باطنی سلطنت کی بنیاد ۴۸۳ھ میں قایم کی اسی سال عیسائیوں نے اندلس کا بڑا حصہ مسلمانوں سے فتح کر لیا ۴۸۴ھ میں جزیرہ صقلیہ (سسلی) مسلمانوں کے قبضہ سے نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی نے وفات پائی اور ۴۸۷ھ میں خلیفہ مقتدی بامر اللہ فوت اور مستظہر باللہ عباسی تخت نشین ہوا۔ سلجوقی اگرچہ خلفائے عباسیہ کی سیادت کو تسلیم کرتے اور اُن کی تعظیم و تکریم میں

Marfat.com

کو نام ہی روا نہ رکھتے تھے لیکن اصل حکومت انھیں کے ہاتھ میں تھی۔ ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں لڑائی جھگڑے شروع ہوئے ان لڑائی جھگڑوں کے باوجود مسلمانوں میں کسی دوسرے کو حکومت حاصل کرنے اور سلجوقیوں سے حکومت چھین لینے کی جراءت نہ ہوئی۔ لیکن پانچویں صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے ہی پہلے یعنی سنہ ۴۹۰ھ سے سنہ ۵۰۰ھ تک پانچویں صدی کے آخری عشرہ میں بلکہ صرف قہستان یا کوہستان کے علاقے میں باطنیوں یا فدائیوں کی ایک چھوٹی سی سلطنت جو آئندہ ڈیڑھ سو سال تک مسلمانوں کے لیے بڑی اذیت رساں ثابت ہوئی قائم ہوگئی۔ دوسری طرف یورپ کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف متحد و متفق ہوکر اور اندلس کی اسلامی حکومت کو کمزور و ناتواں پالینے کے بعد جراءت ہوئی کہ وہ ملک شام پر حملہ آوری شروع کریں یعنی اسی عشرہ میں صلیبی لڑائیوں اور عیسائیوں کی چڑھائیوں کا سلسلہ جاری ہوا جو آئندہ تین سو سال تک جاری رہا۔

تبصرہ ڈھائی سو سال سے زیادہ مدت کے واقعات کی نسبت اس باب میں جو اشارات درج ہو چکے ہیں ان سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

خاندان عباسیہ نے مجوسی النسل ایرانی عمائدوں کو صلۂ خدمات کے طور پر عربی سرداروں کا ہمسر بنا کر نظام حکومت میں دو رقیب طاقتیں پیدا کردی تھیں۔ معتصم باللہ عباسی نے ترکوں کی ایک تیسری طاقت پیدا کی جس کا اثر ایرانیوں پر کم اور عربوں پر زیادہ پڑا اور بہت جلد عربوں کی اہمیت بالکل فنا ہوگئی ساتھ ہی نظام سلطنت بھی درہم برہم ہوگیا۔ ایرانیوں کے دیلمی خاندان نے قابو پاکر عباسی خلافت کو شیعہ حکومت میں تبدیل کیا۔ دیلمیوں کا دور دورہ سوا سو سال تک رہا اور اس عرصہ میں سنیوں کو انواع و اقسام کی ذلتیں اور اذیتیں سہنی پڑیں اس کے بعد ترکوں کے سلجوقی خاندان نے دیلمیوں کو ہٹا کر ان کی جگہ خود چھین لی۔ یہ سلجوقی سنی تھے لہذا ان کی حکومت میں سنیوں کو اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا۔

جب تک سلطنت عباسیہ کی مرکزی حیثیت قائم رہی اور خلفائے عباسیہ کی شوکت و طاقت اعلیٰ درجہ پر رہی علویوں کے خروج اور بغاوتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جب ترکوں۔ دیلمیوں اور سلجوقیوں نے نظام خلافت کو درہم برہم کردیا اور افریقہ و مصر و یمن و بحرین و فارس و خراسان و ماوراء النہر و سندھ و طبرستان و آذربائیجان وغیرہ صوبے خودمختار ہوگئے اور شام و حلب پر بھی سیادت

Marfat.com

قایم نہ رہی تو علویوں کی سرگرمیاں بھی ختم ہوگئیں۔ بنو امیہ کی بربادی میں علوی اور عباسی دونوں شریک تھے جن میں علوی زیادہ پیش پیش اور سرگرم نظر آتے تھے اور عباسیوں کی حیثیت ثانوی تھی لیکن عباسی بازی لے گئے اور علوی دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ عباسیوں کے خلاف علویوں نے پہلے سے بھی زیادہ جوش خروش اور عزم و ہمت کے ساتھ کام شروع کیا اور دو سو سال کی مسلسل کوششوں کے بعد عباسیوں کی سلطنت کو ادھ موا اور کمزور بنانے پائے تھے کہ دربار خلافت پر دیلمی قابض ہوگئے۔ افریقہ و مصر میں عبید اللہ مجوسی النسل نے عبیدی سلطنت قایم کی۔ بحرین میں قرامطہ۔ ماوراء النہر و خراسان میں سامانی۔ فارس و قہستان میں صفاری۔ اصفہان و طبرستان میں ایرانی اپنی اپنی حکومتیں قایم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یمن میں زیادیہ حکومت قایم ہوئی جس کو اموی حکومت کہنا چاہیے۔ دیار بکر میں کردوں کی حکومت قایم ہوئی اور چند روز کے بعد مذکورہ زیادیہ سلطنت کے ایک حصہ کو الگ کرکے شیعوں نے اپنی زیدیہ حکومت قایم کی۔ سندھ اور شام وغیرہ میں بھی ترکوں اور غیر علویوں نے اپنی ریاستیں قایم کیں اور علویوں کو اپنی کوئی مستقل حکومت قایم کرنے میں سراسر ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر میں حسن بن صباح نے قہستان کوہستان میں اپنی ریاست قایم کی وہ بھی علوی نہ تھا۔

عبد اللہ بن سبا نے مسلمانوں میں نسلی اور خاندانی رقابتوں کے جذبہ کو بیدار کرکے جو فساد برپا کیا تھا اُس کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی ریاست و سلطنت کو خالص اسلامی اصول پر قایم ہونے کا موقع میسر نہ آسکا۔ اس ریاست و امارت کے لیے جو معرکہ آرائیاں ہوئیں اُنھوں نے اسلامی عقاید و اعمال و عبادات میں بھی انواع و اقسام کے فتنے برپا کیے اور سیکڑوں فرقے اس سلسلہ میں پیدا ہوتے رہے جن کی طرف اوپر جا بجا اشارہ ہوتا رہا ہے۔ کوئی سمجھدار اور منصف مزاج شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ جس قدر فرقے اور فتنے پیدا ہوئے سب کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف سے غفلت اختیار کرنے کا نتیجہ تھے۔ مسلمانوں نے عام طور پر کسی وقت بھی قرآن مجید و احادیث نبوی صلعم کی عظمت سے زبانی انکار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ان دونوں اصلی چیزوں کو واجب العمل کہتے رہے لیکن عملی طور پر مسلمان کہلانے والوں کی بڑی تعداد کتاب و سنت سے غافل اور کتاب و سنت پر عامل ہونے سے انکار کرتی رہی اس دنیا میں چونکہ نتایج ہمیشہ اعمال پر مرتب ہوتے ہیں لہذا

Marfat.com

مسلمانوں کے عملی انکار نے جو انھوں نے کتاب و سنت کے خلاف کیا اُن کے لیے وہ اذیت رساں نتائج پیدا کیے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اگر مسلمان دُنیا کو دین پر مقدم نہ کرتے۔ اگر نسلی اور خاندانی عصبیت کو رضائے الٰہی کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہ دیتے۔ اگر سلطنت و حکومت کو کسی خاص شخص یا خاص خاندان کی ملکیت قرار نہ دیتے بلکہ اُس کو ایک امانت اور تمام مسلمانوں کی مشترکہ چیز سمجھتے۔ اگر قرآن مجید اور سنت رسولؐ کو ہمیشہ اپنا مطمح نظر رکھتے۔ اگر جذبات اور خواہشات نفسانی کے مغلوب اور اغوائے شیطانی سے متاثر نہ ہوتے تو ساری دُنیا راحت و اطمینان اور امن و امان سے لبریز ہو کر جنت کا نمونہ بن جاتی لیکن ایسا کبھی پہلے ہوا ہے نہ آیندہ ہوگا۔ اس دُنیا میں کفر و اسلام اور نور و ظلمت کی کشمکش قیامت تک جاری رہے گی۔ خوش قسمت وہی لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا کر دُنیا و آخرت کی کامیابی و مقصدوری حاصل کرتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ سنہ ۲۵۰ھ تک کے واقعات کی نسبت اوپر نہایت مجمل طور پر اشارات درج ہو چکے اب اسی مذکورہ زمانہ کے متعلق علمی سرگرمیوں اور مذہب و عقیدہ کی پیچیدگیوں کا بھی جن کو فتنوں کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مذہبی حالات پر ایک نظر جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تیسری صدی کے شروع میں یونانی فلسفہ اور دوسرے علوم کی اشاعت کے سبب اسلامی عقاید زیر بحث آنے لگے تھے اور عقائد کے متعلق اجتہادی اختلاف نے بعض گروہ پیدا کر دیے تھے اسی طرح اعمال و عبادات اور حقوق و فرائض کے متعلق بھی اختلافات نمایاں ہو چکے تھے۔ ان اندرونی اختلافات میں کوئی خطرہ اور اندیشہ اسلام کے لیے نہ تھا بلکہ اسلام نے فطرت انسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے عین حق و حکمت کی بنا پر اپنے اندر ایسے اختلافات کی خود گنجایش رکھی ہے اور اسی اختلاف کو رحمت بتایا ہے۔ لیکن یہ اختلافات رحمت اُسی وقت تک ہو سکتے ہیں جب تک کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مطمح نظر رکھا جائے اور اُسی کی روشنی میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا جائے۔ جب مسلمان کتاب و سنت کی روشنی سے جدا ہو جائیں گے اُسی وقت صراط مستقیم سے جدا ہو کر ہلاکت کی راہ پر آ جائیں گے۔ دربار خلافت اور خلفائے عہد کو دوسرے فلسفوں اور دوسرے علوم و فنون کی طرف زیادہ متوجہ دیکھ کر علمائے ربانی میں سے بھی اکثر کی توجہ اُسی طرف مبذول ہو گئی اور کتاب و سنت

کی پابندی مسلمانوں میں ڈھیلی اور کمزور پڑ گئی۔ اسی کا یہ اثر ہوا کہ عبادات و معاملات سے تعلق رکھنے والے مسائل کے اعتبار سے بھی لوگوں میں گروہ بندی اور عصبیت پیدا ہو گئی اور اس گروہ بندی میں کتاب و سنت کی اہمیت کو فراموش کر کے ہر شخص اپنے ہی اُستاد اور اپنے ہی گروہ کے فتووں کو ترجیح دینے لگا اور تمام تر ہمت اس بات میں صرف ہونے لگی کہ کسی طرح ہمارے اُستاد اور ہمارے گروہ کا قول صحیح اور درست اور مرجح ثابت ہو۔

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥ (النور۔ رکوع ۶)

اور جب اُن کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ اُن کے اختلافات کا فیصلہ کریں تو اُن میں سے ایک فریق اس سے گریز کرتا ہے۔

اگر عصبیت اور گروہ بندی پیدا نہ ہوتی تو ہر شخص کی کوشش یہ ہوتی کہ جو قول کتاب و سنت کے موافق ہو اُسی کو صحیح تسلیم کیا جائے خواہ کسی کا قول ہو۔ اگر یہ آخری بات ہوتی تو ہرگز ہرگز فقہی مذاہب الگ الگ پیدا نہ ہوتے اور مسلمانوں کو صرف مسلمان کہلانے کے سوا حنفی۔ مالکی۔ شافعی وغیرہ نسبتوں کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن پہلی بات یعنی گروہ بندی چونکہ موجود ہو گئی تھی لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ تیسری صدی کے خاتمہ اور چوتھی صدی کی ابتدا میں چار فقہی مذاہب الگ الگ متعین و مشخص ہو گئے اور پانچویں صدی ہجری کے خاتمہ پر خانہ کعبہ میں شافعی اور شیعہ مصلّے الگ الگ قایم ہوئے۔ اس سے پہلے مکہ معظمہ میں مصر کی شیعہ حکومت کا اثر غالب تھا۔ جب مصر کی شیعہ سلطنت میں کمزوری نمایاں ہوئی اور خلیفہ بغداد کی سیادت بھی مکہ میں تسلیم کی جانے لگی تو شیعوں اور سُنیوں کے الگ الگ مصلّے مقرر ہوئے اُس زمانہ کا عباسی خلیفہ چونکہ شافعی مذہب کا پیرو تھا لہٰذا سُنّی مصلّے کا نام شافعی مصلّی ہوا۔ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں مالکی۔ حنفی۔ حنبلی مصلّے بھی الگ الگ قایم ہوئے اور اسی کے قریبی زمانہ میں یمن کے شیعہ خاندان زیدیہ نے بھی اپنا الگ مصلّے قایم کیا۔ ایک مصلّے کسی سلطان یا اُس کے وزیر کے نام سے قایم تھا اس طرح خانہ کعبہ میں سات مصلّے قایم ہو گئے جن میں پانچ سنیوں کے اور دو شیعوں کے تھے۔ پانچسو سال تک خانہ کعبہ میں کوئی خاص مصلّے نہ تھا۔ پانچسو سال کے بعد مسلمانوں نے اس بدعت کو گوارا کر لیا۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں بہادر مرحوم کی کتاب "تقلید اور عمل بالحدیث" کے چند صفحات کا

Marfat.com

اقتباس اُنھیں کے الفاظ میں درج کردیا جائے جو حقیقت اصلیہ کے ذہن نشین کرنے کے لیے بہترین ذریعہ ہوسکتا ہے۔ وھو ھذا۔

مذاہب اربعہ کے رواج اور ترک اجتہاد کا سبب

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم و تعلم کی صورت تو وہی تھی جو تابعین کی تھی لیکن اُس وقت میں بسبب کثرت مسلمانوں کے اور شروع ہونے جھگڑے اور فساد کے اور جاہل ہوجانے خلفائے وقت کے اور شائع ہونے جھوٹ اور افترا کے اور واقع ہونے اختلاف کے خدا نے لوگوں کو مسائل کے جمع کرنے اور اصول و قواعد کے منضبط کرنے اور ارکان اور آداب عبادات کی تشریح کرنے اور اجتہاد اور استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے پر راغب کیا اور اُس وقت کے نیک اور پاک لوگوں کو حدیث اور فقہ کی تدوین کا شوق دیا چنانچہ دوسری صدی کے اوسط سے جس شہر میں جو نامی فقیہ اور عالم تھا اُن میں بعض بعض نے حدیث کی تالیف پر اور فقہ کی تدوین پر کمر باندھی اور مسائل کا جمع کرنا شروع کیا چنانچہ مکہ میں ابن جریج اور ابن عیینہ نے اور مدینہ میں امام مالکؒ اور محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی ذہب نے اور کوفہ میں ثوری نے اور بصرہ میں ربیع ابن صبیح نے اول اول حدیث میں تالیف کی اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ نے فقہ کی تدوین شروع کی۔

سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ کو خدا نے اجتہاد اور استنباط مسائل اور استخراج فروعات کی ایک خاص قسم کی استعداد دی تھی اور وہ زہد و ورع میں بھی کامل تھے پس اُنھوں نے اپنے شہر کے امام و فقیہ ابراہیم نخعی کی احادیث اور اقوال اور روایات پر اپنے مذہب کی بنا قایم کی اور اُنھیں کے اصول پر استخراج کرنا جزئیات مسائل کا شروع کیا چنانچہ یہ امر بخوبی اُس شخص پر ظاہر ہے جس نے امام محمدؒ کی کتاب الآثار اور جامع عبد الرزاق اور مصنف ابی بکر ابن شیبہ کو دیکھا ہے اور پھر ابراہیم نخعی کے اقوال کو امام ابوحنیفہ کے مذہب سے ملایا ہے۔ غرض جب امام حنیفہ نے اس طور پر فقہ کی تدوین شروع کی تب لوگوں نے اُن کی طرف رغبت کی اور اُن کے اصول و فروع کو پسند کرکے اُسے سیکھا اور فقہا نے تو ذرے اُن کے اجتہاد کو قبول اور اُنکے استخراجی مسائل پر عمل کیا اور جب قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ سے دو شاگرد اُن کے ہوگئے تب پہلے شاگرد کی امارت اور قضا کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی برکت سے

Marfat.com

امام کا مذہب سارے عراق اور خراسان اور ماوراالنہر میں پھیل گیا۔

حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی کہ امام مالکؒ حدیث اور فقہ اور زہد و پرہیزگاری میں بڑے مشہور تھے اور اُن کو احادیث نبوی بہت سی یاد تھیں اور وہ اُن کے ضعف اور قوت سے بھی بخوبی واقف تھے چنانچہ اُنھوں نے نہایت عمدہ اور صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی جس کا نام موطا ہے اُس کی قبولیت اعلیٰ درجہ پر پہنچی اور ہزاروں آدمیوں نے اُس وقت کے اُس کی سند امام مالکؒ سے حاصل کی پس امام مالکؒ کی اُس کتاب کی برکت سے ایسا فائدہ لوگوں نے پایا کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ بس جہاں جہاں اُن کے اصحاب اور شاگرد پہنچے اور اُن کی کتاب کو لوگوں نے دیکھا اُن کے مذہب پر عمل کرنا شروع کیا پھر تو اُن کے بعد اُن کے شاگردوں نے اُن کے مذہب کے اصول اور دلائل کو ترتیب دیا اور اُن کی کتاب کے خلاصے کیے اور اُن کے کلام اور قولوں کی شرح کی یہانتک کہ آخر اُن کا بھی ایک جُدا مذہب قرار پایا اور نواح مغرب کی طرف جہاں اُن کے تلامذہ زیادہ ہوئے مالکی مذہب پھیل گیا۔

ان دونوں مذہبوں کی بنیاد پڑچکی تھی کہ امام شافعیؒ پیدا ہوئے اُنھوں نے دونوں مذہبوں کے اصول و فروع کو دیکھکر اور اُن کے کلیات و جزئیات پر نظر کرکے اُن باتوں کو جو اُن مذہبوں میں ناقص تھیں پورا کیا اور نئی طرز سے اصول اور قواعد کو ترتیب دیا۔ امام شافعی نے سب سے اول ایک کتاب اصول کی تالیف کی اور اُس میں احادیث مختلف کے جمع کرنے کے قاعدے مرتب کیے اور احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرنے کا بغیر پائے جانے اُس کی شرائط کے التزام ترک کیا چنانچہ جو کچھ اُنھوں نے حنفی اور مالکی مذہب سے اختلاف کیا اکثر ان باتوں میں تھا۔

(۱) احادیث مرسل اور منقطع پر استناد نہ کرنا۔ امام شافعی نے حنفی اور مالکی مذہب والوں کو بعض احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرتے ہوئے دیکھکر یہ اصول قایم کیا کہ ایسی احادیث پر جبتک اُس کی شرائط پائی نہ جائیں سند نہ کی جائے اس لیے کہ طرق حدیث کے جمع کرنے سے بخوبی ظاہر ہوا کہ بعض احادیث مرسل محض بے اصل ہیں اور بعض مسند کے مخالف ہیں۔

(۲) احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے اصول قایم کرنا۔ امام شافعیؒ سے پہلے احادیث کی وہ کثرت نہ تھی جو اُن کے زمانہ میں ہوئی اس لیے کہ ہر شہر کے رہنے والے اپنے ہی شہر کے عالموں

ور اماموں سے احادیث کو اخذ کرتے وہ انھیں کو روایت کرتے مگر جب علم کی تدوین شروع ہوئی اور لوگوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاکر احادیث کو سیکھا اور متفرق لوگوں کو جو حدیثیں یاد تھیں اُن کو سُنا تو احادیث کی کثرت ہوگئی اور پھر اُن میں اختلاف بھی معلوم ہوا تو ضرور ہوا کہ اُس اختلاف کے رفع اور احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے قاعدے مقرر کیے جائیں چنانچہ اسی واسطے امام شافعی نے ایک اصول کی کتاب تصنیف کی۔

(۳) احادیث صحیحہ کے ترک کرنے سے پرہیز کرنا۔ پچھلے لوگوں نے جن جن بزرگوں سے فقہ کو حاصل کیا اور جن کے اقوال پر اپنے مذہب کی بنا قایم کی اُن کو اس وقت تک بعض احادیث صحیحہ نہیں پہنچیں اور اُن کو بسبب نہ معلوم ہونے اُن احادیث کے جن سے مسائل تصریح نکلتے تھے قیاس سے کام لینا پڑا پس جبکہ امام شافعی نے دیکھا کہ بعض احادیث صحیحہ پر عمل کرنا پچھلے مذہبوں میں بمجبوری رہ گیا ہے تو امام شافعی نے اس امر کو صاف بیان کیا کہ وقت ملجانے حدیث صحیح کے قیاس کو چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ اور انھوں نے ثابت کیا کہ یہی طریقہ صحابہ اور تابعین کا تھا کہ وہ ہمیشہ احادیث کی جستجو کرتے جب کوئی حدیث نہ ملتی تب استدلال اور قیاس سے کام لیتے اور اگر پیچھے اُن کو حدیث پہنچ جاتی تو اُسی وقت قیاس کو چھوڑ دیتے اور عمل بالحدیث کرنے لگتے۔ اس بات سے کہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک وغیرہ کو سب احادیث پر اطلاع نہیں ہوئی درحقیقت اُن کی پاکی اور بزرگی اور علم پر کچھ الزام نہیں آتا اس لیئے کہ اُس وقت تک وہ مادہ احادیث کا نہ تھا جو پیچھے کرکے امام شافعی کو ملا اور اس کا عذر علمائے محققین حنفیہ نے خود کیا ہے چنانچہ امام شعراوی لکھتے ہیں کہ ان عذر ابی حنیفۃ فی کثرۃ القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحۃ الیہ فی زمنہ یعنی امام ابوحنیفہ کا عذر کثرت قیاس میں یہ ہے کہ سب احادیث صحیحہ اُن کو اُن کے وقت میں نہ پہنچیں تھیں اور علامہ احمد بن عبد السلام اپنی کتاب رفع الملام عن ائمۃ الاعلام میں لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جو کہ خود خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نہیں پہنچیں اور علاوہ اُنکے اور اصحاب اُن سے واقف ہوئے پس اگر بعد اُن کے کسی امام کو احادیث صحیحہ پر اطلاع نہیں ہوئی تو کچھ جائے تعجب نہیں اور اس مضمون کو لکھکر علامہ موصوف لکھتے ہیں

Marfat.com

کر فمن اعتقد ان کل حدیث صحیح قد بلغ کل واحد من الائمۃ او اماماً معینا فھو مخطی خطاءً فاحشاً قبیحا - یعنی جس نے یہ اعتقاد کیا کہ ساری صحیح حدیثیں ہر ایک امام کو پہنچ گئیں یا کوئی خاص امام اُن سب سے مطلع ہو تو ایسا اعتقاد کرنے والا غلطی ہوئی نہایت قبیح خطا پر ہے اور یہ بھی وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ کیونکر سب احادیث نبوی پر اطلاع نہیں ہو سکتی تھی جبکہ احادیث کی تدوین ہو چکی تھی تو یہ بڑی غلطی ہے لان ھذہ الدواوین المشھورۃ فی السنین انما جمعت بعد انقراض الائمۃ المتبوعین - اس لیے کہ یہ کتابیں مشہور بعد گذرنے اُن اماموں کے مدون ہوئی ہیں جن کی لوگ تقلید کرتے ہیں اور یہ کہہ دینا مقلدین کا کہ ہر مسئلہ میں ہمارے امام کے پاس ایک حدیث تھی اور ایک خاص دلیل وان لم نعرف فہ ونعتقدہ یعنی گو ہم اُس کو نہیں جانتے حقیقت میں ایسا جواب ہے کہ جس کو سفسطہ محض اور جہالت قبیح کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے - اور مقدمہ منہج کے باب تبری الائمۃ من اقوالھم اذا خالف الشریعۃ میں امام شعرانی نے صاف لکھ دیا ہے کہ لو عاش ابو حنیفۃ الی تصحیح الاحادیث لترک القیاس یعنی اگر امام ابو حنیفہ اتنی زندگی پاتے کہ تصحیح حدیث کر سکتے تو ضرور وہ قیاس کو چھوڑ دیتے غرضکہ امام شافعی نے قیاس کو اُن مسائل میں جن میں بسبب نہ پانے حدیث کے اگلے اماموں نے اجتہاد کیا تھا چھوڑ دیا اور صرف حدیث پر عمل کیا۔

(۴) اقوال صحابہ پر بوجہ مخالفت حدیث کے استدلال نہ کرنا - امام شافعیؒ کے وقت میں صحابہ کے اقوال بھی لوگوں نے جمع کر لیے تھے اور وہ باہم مختلف سے تھے اور بعض بعض احادیث صحیح کے مخالف تھے اس لیے امام شافعی نے اُن کے اقوال پر بعد پانے حدیث صحیح کے استدلال کرنے کو ترک کیا اور صاف کہہ دیا کہ "ھم رجال ونحن رجال" کہ وہ بھی آدمی تھے، ورہم بھی آدمی ہیں اُن سے غلطی ہو سکتی تھی بس بعد پانے حدیث کے اُن کے اجتہاد پر عمل کرنا ضرور نہیں بلکہ اُس کا ترک کرنا اور حدیث پر عمل کرنا ضرور اور لازم ہے کما قال شارح سفر السعادۃ ابو حنیفہ تقلید صحابی را در ابجۂ صحابی باختیار خود گو یدو : جب داند و شافعی گوید "ہم رجال و نحن رجال" او ایشاں در اجتہاد برابریم و ہمہ مجتہد انیم مجتہد را تقلید مجتہد دیگر نرسد۔

(۵) رائے اور قیاس میں تمیز کرنا - امام شافعی کے وقت میں اکثر لوگ ایسے تھے جو اجتہاد میں رائے کو دخل دیتے، اور اُسی کو وہ قیاس سمجھتے جو شرعاً جائز ہے حالانکہ قیاس جو شرعاً جائز ہے اور جو صحابہ اور

تابعین میں جاری تھا وہ صرف یہ ہے کہ کسی حکم منصوص سے اُس کی علت نکالنا اور جس میں وہ علت پائی جائے اُسی پر اُس حکم کو قایم کرنا مثلاً خدا کی کتاب میں شراب کی حرمت مذکور ہے نہ کسی اور مسکرات کی تو حرمت شراب کی حکم منصوص ہے اور سکر اُس حرمت کی علت ہے پس جس چیز میں وہ علت پائی جائے یعنی سکر اُس پر حرمت کا حکم قایم کرنا حقیقت میں قیاس ہے اور رائے یہ ہے کہ کسی تراشی ہوئی بات کو اصول میں قایم کرنا اور اُسی کو علت حرمت وحلت کی بنانا مثلاً مظنۂ حرج یا مصلحت علم کو کسی حکم کی علت ٹھہرانا۔ پس ایسے قیاس کو جو کہ درحقیقت رائے ہے امام شافعی نے ترک کیا اور صاف کہدیا کہ من استحسن فانہ اراد ان یکون شارعاً کہ جو قیاس استحسان کو شریعت میں دخل دیتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو صاحب شریعت بنایا چاہتا ہے۔

غرضکہ یہ چند کھلی ہوئی اور صاف باتیں ہیں جن سے امام شافعی نے اپنے پچھلے ائمہ سے اختلاف کیا اور ہیچ کے ذریعے اور واسطے چھوڑ کر اصل ماخذ سے فقہ کو لیا اور کتاب وسنت ہی پر مدار اپنے مذہب کا رکھا اور کسی خاص شہر کے عالم یا کسی معین قوم کے فقیہ کے اقوال واصول پر اپنے اجتہاد کی بنا قایم نہ کی اور حقیقت میں یہ طریقہ اُن کا نہایت ہی اچھا تھا۔ لوگوں کو حد سے زیادہ پسند ہوا اور بڑے بڑے فقہا اور محدثین نے اُن کے مذہب کی خوبی پر اقرار کیا اور اُس کو اختیار فرمایا اور اس طور سے بعد چندے مذہب شافعی رائج ہوا۔

جو کیفیت حنفی اور مالکی اور شافعی مذہب کی بنیاد کی ہوئی قریب قریب اُسی کے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پڑنے کی ہے۔

اس سلسل مختصر بیان سے سمجھنے والے کو نہ صرف یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ بنیاد ان چاروں مذہب کی کب اور کیونکر پڑی بلکہ یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ کسی نے منجملہ ان چاروں امام کے اپنے مذہب کو لوگوں کی تقلید کے لیے نہیں بنایا اور اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلانے کے لیے اجتہاد واستنباط نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے صرف اپنی ذات کے لیے اجتہاد کیا اور اپنے دین کے شوق میں فقہ کو مدون کیا کسی نے اُن میں سے یہ نیت نہیں کی کہ ہم مقتدا بنیں اور ہم کوئی خاص مذہب ٹھہرا کر یں اور لوگوں کو اُس پر راغب کر کے کچھ شہرت یا عزت حاصل کریں۔ اُن بزرگوں کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور اُن کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے......... آخر لوگوں نے

Marfat.com

تحقیق و تنقیح کو چھوڑ دیا اور جس امر کا دعوی اُن اماموں نے خود نہیں کیا اُسے اُن کی طرف منسوب کیا اور اُن کو مثل صاحب الشریعت کے صاحب مذہب بنا دیا اور اُن کو معصوم اور محفوظ عن الخطا سمجھکر اُن کی باتوں کے سامنے اصل صاحب الوحیؐ کے قول پر تمسک کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ آخر اپنے آپکو پیغمبرؐ سے نسبت کرنا بھی زمانہ سے اُٹھ گیا اور حنفی اور شافعی کہنے پر مذہب کا مدار آگیا اور پھر جیسا زمانہ گذرتا گیا اور دین میں تبدل ہوتا گیا اتنی ہی یہ خرابی بڑھتی اور دین و مذہب کی حقیقت چھپتی گئی یہاں تک کہ اب جس زمانہ میں ہمکو خدا نے پیدا کیا ہے اور جس میں شاد و ناشاد زندگی کے دن کاٹتے ہیں کسی امام کے مذہب کو ترک کرنا یا اُس کے قول کو نہ ماننا اسلام سے پھرنا اور نبیؐ کے کلام کا انکار کرنا سمجھا جاتا ہے اور تحقیق کا نام لینے والا اور کتاب و سنت پر عمل کرنے والا بدعتی اور فاسق اور اسلام کا دشمن تصور کیا جاتا ہے۔

تواریخ اور کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ تقلید کی بنیاد دوسری صدی کے اوسط سے شروع ہوئی لیکن تیسری صدی تک پوری پوری جاری نہ ہوئی اور چوتھی صدی سے پہلے کسی ایک معین مذہب پر کامل تقلید لوگوں نے اختیار نہ کی چنانچہ ابوطالب مکی نے قوۃ القلوب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید کامل طرح سے رواج نہ تھا اور حنفی شافعی کہلائے جانے کا زور و شور نہ تھا۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوگ مسائل شرعی کس طرح تحصیل کرتے تھے اور فقہ کو کس طرح سیکھتے اور اُس پر کیونکر عمل کرتے تھے؟ اس لیے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اُس وقت تک جو لوگ تھے وہ دو حال سے خالی نہ تھے یا ذی علم تھے یا جاہل بس جو لوگ جاہل تھے وہ اپنے گھر میں روزہ نماز وغیرہ عبادت کے مسئلے سیکھتے اور اُس پر عمل کرتے اگر ضرورت کسی مسئلہ کے پوچھنے کی یا فتوے کے لینے کی ہوتی تو جس عالم کو وہ افضل اور بہتر جانتے اُس سے پوچھ لیتے اور اُس کی بات پر عمل کرتے۔ بلا لحاظ اس کے کہ وہ عالم حنفی ہوتا یا شافعی یا مجتہد۔ اور جو لوگ خود ذی علم تھے اُن کی دو صورتیں تھیں بعضے اہل حدیث تھے بعضے صاحب اجتہاد۔ جو اہل حدیث تھے اُن کا طریقہ تھا کہ وہ کتاب الٰہی اور احادیث نبوی اور آثار صحابہ پر عمل کرتے اور اگر کسی مسئلہ میں ضرورت ہوتی تو کسی فقیہہ کے کلام پر رجوع کرتے خواہ وہ فقیہہ مدنی ہوتا یا مکی۔ کوفی ہوتا یا بصری اور جو صاحب اجتہاد تھے وہ اجتہاد

و تخریج کرتے اور اصول اور قواعد کلیہ کو پیش نظر رکھکر اُسی سے فروعات کا استنباط کرتے۔ بس اگر وہ اہل پہلے سے کسی خاص امام یا اُس کے فرقے کے ساتھ مخصوص ہوتے تو لوگ اُس مجتہد کو بھی اُسی امام کی طرف منسوب کرتے اور اس مجتہد کو بھی اُن اصول کا پابند پاکر شافعی یا حنفی سمجھتے۔ یہ صورت تیسری صدی کے آخر تک قایم رہی اُس وقت تک نہ عمل بالحدیث پر کوئی طعنہ کرتا نہ اجتہاد پر الزام دیتا۔ مگر جب پہلا کا زمانہ ہوا اور اختلاف امت میں پڑ گیا اور طبیعتوں سے تحقیق کا مزا جاتا رہا اور صاحب شریعت تک واسطے در واسطے ہو گئے تب چوتھی صدی میں لوگوں نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا اور دائیں بائیں چلنا شروع کیا اور سلاطین کے سامنے مناظرے اور مجادلے میں اپنے ہمسروں پر غالب ہونیکا شوق پیدا ہوا۔ علم کو دُنیا کی تحصیل کا ذریعہ گردانا۔ اپنی ناموری اور عزت اور شہرت کے لیئے اُن مسائل کو جن میں نہایت نیک نیتی کے سبب سے باہم ائمہ اربعہ کے اختلاف ہوا تھا ذریعہ بحث کا بنایا اور اپنے اپنے اماموں کے اقوال کو نہ صرف اس وجہ سے کہ حقیقت میں وہ ان ہی کو صحیح اور دوسرے کو غلط جانتے تھے مثل کتاب و سنت کے مستند گردانا بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ خود اُس مذہب سے منسوب تھے اور اُس امام کے مقلد کہلائے جاتے تھے اُن اقوال کے اثبات کو اپنی غزارت علم کے اظہار کا سبب تصور کیا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ ایسے بڑے مولوی اور فقیہ ہیں کہ جن باتوں پر یہ عمل کرتے ہیں اور جن قولوں کو یہ واجب العمل جانتے ہیں وہی صحیح اور درست ہیں اور اُن کے پاس بہت سی دلیلیں اُن کے اثبات پر موجود ہیں۔ انتہیٰ کلامہ۔

اسی سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد عبدہٗ مصری رحمہ اللہ کی مصنفہ کتاب "الاسلام والنصرانیت" کے ایک حصہ کا ترجمہ درج کردیا جائے جو مذکورہ مطالب کو قریب الفہم بنانے اور ذہن نشین کرنے میں معین و مددگار ثابت ہوگا وھو ھذا

<u>مفتی محمد عبدہٗ مصری فرماتے ہیں کہ</u>

"ایک عباسی خلیفہ نے اپنی ذات اور اپنی اولاد کی بھلائی کے لیے اپنے دین و ملت کی بُرائی گوارا کی اُس نے اجنبی (عجمی) لشکر کی تعداد بڑھائی اور اُنہیں میں سے (عجمیوں میں سے) سپہ سالار مقرر کیئے۔ پس کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ یہی عجمی سپہ سالار خلفاء پر غالب و مسلط ہو گئے اور حکومت و سلطنت خلفا کے ہاتھ سے نکل کر اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ان لوگوں کی عقل ایسی نہ تھی جو اسلام سے اصلاح پذیر

Marfat.com

ہوئی ہو اور نہ دل ایسا تھا جس کو اسلام نے مہذب بنایا ہو۔ بلکہ یہ لوگ جہالت و ظلم میں آلودہ اسلام کی طرف آئے اور انھوں نے اسلام کو اپنے جسموں پر تو اوڑھ لیا لیکن اُن کے دلوں پر اسلام کا کوئی اثر نہ پہنچا اور اُن میں اکثر ایسے تھے کہ وہ اپنے معبودوں یعنی بتوں کو لیے ہوئے تھے اور تنہائی میں اُن کی پوجا کرتے تھے لیکن اپنے اقتدار کی پائداری کے لیے جماعت کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے یعنی اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ پھر تاتار وغیرہ نے اسلام پر حملہ کیا اور اُن میں سے بعض کامیاب بھی ہوئے مگر ان حملوں سے زیادہ سخت وہ حملہ تھا جو لوگوں کو اُن کا مرتبہ بتانے اور اُن کی بری عادتوں کو ظاہر کرنے والے علم پر کیا گیا۔ انھوں نے علم اور اُس کے رفیق اسلام دونوں پر حملہ کیا اور اپنے اعوان کو علما کے گروہ میں شامل ہونے کی ترغیب دی کہ عالموں کا لباس پہنکر علما میں شمار ہونے لگیں پھر دین کے متعلق ایسی باتیں پھیلائیں کہ عام لوگوں کو علم سے عداوت و نفرت پیدا ہو اور وہ علم کی طلب سے دور بھاگنے لگیں۔ بڑے متقی اور دین کی حمایت کے مدعی بنکر یہ لوگ عوام الناس کے سامنے آئے اور دعویٰ کیا کہ مذہب ناقص ہے ہم اُس کو کامل کرنا چاہتے ہیں یا مریض ہے ہم اُس کا علاج کرتے ہیں یا گرنے والا ہے ہم اُس کو ستون لگا کر گرنے سے روک رہے ہیں! یہ کہ وہ تو جھک ہی چکا تھا ہم اُس کو سیدھا کر رہے ہیں۔ انھوں نے بت پرستی کی رسموں اور نصرانی قوموں سے ایسی باتیں منتخب کر کے اسلام کے لیے مستعار لے لیں جن سے اسلام بالکل بے تعلق اور بری ہے لیکن انھوں نے عام لوگوں کو اس طرح سمجھا کر مطمئن کر دیا کہ یہ شعائر اسلام اور احکام اسلام کی تعظیم و تکریم ہے۔ چنانچہ انھوں نے ہمارے لیے یہ تمام محفلیں اور میلے ایجاد کر دیئے اور انھوں نے ہمارے لیے اولیا اور علما کی عبادت اور اسی قسم کی رسمیں مقرر کیں جس سے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور لوگ گمراہی میں مبتلا ہو گئے نیز انھوں نے یہ بھی ضروری ٹھہرایا کہ بعد میں پیدا ہونے والے کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ پہلے گزرے ہوئے کے قول کے سوا کچھ کہے (یعنی متاخرین کو متقدمین کی تقلید کے سوا خود کچھ کہنے یا کلام کرنے کا حق نہیں) اور اس کو عقیدہ بنا لیا گیا تاکہ غور و فکر کی طاقتیں سست اور عقلیں منجمد ہو جائیں۔ پھر انھوں نے اپنے مددگاروں کو اسلامی ملکوں میں پھیلا دیا تاکہ وہ ایسی حکایتیں اور روایتیں شائع کریں جن سے لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ عام کاموں اور عوام سے تعلق رکھنے والے معاملات کو جانچنے اور غور کرنے کا ہم کو کوئی حق نہیں اور جو کام ملت و سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں اُن پر صرف حکام ہی

خود کہتے ہیں عام لوگوں کو اُن میں رائے زنی یا دخل دہی کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اور جو ایسے کاموں میں دخل دے یا اعتراض کرے وہ بیہودہ ہے۔ اور (یہ بھی عوام کو سمجھائیں کہ) یہ جو اعمال میں فساد و وحدت میں اختلال پیدا ہو رہا ہے یہ حکام کی کرتوتوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اُن باتوں کا سچا ثبوت ہوتا ہے جو آخری زمانہ کی نسبت حدیثوں میں وارد ہیں اور حال و مآل کی اصلاح کسی تدبیر سے ممکن نہیں لہٰذا خدائے تعالیٰ ہی کے سپرد کر دیا جائے اور مسلمان کا فرض تو صرف یہ ہے کہ وہ اپنی ہی ذات تک محدود رہے (یعنی نظر کو زیادہ وسیع نہ کرے) احادیث کے بعض ظاہری الفاظ سے بھی اُن کو کچھ مدد مل گئی اور ضعیف حدیثوں اور وضعی حدیثوں میں سے تو اُن کو بہت سا سامان ہاتھ آگیا جس سے ان اوہام کی نشر و اشاعت کا خوب موقع ملا۔ ان گمراہ کرنے والوں کا ایک لشکر مسلمانوں میں پھیل گیا اور سربر آوردوں (حاکموں) نے ہر حصۂ ملک میں اُن کی امداد کی۔ قدر کا عقیدہ اس لیے ایجاد کیا گیا کہ ارادے پست ہو جائیں اور ہاتھ کاموں سے رُک جائیں۔ سب سے زیادہ قوی عامل (محرک) نفوس کو ان خرافات کے قبول کرنے پر آمادہ کرنے والی سادہ لوحی اور مذہبی ضعف بصیرت اور خواہشات نفسانی کی پیروی تھی۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جب جمع ہو جاتی ہیں تو ہلاکت ثابت ہوتی ہیں پس حق باطل کی تاریکی میں پوشیدہ ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں ایسے عقیدے راسخ ہو گئے جو براہِ راست دینِ اسلام کے خلاف اور اصولِ دین کو صدمہ پہنچانے والے تھے۔ مسلمانوں کی طبقات آسمانی سے اونچی پہنچنے والی امیدیں برباد ہو گئیں اور مسلمانوں کو نا امید بنا کر نے زبان چوپایوں کے ہمرتبہ بنا دیا۔ اب جس چیز کا نام اسلام رکھا جاتا ہے اُس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ اسلامی اعمال نماز، روزہ اور حج کی ظاہری صورتوں کا مجموعہ ہے اور چند اقوال ہیں جن کے معانی میں تحریف و تبدیل کر لی گئی ہے جن کی وجہ سے وہ بدعات و خرافات موجود ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں وہ جمود پیدا کر دیا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور مسلمانوں نے اسی کو اسلام سمجھ رکھا ہے"

انتہٰی کلامہ۔

تصوّف کی خانقاہیں اور صوفیوں کے خانوادے

چوتھی صدی ہجری تک فقہی مذاہب اربعہ کے پیدا ہونے کا حال تو بیان ہو چکا اب صوفیائی گروہوں کا حال بھی سُنیئے۔

الحادی، ورسازشی فرقوں کی کثرت جنگ و پیکار کے ہنگاموں۔ خانہ جنگیوں اور یونانی و ایرانی

ہندی کتابوں کے ترجموں سے نئے نئے اعتقادی مسائل پر مباحثوں اور مناظروں کی کثرت اور منطق وعلم کلام اور فلسفہ کی اصطلاحوں کے طوفان اور کتاب وسنت کی طرف سے غفلت وبے پروائی دیکھ کر بعض علماء نے گوشہ نشینی اختیار کرلی جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے زاویوں اور حجروں میں بیٹھ کر اپنے پاس آنے جانے والوں کو کتاب وسنت کی تعلیم وتلقین شروع کی اور امیروں، بادشاہوں اور شاہی درباروں میں غفلت افزا سامانوں کی کثرت دیکھ کر ان سے بکلی اجتناب واحتراز اختیار کیا۔ حضرت حسن بصریؒ۔ سفیان ثوریؒ۔ داؤد طائیؒ۔ شقیق بلخیؒ۔ فضیل بن عیاضؒ۔ معروف کرخیؒ۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ۔ بشر حافیؒ۔ حاتم اصم بلخیؒ۔ احمد خضرویہؒ۔ ذوالنون مصریؒ۔ بایزید بسطامیؒ اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے جو دوسری اور تیسری صدی میں گذرے۔ یہ لوگ قرآن وحدیث کے عالم، کتاب وسنت پر عامل اور دنیوی فتنوں سے بے تعلق رہ کر عزلت نشینی کی زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک مجتہد بھی تھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا مرتبہ تو اجتہاد میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مساوی سمجھا جاتا اور اُن کو ایک فقہی مذہب کا امام بھی مانا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ تھے جو فرقہ بندی سے سخت متنفر اور اپنی گوشہ نشینی وعزلت گزینی میں عافیت کے خواہاں تھے۔ ضرورت کے وقت ان لوگوں کو شمشیر بکف ہونے اور مجاہدین کے لشکر میں شامل ہونے سے بھی عار نہ تھا۔ غالباً سب سے پہلے شخص یحییٰ بن معاذ رازیؒ (متوفی ۲۵۸ھ) تھے جو صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شقیق بلخیؒ (متوفی ۱۹۴ھ) کے بعد حاتم اصم بلخیؒ (متوفی ۲۳۷ھ) اُن کے قائم مقام سمجھے گئے۔ اُن کے بعد حضرت احمد خضرویہ بلخیؒ (متوفی ۲۴۰ھ) اُن کے قائم مقام ہوئے۔ اسی طرح اور بھی بعض بعض علماء کی جانشینی کا سلسلہ جاری ہوا اور چوتھی صدی ہجری میں ان سلسلوں اور خانقاہوں کو خوب رواج حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہر ایک صوفی اپنی وفات سے پہلے اپنا خلیفہ اور نائب اسی طرح تجویز کرنے لگا جیسے خلفائے بنو امیہ وخلفائے عباسیہ اپنا ولیعہد تجویز کیا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جابجا صوبے خود مختار ہونے لگے تھے سلطنتوں میں خانہ جنگی کا ہر طرف بازار گرم تھا۔ ان صوفیوں نے اپنی اپنی جماعتوں یعنی اپنے اپنے خاندانوں کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے مجاہدات شاقہ کو بے تعلقی اور ترک علائق کا ذریعہ بنایا۔ عبادات میں مجاہدات کو ترقی دینے سے یہ مقصود بخوبی حاصل ہوا اور تمام وہ لوگ جو دنیاداروں کے ہنگاموں

Marfat.com

سے تنگ آگئے تھے اس طرف متوجہ ہونے لگے۔ جب تصوف کی خانقاہوں میں ان تارک الدنیا لوگوں کی کثرت سے رونق اور ایک نئی دُنیا پیدا ہونے لگی تو وہ دعاۃ و نقبا جو سیاسی ساز شوں کو کامیاب بنانے کی کوشش میں معروف رہا کرتے اور اپنے لیے امن اور اسی قسم کے مجمعے تلاش کرتے تھے ان میں آآکر شامل ہونے لگے۔ ۶۔ بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است - ان لوگوں کی آمیزش نے ان خانقاہوں کی حالت کو بہت جلد تبدیل کر دیا۔ وضعی حدیثیں۔ جھوٹی روایتیں۔ معتزلہ اور اشاعرہ کے مختلف فیہ مسائل۔ وحدت وجود۔ وحدت شہود۔ ذات باری تعالیٰ کے متعلق مجوسیوں اور ہندوؤں کے نظریئے۔ اور الحادی فرقوں کے (جو پہلی ہی صدی میں منافقوں کی کوشش سے پیدا ہوئے تھے) تمام الحادی عقاید اسلامی جامہ پہن پہن کر ان خانقاہوں میں داخل ہونے لگے۔ بعض خدائے تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے ایسے بھی تھے کہ اُنھوں نے شریروں کی دال نہیں گلنے دی اور نہ اپنی صحبتوں کو ماؤف ہونے دیا بلکہ اُنھوں نے دوسرے شہروں اور علاقوں میں کتاب وسنت کی اشاعت کے لیے اپنے دوستوں اور تربیت کردہ لوگوں کو بھیجا اور اسلام کی بہترین خدمات انجام دیں۔ لیکن زبردست اور پکے مومنوں کے بعض ایسے کمزور جانشین بھی تھے جو بجائے اس کے کہ سد سکندری ثابت ہوتے خود اس سیلاب میں بہہ گئے اور کہیں کہیں تو اباحتی زندگی کی نے حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں جبکہ دیلمیوں اور سلجوقیوں کے برسر اقتدار آنے پر علویوں کے خروج کا سلسلہ مدھم پڑچکا تھا اور اُن کے لیے ہر جگہ میدان تنگ ہو کر دوسری بہت سی قومیں اپنے اپنے علاقوں میں اپنی الگ الگ حکومتیں قایم کرچکی تھیں یہ خانقاہیں خوب آباد نظر آنے لگیں اور ان کی تعداد نے بھی بہ کثرت بخوبی ترقی کی۔ اس طرح یہ تصوف کا سلسلہ بھی جو کتاب وسنت کی پابندی سے شروع ہوا تھا پانچویں صدی میں عجیب صورت اختیار کر گیا اور پھر آیندہ صدیوں میں فقہی مذاہب اربعہ کی طرح تصوف کے بھی متعدد خانوادے قایم ہوگئے اور شرک و بدعت کو اپنے لیے راہیں نکالتے رہنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن یہ خیریت رہی کہ تصوف کے ان سلسلوں میں تقلید کو اس طرح دخل نہیں مل سکا جس طرح کہ مذاہب اربعہ میں اُس نے آہنی قلعے تیار کر لیے ہیں یعنی ایک ہی شخص ایک ہی وقت میں قادری۔ نقشبندی۔ چشتی وغیرہ سب کچھ ہو سکتا ہے بخلاف اس کے کہ کوئی شخص بیک وقت حنفی شافعی۔ مالکی۔ حنبلی بننا چاہے تو ممکن نہیں۔ تاہم سب سے بڑھ کر مصیبت اور سب سے زیادہ اذیت

Marfat.com

رسائل تعلیم سلاسل تصوف میں یہ موجود ہے کہ اگر کسی صوفی کو مشرکانہ عقاید و اعمال اور مخالف کتاب و سنت اعمال سے روکا جاتا ہے تو وہ اپنے باپ دادا کا نام لیکر اپنی نالائقیوں سے دستکش ہونا اور فہم سلیم کو کام میں لانا نہیں چاہتا۔

باب چہارم

اسلام ہندوستان میں

سنہ ھ کے بعد سے اب تک جو مدوجزر اسلام اور اسلامیوں پر آئے اُن کی داستان بہت طویل اور زیادہ تر معلوم عوام ہے لہذا اس باب میں اور بھی زیادہ اختصار سے کام لیا جائیگا۔

ہندوستان میں افغانستان کے ذریعہ جو خود بھی ابھی خام تھا اشاعت اسلام

اگرچہ پہلی صدی ہجری میں سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور کئی سو سال تک یہ صوبہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکا تھا لیکن چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے شروع میں جب سلطان محمود غزنوی نے پنجاب اور ملتان کو اپنی حکومت میں شامل کیا ہے تو سندھ سے مسلمانوں کی حکومت مٹ چکی تھی اور مذکورہ سازشی سرگرمیوں کی یادگار صرف اس قدر باقی تھی کہ ملتان قرامطہ کی تحریک کا ایک مشرقی مرکز تھا اور سندھ و گجرات کے بہت سے ہندو قرامطہ کی اس تحریک میں شامل اور اس سے دلچسپی رکھتے تھے۔ سلطان محمود نے پنجاب و ملتان پر قابض ہو کر قرامطہ کے اثر کو ہندوستان سے بالکل مٹا دیا اور پھر اسلام پنجاب کی طرف سے داخل ہو کر آسام و بنگال اور راس کماری تک سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ دکن یعنی ملابار و کنا را و کارو منڈل وغیرہ میں بھی اسلام شروع ہی میں پہنچ چکا تھا لیکن اُس کا دائرہ اُس نواح میں اُس وقت تک بہت محدود اور غیر اہم رہا جب تک کہ شمال کی جانب سے اسلامی سیلاب وہاں تک نہ پہنچ گیا۔
بنابریں ہمکو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اسلام مستقل طور پر ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی کے ذریعہ پانچویں صدی ہجری میں داخل ہوا۔ اور افغانستان کے باشندوں نے جو خود بھی سیستان و

طبرستان واصفہان کے باشندوں کی طرح سازشی نقیبوں اور داعیوں کے معمول۔ جنگ وپیکار کے ہنگاموں میں عرصہ سے مصروف اور اسلام کی حقیقی تعلیمات اور علم دین سے زیادہ تر بے بہرہ تھے ہندوستان میں اسلام کو شایع کیا۔ دوسو سال تک اسلام پنجاب سے آگے نہیں بڑھا اور اس دوسو سال کے عرصہ میں خاندان غزنوی جو پنجاب پر قابض اور محمود غزنوی کی وفات کے بعد ہی سے مسلسل خانہ جنگی میں مبتلا تھا پنجاب میں اشاعت اسلام کا کوئی اہتمام نہیں کر سکا اور جیسا کہ دوسرے ممالک اسلامیہ کے مذکورہ حالات سے اندازہ ہو سکتا ہے پنجاب میں تعلیمات اسلامیہ کے شایع کرنے کا دوسرے مسلمانوں کو بھی موقع نہیں ملا۔ اسی زمانہ یعنی پانچویں صدی کے شروع میں فقہ حنفی کی سب سے پہلی کتاب قدوری احمد بن محمد بن احمد بغدادی نے لکھی لیکن ہندوستان اور پنجاب ابھی تک فقہی اختلافات سے بے خبر تھا۔ اسی زمانہ میں سلطان مسعود ابن سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش ایک داعی اسلام کی حیثیت سے وارد پنجاب ہوئے اور بعض ہندو خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے مگر یہ کام محدود اور ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا کما حقہ کفیل نہ تھا۔ بخارا کا حکمراں سامانی خاندان شیعیت کا مخالف اور سُنی خاندان تھا۔ سلطان محمود غزنوی اور اس کا خاندان بھی اگرچہ سُنی تھا لیکن افغانستان کے قبائل میں قرامطہ اور باطنیہ خیالات کی چونکہ خصوصی اہتمام سے اشاعت ہو چکی تھی لہذا محمود غزنوی کے جانشینوں کا جو اپنی ہی مصیبتوں اور خانہ جنگیوں میں مصروف رہے افغانستان والوں کے عقاید واعمال پر کچھ زیادہ اثر نہ پڑ سکا۔ بغداد میں اگرچہ مدرسہ نظامیہ سلجوقیوں کے عہد حکومت میں جاری ہو چکا تھا لیکن دمشق میں [illegible]ھ تک مسجدوں میں شیعوں کی اذانیں ہوتی رہیں اور تراویح پڑھنے کی لوگوں کو اجازت نہ تھی اور [illegible]ھ میں بغداد کے اندر حنابلہ اور اشاعرہ میں کسی مسئلہ کے متعلق جھگڑا ہوا اور سیکڑوں آدمی مارے گئے بحالات مذکورہ افغانستان میں کتاب وسنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کہاں ممکن تھا۔ افغانستان کا غوری خاندان جس نے غزنویوں کو برباد کیا بہت سے ملحدانہ عقائد میں مبتلا اور قرامطہ بحرین اور عبیدیان مصر کے نشریات سے بخوبی متاثر تھا جس کا تاریخوں میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ مگر چونکہ اس عرصہ میں ماوراء النہر سے لیکر عراق وشام تک سلجوقی چھا گئے تھے وہ چونکہ بخارا ماوراء النہر سے اٹھے تھے لہذا سُنی تھے شیعی خیالات سے دور ونفور تھے ان

سلجوقیوں کا اثر افغانستان کے قبائل پر بھی بتدریج پڑتا رہا۔ سنجر سلجوقی نے غوری سرداروں کو گرفتار و باجگزار بنا کر افغانستان پر نہایت قوی اثر ڈالا اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ سلطان شہاب الدین غوری اور اُس کا بڑا بھائی دونوں کتاب و سنت کے متبع اور پابند تھے۔

دوسرے ملکوں کی حالت

پانچویں صدی کے آخر میں مسلمانوں کے تشتت و افتراق سے فائدہ اُٹھا کر عیسائیوں نے صلیبی حملے شروع کیے اور مصر کی عبیدی حکومت نے انتہائی نالائقی اور اسلام دشمنی کو کام میں لا کر عیسائیوں کو شام و فلسطین پر حملہ آوری کی ترغیب دی بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا اُدھر فقہ شافعی کا مراقش و اندلس و افریقہ میں فقہ مالکی سے اور بغداد و خراسان و بخارا میں فقہ حنفی سے زور شور کے ساتھ معرکہ جاری ہوا۔ اسی زمانہ یعنی سنہ [illegible]ھ میں یوسف بن تاشقین سلطان مراقش نے قاضی عیاض کی ترغیب سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو سوختنی قرار دیکر آگ میں جلایا جس کا نتیجہ معتقدین امام غزالیؒ کے ہاتھوں سلطنت مرابطین کی تباہی کی صورت میں برآمد ہوا۔ ادھر امام بزدوی اور قاضی ماوردی کے سے گروہ تنیبی وغیرہ حنفی اور شافعی مذہبوں کی حمایت و وکالت میں مصروف کار رہتے۔ چھٹی صدی کے آخر میں قادری۔ سہروردی اور چشتی وغیرہ تصوف کے مشہور خاندان بھی خراسان و عراق میں قائم ہو چکے تھے۔ اُس کے بعد ساتویں صدی ہجری کے شروع ہونے پر ہندوستان میں اسلامی دربار حکومت اور سلطنت اسلامیہ کا باقاعدہ سلسلہ جاری ہوا۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی ابتدا اور مبلغین اسلام کی کمی

سنہ ۶۰۲ھ میں ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک لاہور میں تخت نشین ہوا اور اُس کے بعد بہت جلد دہلی سلطنت اسلامیہ کا دار السلطنت قرار پایا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے ہمراہ حضرت امام فخر الدین رازیؒ کے ہندوستان آنے اور واپس چلے جانے کا تاریخوں میں ذکر آتا ہے لیکن قطب الدین ایبک کے ہمراہیوں میں جنگی آدمیوں۔ فوجی سپہ سالاروں اور لشکری لوگوں کے سوا صرف ایک دو معمولی عالموں کا نام آیا ہے۔ ہاں کچھ عرصہ پہلے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر میں آکر فروکش ہو چکے تھے لیکن اُن کا کام خواجہ علی ہجویریؒ کی طرح ہندوؤں کو مسلمان بنانا تھا مسلمانوں اپنی نومسلموں کو اسلام سکھانا دوسرے

لوگوں کا کام ہونا چاہیئے تھا جن کی کمی تھی۔ اسی زمانہ میں صاحب مشارق الانوار کا بھی ہندوستان آنا بلکہ ہندوستان ہی میں پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے لیکن ان کا علمی زمانہ ہندوستان میں نہیں بلکہ بغداد میں بسر ہوا۔ تمام شمالی ہند دریائے اٹک سے لیکر بنگال و آسام تک مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا اور اسی قدر ہی زمانہ میں فتح کیا تھا۔ اس وسیع ملک میں امن و امان قایم رکھنے اور ہندوؤں کی بغاوت کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لیے تمامتر توجہ اور پوری طاقتیں صرف کرنی پڑیں۔

ممالک اسلامیہ کی خانہ جنگی اور مغلوں کی مسلم کشی

یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت سلجوقیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ سلجوقیوں کے غلاموں۔ اتابکوں اور نوکروں نے جابجا خراسان۔ ایران۔ فارس۔ عراق۔ شام وغیرہ ملکوں کے چھوٹے چھوٹے صوبوں پر قابض ہوکر آپس میں لڑنا شروع کر دیا تھا۔ انھیں کی طرح بغداد کا عباسی خلیفہ ناصر لدین اللہ بھی سلجوقیوں کی گرفت سے آزاد ہوکر اپنا اثر و اقتدار قایم کرنے اور براہ راست ملکوں پر فرمانروا ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ان خود مختار ہونے والے سرداروں میں سب سے زبردست خوارزم شاہ تھا جسکا خراسان و ماوراءالنہر کے اکثر حصہ پر قبضہ تھا۔ فارس کا صوبہ سعد زنگی کے قبضے میں تھا۔ طاش تگین اور اُس کے داماد سنجر نے خوزستان پر قبضہ کر رکھا تھا۔ قتلغ بن ایلدکز رَے پر قابض تھا۔ اغلمش نے بلاد جبل اور قہستان کے اکثر علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک طرف الموت کی باطنی حکومت بھی اسی علاقہ میں موجود تھی۔ لرستان۔ دیار بکر۔ آذربائیجان۔ اربیلا۔ موصل حلب اور شام کے مختلف اضلاع میں الگ حکمراں موجود ہو گئے تھے اور ان چھوٹے چھوٹے فرمانرواؤں کی تعداد مذکورہ ممالک اسلامیہ میں سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی اور سب کے سب ہی ایک دوسرے کو مارنے اور پچھاڑنے میں مصروف تھے۔ ترکان غز کے گروہ مدت سے الگ لوٹ مار میں مشغول اور ماوراءالنہر سے شام و فلسطین تک کے شہروں اور قصبوں کو غارت کرتے پھر رہے تھے غرض قتل و غارت اور جنگ و پیکار کے ہنگاموں سے یہ تمام علاقے وہاں کے باشندوں کے لیے تنور بلکہ نمونۂ دوزخ بن گئے تھے۔ ۶۰۲ھ میں قطب الدین ایبک گھوڑے سے گر کر فوت ہوا اور شمس الدین التمش کا عہد حکومت شروع ہو کر ناصرالدین قباچہ اور شمس الدین التمش کی لڑائیاں شروع ہوئیں لیکن شمس الدین التمش نے جلد اپنے حریفوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت شمالی ہند

Marfat.com

میں قایم کرلی۔ اُدھر خوارزم شاہیوں اور خلیفہ ناصر الدین اللہ کی فوجوں میں بڑے بڑے معرکے ہو چکے تھے۔ خلیفہ نے خوارزم شاہی طاقت کے مقابلے میں اپنے آپکو کمزور پاکر اور کامیابی سے مایوس ہوکر مغلوں کے سردار چنگیز خاں سے جو غیر معمولی طور پر بڑی طاقت حاصل کرچکا تھا سلام پیام کا سلسلہ شروع کرکے خوارزم شاہی سلطنت پر حملہ آوری کی ترغیب دی یہ امر مشتبہ ہے کہ چنگیز خاں نے خلیفہ بغداد کے اشارے سے حملہ کیا یا خود خوارزم شاہی سلطنت نے چنگیز خاں کو حملہ آوری پر مجبور کردیا تھا۔ بہرحال ۶۱۶ھ میں چنگیز خاں نے سمرقند و بخارا کا علاقہ فتح کرکے خراسان کی طرف پیشقدمی کی اور انسانی خون کے دریا بہا دیئے۔ صرف ہرات میں قتل ہونے والوں کی تعداد بعض مورخین نے سولہ لاکھ بیان کی ہے اسی سے صدہا شہروں اور قصبوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ غرض اس طرح وہ بدامنی و بربادی جو سلجوقیہ کی تباہی کے بعد چھٹی صدی کے ربع آخر سے ممالک اسلامیہ میں پیدا ہوئی تھی ساتویں صدی ہجری کے ربع اول میں حد کمال کو پہنچ گئی۔ ایسی حالت میں جبکہ تمام ماوراء النہر اور خراسان و ایران و آذربائیجان پر غیر مسلم اور خونریز مغل مستولی و متصرف ہوگئے۔ بقیۃ السیف مسلمانوں کے لیے عزلت نشینی و گوشہ گزینی اور علایق دنیوی سے بے تعلقی کے سوا کوئی بچاؤ کی صورت نہ تھی۔ غرض مغلوں کی اس تاخت و تاراج نے جو یقیناً خدائے تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی بداعمالیوں اور غفلتوں کی سزا تھی مسلمانوں کی مردم شماری کو گھٹایا اور تلواریں توڑ توڑ کر گوشہ نشین ہوجانے والوں کی تعداد کو بڑھایا۔ چونکہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت مغلوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رہی تھی لہٰذا مذکورہ ممالک کے اکثر شاہزادے اور امرا بھاگ بھاگ کر ہندوستان چلے آئے اور اس طرح ہندوستان کا اسلامی دربار جو اپنی سپاہیانہ سادگی میں ممتاز تھا یکایک شان و شکوہ اور شاہانہ عظمت و جبروت سے لبریز ہوگیا۔ چنانچہ سلطان ناصر الدین محمود ابن سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں بغداد کی تباہی کے بعد جب چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کا سفیر ہندوستان آیا تو دربار دہلی کی شان و شوکت اور پناہ گزین سلاطین کی کثرت دیکھکر بحد مرعوب واپس گیا۔ بغداد میں چنگیز خاں کی وفات کے بعد تک بھی خلیفہ موجود اور عباسیوں کا تخت خلافت قایم تھا اُدھر اَلموت میں فدائیوں یا باطنیوں کی سلطنت جو حسن بن صباح کی قایم کردہ تھی باقی تھی۔ شاہ اَلموت نے مغلوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں اپنی موت دیکھکر ۶۳۵ھ میں یورپ کے عیسائیوں کو مغلوں کے مقابلہ میں

حملہ آوری کی ترغیب اور اپنا سفیر بھیجکر ممالک اسلامیہ کو جو صلیبی حملوں میں فتح نہ ہوسکے تھے فتح کر لینے کی دعوت دی لیکن عباسیوں نے گوشت خور و خان سنگ کنکر خاموشی اختیار کی اور باطنیوں کی یہ سفارت بے نیل مرام ناکام واپس آئی۔

خلافت بغداد کی بربادی اور ہندوستان میں ایرانی وخراسانی مسلمانوں کی آمد

۶۵۴ھ میں مغلوں نے الموت کی باطنی یعنی شیعہ سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ بغداد کے خلیفہ کو برباد کرنے کی مغلوں کو خواہش نہ تھی اور وہ شاید اپنی واہمہ پرستی کی وجہ سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ بغداد کے خلیفہ پر حملہ کرنے سے کوئی آفت سماوی ہم پر نازل ہو جائے گی لیکن علقمی اور نصیر طوسی دو شیعہ بغداد اور خلیفۂ بغداد کی بربادی کے لیے متفق ہو گئے۔ علقمی خلیفہ کا وزیر اور نصیر طوسی مغلوں کے بادشاہ ہلاکو خاں کا مصاحب تھا۔ ان دونوں کی متفقہ سازش نے ۶۵۶ھ میں عباسی خلیفہ کو مغلوں کے ہاتھوں گرفتار و مقتول کرا کر دم لیا اور بغداد و نواح بغداد میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مقتول و شہید ہوئے۔ بغداد کی اس بربادی کا حال سن کر عیسائی ملکوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ہندوستان میں جب یہ خبر پہنچی تو کئی سال تک اس خبر کو کسی نے صحیح نہ سمجھا۔ ہندوستان میں باقاعدہ اسلامی سلطنت قائم ہونے کے باون سال بعد خلافت بغداد برباد ہوئی اور ترکستان سے شام کے ملک تک مغلوں کی زبردست اور ظالم و خونریز سلطنت قائم ہو گئی۔ عراق و شام وغیرہ کے مسلمان جو اپنا وطن چھوڑ کر بھاگ سکتے تھے مصر کی طرف جہاں مملوکیوں کی اسلامی سلطنت قائم تھی متوجہ ہوئے اور خراسان (افغانستان) سیستان وغیرہ ملکوں کے وہ مسلمان جو بربادیٔ بغداد کے بعد اسلامی سلطنت کے دوبارہ قائم ہونے سے مایوس ہو چکے تھے اور وطن چھوڑ سکتے تھے ہندوستان میں آنے شروع ہوئے۔ ان نو واردوں میں اہل سپاہی بھی تھے اور ذی علم پڑھے لکھے لوگ بھی شامل تھے۔ مغلوں کے پچاس سالہ مظالم نے حوصلوں کو پست اور خیالات کو تنگ کر دیا تھا۔ ہندوستان میں جہاں سپاہی پیشہ مسلمانوں۔ تو مسلموں اور ہندوؤں کی آبادی تھی اور فاتح و حکمراں ہونے کی حیثیت سے اس وسیع و زرخیز ملک میں مسلمانوں کو ہر قسم کی فراغت و راحت میسر تھی ان آنے والوں نے اپنی خاندانی عظمت اور برباد شدہ دولت و حشمت کا یقین دلا کر عزتیں اور جاگیریں حاصل کیں اور فوجی و انتظامی

عہدوں پر مامور ہوئے۔

ہندوستان میں صوفیائے کرام

انھیں آنے والوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ اُنھوں نے اپنے خراسانی پیروں اور مرشدوں کے نام کی شہرت سے فائدہ اُٹھاکر باحقیقی شوق عبادت اور خواہش گوشہ نشینی کی بنا پر زاویوں اور خانقاہوں کی طرف رُخ کیا ایسے ہی لوگوں میں باطنیوں اور فدائیوں نے بھی پناہ لینی شروع کی۔ جس طرح دوسرے مُلکوں میں شیخ مجدالدین بغدادیؒ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ)۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی ۶۳۸ھ) مولانا شمس الدین محمد تبریزیؒ (متوفی ۶۴۵ھ) شیخ المشائخ سعدالدین حمویہؒ (متوفی ۶۵۰ھ) مولانا جلال الدین رومیؒ (متوفی ۶۷۲ھ) وغیرہ صدہا صوفیائے کرام موجود تھے اسی طرح ہندوستان کی باقاعدہ اور آزاد سلطنت اسلامیہ کو پورے سو برس نہ گذرنے پائے تھے کہ اس ملک میں خواجہ معین الدین چشتیؒ (متوفی ۶۳۳ھ) خواجہ بختیار کاکیؒ (متوفی ۶۳۳ھ)۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ خلیفۂ خواجہ معین الدین اجمیری سنجری (متوفی ۶۷۳ھ) شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ (متوفی ۶۶۶ھ) شیخ فریدالدین گنجشکر (متوفی ۶۶۴ھ) شیخ شرف الدین بو علی قلندر عراقی پانی پتیؒ (متوفی ۷۲۴ھ) شاہ نظام الدین اولیاءؒ (متوفی ۷۲۵ھ)۔ شاہ حسام الدین حسینی تیغ برہنہ۔ شیخ برہان الدینؒ وغیرہ سیکڑوں صوفیائے عالی مقام موجود ہوکر لشکر سلطانی کے فوجی لوگوں اور نومسلموں کے مرکز توجہ بن گئے ان بزرگوں کی خانقاہوں میں مجاہدات شاقہ۔ نفس کشی اور ترک علایق کا تو زیادہ زور شور تھا مگر قرآن وحدیث کے درس کا کوئی قابل تذکرہ اہتمام نہ تھا۔ ہندوستان کے ہندوؤں پر جو اسلامی سلطنت کے قایم ہونے سے پہلے بودھوں کی مسخ شدہ تعلیمات اور برہمنی مذہب کے نوتصنیف شاستروں کے اثر سے وحدت وجود۔ جوگ اور سادھو پن کی طرف راغب تھے ان صوفیائے کرام کی خانقاہوں کا بہت ہی اچھا اثر پڑا اور ان کے ذریعہ نومسلموں کی تعداد میں خوب اضافہ ہوا۔ انھیں صوفیائے کرام کے لباس میں باطنی طریقہ کو بھی رواج ورسوخ حاصل ہوتا رہا چنانچہ جس طرح ۳۰۹ھ میں منصور حلاج کا واقعہ بغداد میں پیش آیا اُسی طرح ۶۹۳ھ میں سیدی مولہ کا حادثہ دہلی میں رونما ہوا۔ بغداد میں منصور حلاج کو قاضی ابو عمر اور دیگر علماو فقہا کے فتوے کے موافق ترمطی ہونے کے الزام میں قتل کیا گیا تھا۔ دہلی میں سیدی مولہ بھی فدائی اور باطنی ہونے کی وجہ سے مفتیان دہلی کے فتوے کے موافق مقتول ہوا جس طرح

چند روز کے بعد بغداد والوں نے منصور حلاج کو ولی کامل اور محبوب صادقین کیا اسی طرح دہلی والوں نے چند روز کے بعد سیدی مولہ کو اولیائے کرام میں شامل کیا۔ حالانکہ اُس زمانہ میں فدائیوں نے گجرات و سندھ سے لیکر دہلی اور بدایوں تک تمام علاقے میں بہت سے ہندوؤں اور نومسلموں کو اپنا ممنوں بنا رکھا تھا اور یہی لوگ تھے جنھوں نے ۶۳۵ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں جبکہ مسلمان نماز جمعہ ادا کر رہے تھے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

آٹھویں صدی کے شروع میں اسلام کی حالت ہندوستان میں کیا تھی

غرض آٹھویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ تک ہندوستان کے اسلام کی حیثیت بڑے بڑے مرکزی شہروں میں زیادہ سے زیادہ وہ تھی جو ساتویں صدی کے شروع میں خراسان کے اسلام کی تھی۔ کیونکہ ہندوستان کا اسلام ابھی تک خراسان ہی کے اسلام کا ایک بگڑا ہوا عکس اور سایہ تھا۔ یہاں نہ عراق وشام و حجاز کے عالمان علم دین اور مبلغین کتاب وسنت کو آنے کا موقع ملا تھا اور نہ سمرقند و بخارا کے علماء کا یہاں گذرا ہوا تھا (سمرقند و بخارا میں شیعیت کا کوئی قابل تذکرہ اثر ابتک نہ پہنچ سکا تھا)۔ جو مسلمان ہندوستان میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو کر حاکمانہ زندگی بسر کر رہے تھے وہ خود علم حدیث سے ناواقف اور دینی معلومات میں بالکل ادھورے اور خام و ناتمام تھے۔ جو ہندوستانی نومسلم تھے وہ آجکل کے آگرہ و متھرا کی طرف رہنے والے ملکانوں کی طرح مسلمان تو تھے مگر حقیقت اسلام اور تعلیمات اسلامیہ سے بے خبر تھے اس لیے کہ قرآن و حدیث کے سیکھنے۔ پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت و اہمیت سے تو خراسانی و افغانی مسلمان بھی ابھی تک کما حقہ آشنا نہ تھے۔ اس زمانہ کے ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک مصری عالم شمس الدین ترک کا حال جو ضیائے برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے قابل توجہ ہے۔ حضرت شمس الدین ترک ۷۰۰ھ میں بعہد سلطان علاءالدین خلجی ہندوستان آئے تھے۔ ضیائے برنی کی تحریر کا حاصل مطلب بطور خلاصہ اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں جو اس طرح ہے کہ

"ایک بے نظیر محدث اور عالم جن کو شمس الدین ترک کہتے تھے مصر سے حدیث کی چار سو کتابیں لیکر ملتان آئے تھے اور ملتان سے دہلی جانے کا قصد رکھتے تھے اُنھوں نے جب یہ بات سُنی کہ ہندوستان کا بادشاہ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا

تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور شہر دہلی کے حالات سُن سُن کر ملتان ہی سے مصر کی طرف واپس چلے گئے۔ واپس جانے سے پہلے اُنھوں نے ایک خط یا رسالہ لکھکر سلطان علاء الدین خلجی بادشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا اس میں لکھا تھا کہ مَیں مصر سے دہلی کا ارادہ کر کے چلا تھا کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت دہلی میں کرونگا اور محض خدا اور رسول کی خوشنودی کے لیے آیا تھا کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت پیشہ مولویوں اور بددیانت عالموں کی روایتوں سے نجات دلاؤں لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے لہذا مَیں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں مَیں نے سُنا ہے کہ آپ کے شہر میں احادیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا مَیں حیران ہوں کہ وہ شہر جس میں حدیث نبوی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کی روایتوں پر عمل کرتے ہیں تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور عذاب الٰہی اُس پر کیوں نازل نہیں ہوتا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ آپ کے شہر میں سیاہ رُو بدبخت مولوی فتوے اور نامعقول روایتوں کی کتابیں کھولے ہوئے مسجدوں میں بیٹھے رہتے اور روپیہ پیسہ لیکر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بتاتے رہتے ہیں مسلمانوں کے حق کو بھی باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں۔" انتہی کلامہ

سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ میں کتاب وسنت کی اشاعت کا کوئی انتظام ہندوستان میں نہ ہوا اور مذکورہ بے علم افغانی وخراسانی باپ دادا کی مراسم اور چند دور از کار و بے حاصل فقہی مسئلوں اور جاہلانہ فتووں کی واقفیت کا نام علم دین اور ہندوؤں۔ آتش پرستوں اور مسلمانوں کی رسموں کے مجموعہ کی حفاظت کرنے والے مراسم پرستوں کا نام علمائے دین رہا۔ اگر اتفاقاً کوئی خدا کا نیک بندہ فہم وفراست اور کتاب وسنت کی طرف توجہ دلاتا تو وہ علمائے سوء اور بدمذہب لوگوں میں تہکار ہو کر انگشت نما ہوتا۔ اور جاہل بادشاہوں کی حماقت اُن کے بُجل ڈالنے اور آثار پرست مولویوں کا اثر اُس کے ذلیل کرنے پر مستعد نظر آتا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ سلطان علاء الدین کے زمانہ میں راس کماری تک تمام بر اعظم ہند پر اسلامی حکومت قائم ہوگئی اور سلطان علاء الدین کے محکمۂ جاسوسی کی بدولت فدائیوں یا باطنیوں کو بھی اپنی شرارتیں پھیلانے کا موقع باقی نہ رہا۔ سلطان

Marfat.com

فیروز تغلق آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں پیدا اور ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اُس نے اپنے رسالہ فتوحات فیروز شاہی میں جو کچھ لکھا ہے اُس کے ضروری اقتباس کو اُسی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں ان الفاظ کے ترجمہ کی اس لیے جرأت نہیں ہوئی کہ بعض الفاظ فحش اور تہذیب کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ان الفاظ سے اُس زمانہ کے ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کی عام اسلامی حالت کا اندازہ کرنے میں ضرور امداد مل سکتی ہے۔

"قومے بلباس دہریہ و ترک و تجرید مردان را گمراہ میکردند و مریدی ساختند و کلمات کفر می گفتند طائفہ ملحدان و اباحتیان جمع شدہ بودند و خلق را بالحاد و اباحت دعوت میکردند و در شبے بمقامے معین جمع می شدند از مردان محرم و غیر محرم و طعام و شراب درمیان می آوردند و می گفتند این عبادت است و زنان و مادران و خواہران یکدیگر کہ دراں شب جمع می آوردند جامۂ ہر کہ بردست کسے از ایشاں می افتادے با او زنا کردے پیران ایشاں شیعہ بودند شیعی مذہباں کہ ایشاں را روافض میگویند بسبب رفض و شیعہ مردان را دعوت میکردند و رسالہا و کتابہا درین مذہب پرداختہ و تعلیم و تدریس پیشہ ساختہ بودند و جناب خلفائے راشدین ام المومنین عائشہ صدیقہ و جمیع صوفیائے کبار رضی اللہ عنہم را سب صریح و شتم قبیح می گفتند و لواطت میکردند و قرآن مجید را مصحف عثمانی میخواندند۔ رسم و عادتے کہ در دین اسلام جائز نیست در شہر سلطان جلت شدہ بود کہ عورات در ایام متبرکہ جماعت جماعت پالکی سوار و گردون سوار و ڈولہ سوار و اسپ سوار و ستور سوار فوج فوج و جوق جوق پیادہ از شہر بیرون می آمدند و بمزارہا می رفتند (مقتبس از فتوحات فیروز شاہی)

سلطان محمد تغلق اور اشاعت کتاب وسنت آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک ہندوستان میں کتاب وسنت کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی اہتمام نظر نہیں آتا۔ سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہو کر کتاب وسنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام و انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مراسم پرست قاضیوں آبار پرست مفتیوں اور ہوا پرست اماموں کو موقوف کر کے اُن کی جگہ

Marfat.com

ماموری کرنے کے لیے کتاب وسنت سے واقف اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والے عالموں کی تلاش و جستجو شروع ہوئی اور جہاں تک قابل آدمی مل سکے مذکورہ عہدوں پر مامور کیے سلطان محمد تغلق کو سمجھدار اور کتاب وسنت سے واقف لوگوں کی کس قدر تلاش تھی اور ایسے لوگوں کا ہندوستان میں کس قدر کال تھا اس کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اُس کو جب یہ معلوم ہوا کہ خواجہ نصیر الدین اودھی المعروف بہ چراغ دہلیؒ کتاب وسنت کے عالم اور احادیث نبوی پر عمل کرنے کے شایق ہیں تو سلطان نے اُن کو مجبور کیا کہ وہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ اور زاویہ تنہائی کو چھوڑ کر سلطان کی مصاحبت اختیار کریں اور اپنے علم حدیث سے دربار شاہی کو مستفیض ہونے کا موقع دیں۔ خواجہ ممدوح کی طرف سے انکار اور سلطان کی طرف سے اصرار رہا یہاں تک کہ اس انکار و اصرار نے ترقی کرکے دونوں میں کشیدگی اور ناخوشی پیدا کردی۔ مشہور مغربی سیاح ابن بطوطہ جب ہندوستان آیا اور سلطان محمد تغلق سے ملا تو سلطان نے باصرار اُس کو شہر دہلی کا قاضی مقرر کیا اور وہ کئی سال تک اس عہدہ پر مامور رہا۔ آخر چینی سفارت میں شامل ہونے کا حیلہ تلاش کرکے دہلی سے رخصت ہوا۔ عین الملک صوبہ دار اودھ ایک ذی علم اور روشن خیال شخص تھا سلطان محمد تغلق اُس کے علم و فضل کی وجہ سے اُس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ ایک مرتبہ عین الملک کے بھائیوں نے غلط فہمی پیدا کرکے سلطان کے خلاف بغاوت پیدا کردی اور عین الملک سلطانی فوج کے مقابلہ میں صف آرا رہا۔ عین الملک میدان جنگ میں گرفتار ہوکر سلطان کی خدمت میں پابزنجیر پیش کیا گیا۔ سلطان نے اُس کو دیکھتے ہی آزاد کیا اور اُس کی تمام خطاؤں سے درگزر فرما کر پہلے سے زیادہ اُس کے مرتبہ کو بڑھایا اور اپنی برابر عین الملک کو بٹھایا نیز اس بات کو صاف الفاظ میں ظاہر فرمایا کہ اپنے علم اور روشن خیالی کی وجہ سے عین الملک ان تمام مہربانیوں کا مستحق ہے۔

کتاب وسنت کے خلاف بدعتی مسلمانوں کا جوش وخروش

اس بیدار اور روشن خیال اور متبع کتاب وسنت سلطان نے جب شرکیہ و بدعیہ مراسم کے خلاف کوشش کی تو تمام عالم نما جاہل اور مسلم نما بددین لوگ اُس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور اس سبب سے سلطان کو بدنام کرنے اور اس کے تمام نیک کاموں کو بگاڑنے کے لیے مراسم پرست صوبہ داروں نے بہت

وجی سرداروں اور نالائق غنبیوں نے متفق ہو کر اور بہت سے خانقاہ نشینوں کو بھی اپنی سازش میں شریک کر کے سندھ کے ریگستان میں اس کا اور اُس کی اولاد کا خاتمہ کیا اور اُس کے روشن خیال مدبر وزیر کو دہلی کے قریب بے دردی سے قتل کر کے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اسی مجرمانہ سازش کا یہ نتیجہ ہوا کہ پورے برِاعظم ہند کی عظیم الشان اسلامی شہنشاہی کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ بنگال کا صوبہ خود مختار ہو گیا۔ دکن میں بہمنی سلطنت جُدا قایم ہوئی اور بہمنی سلطنت کے جنوب یعنی دکن کے جنوبی تنگ حصہ میں ایک ہندو خود مختار ریاست بھی پیدا ہو گئی ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ÷ کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

سلطان محمد تغلق کے بعد اگرچہ کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کا نظام درہم برہم ہو گیا لیکن سلطان ممدوح نے جو تحریک شروع کی تھی وہ خود بخود اندر ہی اندر اپنا اثر کرتی رہی۔ سلطان محمد تغلق کے تفصیلی حالات اور شرک و بدعت کے طوفانوں کی شرح کیفیت جو ہندوستان اور ایران و خراسان میں اُمڈے ہوئے تھے میں اپنی کتاب آئینۂ حقیقت جلد دوم میں لکھ چکا ہوں جو قابلِ ملاحظہ ہے غرض سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد ہندوستان کی اسلامی سلطنت کمزور ہوتے ہوتے آٹھویں صدی کے خاتمہ پر بالکل پارہ پارہ ہو گئی اور ۸۰۰ھ میں تیمور نے جو چنگیزی مغلوں کی ایران پر حکومت کرنے والی شاخ کی مانند شیعیت کی جانب زیادہ مائل تھا ہندوستان پر حملہ کر کے خاندانِ تغلق کا خاتمہ کر دیا اور ہندوستان کو خانہ جنگی و بدامنی کی مصیبت میں مبتلا چھوڑ کر روز آواپس چلا گیا اور سلطان بایزید یلدرم عثمانی کی اُن سرگرمیوں کا جو وہ یورپ کی عیسائی سلطنتوں کے زیر کرنے اور صلیبی حملوں کا بدلہ لینے کے لیے کام میں لا رہا تھا خاتمہ کر دیا۔

خانہ کعبہ میں چار مصلّوں کا قایم ہونا یہی وہ زمانہ تھا کہ ۸۰۱ھ میں مصر کے بادشاہ فرج بن برقوق چرکس نے خانہ کعبہ میں منجملہ سات یا زیادہ مصلّوں کے صرف چار مصلے باقی رکھے اس زمانے تک خانۂ کعبہ کے سات یا زیادہ مصلّوں کو کوئی قابلِ تذکرہ اہمیت حاصل نہ تھی ہر شخص جس مصلے پر چاہتا نماز ادا کرتا اور ایک ہی امام کے پیچھے ایک ہی جماعت میں سب نماز ادا کرتے فرج بن برقوق نے چار مصلے اور ہر مصلے کے لیے الگ الگ امام مقرر کر کے چار الگ الگ جماعتوں کا سلسلہ جاری کیا۔ اُس زمانہ کے مسلمانوں اور ہر اسلامی ملک کے مسلم علماء نے اس کی سخت مخالفت کی

Marfat.com

مگر چونکہ حجاز اور مکہ معظمہ پر چراکسہ کی حکومت تھی لہذا یہ بات رفتہ رفتہ سب کو گوارا ہو گئی۔ اس سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے یعنی ۶۶۵ھ میں مصر کے بادشاہ ملک الظاہر بیبرس نے مصر میں حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی چار قاضی مقرر کر کے چار فقہی مذاہب کو مخصوص و متعین کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باقی فقہی مذاہب کی شہرت و معرفت جاتی رہی ورنہ اس سے پہلے اور بھی متعدد فقہی مذاہب مشہور و مروج تھے۔

آٹھویں صدی کے خاتمہ پر شمالی ہند اور دکن و گجرات کی حالت

آٹھویں صدی ہجری کے خاتمہ پر شمالی ہند میں تاریکی چھائی ہوئی تھی لیکن جنوبی ہند میں سلطان محمود شاہ بہمنی ابن علاء الدین حسن گانگوی نے کتاب و سنت کی اشاعت میں بہت کوشش کی جو نویں صدی کے وسط تک کم و بیش ملک دکن کی روشنی کا موجب رہی۔ نویں صدی ہجری میں ہندوستان کے بنگالہ۔ جونپور۔ دہلی۔ مالوہ۔ خاندیس۔ گجرات۔ کشمیر۔ سندھ۔ پنجاب۔ دکن وغیرہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی اسلامی حکومتیں قایم اور سب آپس کی لڑائی جھگڑوں میں مسلسل مصروف رہیں۔ اسی زمانہ میں سید بدیع الدین مکن پوری کے ذریعہ تصوف کے سلسلۂ مداریہ کی ابتدا ہوئی۔ تصوف کے سلسلۂ نقشبندیہ نے بھی ہندوستان میں رسوخ و رواج پانا شروع کیا۔ باقی سلسلے پہلے سے موجود تھے۔ اس نویں صدی میں جبکہ کشت و خون کے ہنگاموں نے سارے براعظم ہندوستان کو میدان جنگ بنا رکھا تھا۔ عراق عرب۔ خراسان۔ ایران اور مصر سے بعض علماء دکن اور گجرات کے درباروں میں آئے اور ان میں سے بعض جونپور بھی پہنچے لیکن لڑائیوں اور خانہ جنگیوں کی کثرت نے کتاب و سنت کی کوئی قابل تذکرہ اور نتیجہ خیز خدمت نہ کرنے دی البتہ دکن میں وزیر السلطنت خواجہ محمود گاوان کی مساعی جمیلہ سے علم دین کا چرچا ہوا اور بعض دینی مدارس بھی جاری ہوئے۔ گجرات میں سلطان محمود بیگڑہ کی دین پروری اور قدردانیٔ علم نے علمائے ربانی کے لیے احکام دین کی تبلیغ و اشاعت کا موقع بہم پہنچایا اور مولانا وجیہ الدین مالکی کو جو مصر و شام ہوتے ہوئے گجرات آئے تھے ملک المحدثین کا خطاب دیکر آخر عمر تک گجرات ہی میں قیام کرنے پر مجبور کیا (ان کے بعد گجرات میں وجیہ الدین نام کے ایک دوسرے بزرگ بھی گذرے ہیں جو ۹۹۸ھ میں فوت ہوئے تھے)

Marfat.com

دسویں صدی ہجری کی ابتدا

نویں صدی ہجری کے آخر اور دسویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ میں جس طرح دنیا کے اور ملکوں میں بڑے بڑے تغیرات رونما ہوئے اسی طرح ہندوستان میں بھی اہم تغیرات کا ظہور ہوا۔ عیسائیوں نے اندلس سے مسلمانوں کا نام و نشان گم کیا۔ عثمانیوں نے مصر و شام و حجاز پر قبضہ کر کے شاہان مصر اور خلفائے عباسیہ کے برائے نام سلسلہ کو مٹایا۔ کولمبس نے امریکہ اور واسکوڈی گاما نے ہندوستان آنے کا بحری راستہ معلوم کیا۔ مارٹن لوتھر باشندۂ جرمنی نے رومن کیتھولک عیسائیوں کے خلاف اور پوپ کا مذہبی اقتدار مٹانے کے لیے زبردست اور نتیجہ خیز کوشش شروع کی۔ تیموریوں کی حکومت خراسان وایران سے مٹی۔ ایران میں صفویوں کی ایک زبردست شیعہ سلطنت قائم ہوئی۔ عثمانیوں کی سلطنت ایشیا و افریقہ و یورپ تینوں براعظموں میں وسیع ہو کر عروج کو پہنچی۔ ہندوستان کی بہمنی سلطنت میں زوال و انحطاط پیدا ہوا اور بہت جلد پارہ پارہ ہو گئی۔ شمالی ہند میں لودیوں نے اپنی زبردست سلطنت قائم کی۔

کبیر و نانک کے جدید فرقے اور مسلمان

بنارس میں کبیر داس نے اور پنجاب میں بابا نانک نے نئے مذہب اور نئے فرقے قائم کر کے اس بات کی کوشش کی کہ ہندو مسلمان دونوں کو ایک مذہب اور ایک مسلک پر مجتمع و متفق کر دیا جائے۔ مشرقی ہند میں کبیر کا اور مغربی ہند میں نانک کا جدید مذہب جاری کرنا اور ہندو مسلمان دونوں کا اُن کی طرف متوجہ ہو کر اُن کے جدید مذہبوں کو اختیار کر لینا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ کتاب و سنت کا کوئی معقول چرچا نہ ہونے کے سبب بے علم صوفیوں اور جاہل پیروں کے ہاتھوں ہندوستان میں عام طور پر مسلمانوں کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ہو گئی تھی کہ اُن کو مشکل ہی سے مسلمان کہا جا سکتا تھا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک شخص جو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے واقف ہوا ور کبیر کے دوہروں کو عقیدہ و اعمال کی بنیاد قرار دے اور گرو گرنتھ کے اشلوکوں پر آیات قرآنی کی طرح ایمان لائے اور جب کبیر داس اور نانک صاحب فوت ہوں تو مسلمان اور ہندوؤں میں اُن کی لاش کے دفن کرنے یا جلائے جانے پر تلواریں کھنچ جائیں۔ سلطان بہلول لودی تو ایک سپاہی آدمی تھا اس کو علم و فضل سے کوئی واسطہ نہ تھا لیکن اُس کا بیٹا سکندر لودی پڑھا لکھا اور خاصا تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ فارسی زبان میں شعر بھی کہہ سکتا تھا لیکن گذشتہ سیکڑوں سال کی مسلسل خانہ جنگیوں نے شمشیر زن اور سپاہی پیشہ لوگوں کی قدر اس قدر

Marfat.com

بڑھا دی تھی کہ فوجی نوکریوں کے مقابلہ میں دفتروں کے اندر بیٹھکر لکھنے پڑھنے کا کام کرنے کو مسلمان لوگ عام طور پر عیب اور بے عزتی تصور کرتے اور علم دین تو کیا معمولی نوشت و خواند کی طرف بھی متوجہ نہ ہوتے تھے چنانچہ سلطان سکندر لودی کو مجبوراً ہندوؤں کی قوم کایستھ کو فارسی زبان کی تعلیم دلاکر دفتروں کے عہدے انکے سپرد کرنے پڑے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ جاہل پیروں اور معمولی سی شُد بُد رکھنے والے ملاؤں کے ہاتھ میں ان جنگی لوگوں کی مذہبی باگ ہوگی اور انہیں کے فتوے اور انھیں کی ایجاد کردہ رسمیں ان لوگوں کے لیے آیت و حدیث کا مرتبہ رکھتی ہونگی۔ سلطان سکندر کے زمانہ میں علمائے دین کس قدر نایاب تھے اس کا اندازہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ جب شیخ جمالی کنبوہ حجاز، عراق، خراسان کا طویل سفر ختم کرکے دہلی گئے تو سلطان سکندر سنبھل میں مقیم تھا۔ سلطان نے بار بار اُن کے بلانے کو آدمی بھیجے اُن کے آنے میں دیر ہوئی تو اُن کے پیر اور خسر شیخ سماء الدینؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ میری سفارش کیجیے اور شیخ جمالی کو میرے پاس آنے پر آمادہ و رضامند کر دیجیے پھر ایک مثنوی خود تصنیف کرکے شیخ جمالی کے پاس بھیجی جس میں شوق ملاقات کا اظہار کیا گیا تھا شیخ جمالی آئے تو سلطان نے اُن کو پھر اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیا اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ اسی طرح مولانا عبد اللہ طلنبی شیخ عزیز اللہ طلنبی اور مولانا عبد اللہ طلنبی (ملتانی) اور سید رفیع الدین صفوی شیرازی شافعی کی بہت عزت و تکریم کیا جاتا تھا۔

سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے ذریعہ کتاب وسنت کی اشاعت

آخر اس زمانہ کے طوفانِ جہالت اور بدعت و بدعت کی ظلمت و ضلالت کو دیکھکر جونپور سے سید محمد صاحب جو مہدی جونپوری کے نام سے مشہور ہیں محض کتاب وسنت کی اشاعت پر کمربستہ ہوئے۔ اُن کے دعوئ مہدویت کے متعلق آج کل صحیح کیفیت کا معلوم ہونا بیحد دشوار ہے کہ اُس کی کیا حقیقت و اصلیت تھی اور اُن کے کیا الفاظ تھے اور اُن کا کیا مفہوم تھا لیکن اس بات کی متفقہ شہادتیں اُن کے مخالفین سے بھی بالتصریح منقول ہیں کہ وہ خود بھی قرآن و حدیث کے سختی سے پابند اور اُن کی جماعت کے تمام افراد کتاب وسنت کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ تھے۔ اُنھوں نے جونپور سے بیانہ، سندھ۔ گجرات اور دکن تک کتاب وسنت کی تبلیغ و اشاعت کا کام کیا اور بڑے بڑے سرداروں، فرمانرواؤں اور سپہ سالاروں کو بھی کتاب وسنت کا پابند بنا دیا۔ آخر دسویں صدی کے ابتدائی زمانہ یعنی سنہ ۹۱۰ھ میں ملک افغانستان پہنچ کر قندھار جاتے ہوئے بمقام فراہ پہنچکر فوت ہوئے۔ انکے

شاگردوں اور عقیدتمندوں میں شیخ خضر ناگوری۔ سید محمود ابن سید محمد ذکور شیخ عبد اللہ نیازی نے اس سلسلۂ اشاعتِ کتاب وسنت کو جاری رکھا اور آخر میں شیخ علائی بیانوی نے اس خدمت کو سب سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ انجام دیکر اسی کام میں اپنی زندگی کو تمام کر دیا۔ شیخ علائی کے متعلق جب اُس زمانہ کے مولویوں اور ملاؤں سے سلیم شاہ ابن شیر شاہ نے فتوے طلب کیے تو جسقدر بدعتی رسم پرست اور دُنیا طلب مولوی تھے سب نے شیخ علائی کے کفر اور قتل کا فتوے دیا۔ لیکن جو دینی علم باخدا اور سمجھدار حضرات تھے اُنھوں نے شیخ کے مسلک کی تصدیق اور شیخ کے کام کی تائید و توثیق فرمائی۔ چونکہ اُس زمانہ میں مولوی نما جاہلوں۔ بدعتی ملاؤں اور زر پرست جبہ پوشوں کی کثرت اور علمائے حقانی کا قحط تھا لہذا فتوے گروں کی کثرت تعداد اور کتاب وسنت سے عناد رکھنے والے صاحبِ اقتدار کی کوشش نے شیخ علائی کی جان لیکر دم لیا۔ اس کے چند سال بعد خانہ جنگی کی بدولت پٹھانوں کی سلطنت کا تختہ اُلٹ گیا اور ہمایوں نے جو ایران سے شیعوں کا ممنونِ منت بنکر اور بہت سے شیعہ سردار ہمراہ لیکر واپس آیا تھا ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد قایم کی۔

شیعوں اور سُنیوں کی کشمکش ہمایوں اگرچہ تیموری نسل میں تھا اور تیمور شیعیت کیجانب مائل تھا لیکن ہمایوں کے باپ۔ دادا۔ پردادا نے ترکستان کی ریاست فرغانہ میں پرورش پائی تھی جہاں شیعیت کو کسی زمانہ میں بھی دخل حاصل نہیں ہوا اور جس طرح شروع ہی سے ایران میں شیعہ خیالات اور شیعی مذاہب کا سلسلہ چلا آتا تھا اسی طرح ترکستان میں شروع ہی سے سُنی مذہب کا سواد رہا تھا لہذا ہمایوں کا باپ بابر اور اُس کے ہمراہی ترکستانی سردار سُنی مذہب رکھتے تھے اب ہمایوں کے ہمراہی سرداروں میں بابری زمانہ کے ترکستانی سردار بھی تھے اور نئے ایرانی دوست بھی۔ ترکستانی سب سُنی تھے اور ایرانی سب شیعہ۔ اس طرح ہمایوں کی وفات کے بعد اکبر کی خورد سالی کے سبب سلطنت جب ان سرداروں کے اختیار میں آئی تو بیرم خاں کی وجہ سے شیعوں کا زور ہوگیا۔ ترکستانیوں یعنی سُنی سرداروں نے شیعوں کے خلاف ہاتھ پاؤں مارے اور نتیجہ یہ ہوا کہ بیرم خاں، علی قلی خاں۔ بہادر خاں وغیرہ سب مارے گئے اور شمس الدین محمد خاں اتگہ اور ماہم انگہ کا فریق برسرِ اقتدار آگیا۔ لیکن ان سُنیوں میں سب سے بڑے اعلم العلماء ملا پیر محمد خاں تھے جو عہد افغانیہ کے بدعتی ملاؤں کا مُثنیٰ اور معمولی استعداد رکھنے والے آدمی تھے۔ اکبر نے ہوش

سنبھالکر جب سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تو مذہب کی جانب زیادہ مائل ہوا۔

اکبر کے زمانہ میں اسلام

ہندوستان میں تمام مولویوں کے سرتاج اور عہد افغانیہ کے شیخ الاسلام ملا عبداللہ سلطان پوری تھے یا شیخ عبدالنبی گنگوہی (از اولاد امام ابوحنیفہ) چنانچہ شیخ عبدالنبی کو اکبر نے ہندوستان کا صدر الصدور بنا کر ملا عبداللہ سلطانپوری کو مخدوم الملک کا خطاب دیکر شیخ الاسلامی کا عہدہ سپرد کیا۔ آیندہ چلکر جب ان دونوں کا ملا مبارک ابن شیخ خضر ناگوری کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی سے واسطہ پڑا تو بہت جلد ان کا بھرم کھل گیا اور ۹۸۶ھ میں دونوں نے اپنے اپنے عہدوں سے معزول و برطرف ہونے کے بعد آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے دیے۔ اکبر جو خود بھی جاہل اور نوجوان بادشاہ تھا لامذہبی کی لعنت میں مبتلا ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑانے لگا اور اس کے دنیا پرست مصاحبوں نے اس کی تائید کی۔ ملا عبدالقادر بدایونی یا مثل ان کے اور بھی چند حضرات ایسے تھے جو اکبر اور اس کے مصاحبوں کی نالائقی کا اظہار کرنے سے باز نہیں رہتے تھے اور یہ کتاب و سنت کی اسی اشاعت و تعلیم کا نتیجہ تھا جو سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے ذریعہ لوگوں کو دیکھا چکی تھی۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے خود شیخ علائی کو دیکھا تھا انکے باپ سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے معتقد تھے۔ ملا صاحب کے استاد ملا مبارک بھی انہیں سے تعلق رکھتے اور تنگ خیالی و مراسم پرستی کے دشمن تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مخدوم الملک اور صدر الصدور مذکورہ ملا مبارک کے جانی دشمن تھے۔ آخر اکبر کی لامذہبی مسلمانوں کی عام جہالت۔ اہل دربار کی جاہ طلبی و شاہ پرستی نے ایک نیا مذہب ۹۹۰ھ میں جاری کرایا جس کا نام دین الٰہی رکھا گیا اور اکبر اس جدید مذہب کا پیشوا قرار پایا "کفر شایع شد" اس کی تاریخ ہوئی۔ گوا۔ دمن۔ دیو وغیرہ کے عیسائیوں کی معرفت توریت و انجیل وغیرہ عیسائیوں کی کتابیں منگوا کر ترجمہ کرائی گئیں اور ہندی و سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے کا کام تو پہلے ہی سے زور شور کے ساتھ جاری تھا۔

دربار شاہی کی لامذہبی اور الحادی احکام کا نفاذ

ہندو نویں صدی ہجری میں ہی طاقت ور اور ملک کے اکثر قطعات پر قابض و فرمانروا ہو چکے تھے اب ان کے ساتھ مسلمانوں کی رشتہ داریاں بھی شروع ہوئیں اور مغلیہ سلطنت میں ان کو وزارت عظمیٰ بہ سپہ سالاری اور صوبوں کی حکومتیں مل گئیں۔ ایران کے شیعہ۔ ہندوستان کے ہندو اور مذہب و بے دین نام کے

مسلمان - ان تین قسم کے آدمیوں سے دربار شاہی آباد تھا۔ ان لوگوں کے سوا کسی سچے پکے مسلمان کی دربار شاہی میں مطلق گنجائش نہ تھی۔ یہی لوگ شہروں اور صوبوں کی حکومت اور فوجوں کی سپہ سالاری پر مامور تھے۔ ایسی حالت میں اسلام کی شمالی ہندوستان میں جو حالت ہوگی اُسکا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ ماہ آبان اور دوسرے مخصوص ایام تھے جن میں کوئی جانور قطعی ذبح نہیں کیا جاسکتا تھا۔ قصابوں کو حکم شاہی کے موافق اچھوت قرار دیا گیا تھا اُن کے ساتھ اگر کوئی دوسرا شخص کھانا کھالیتا تو اُس کو سزا دیجاتی تھی۔ میر فتح اللہ شیرازی جو شیعہ تھے ہندوستان کے صدر الصدور مقرر ہوئے۔ نور اللہ شوستری۔ حکیم ہمام۔ حکیم ابوالفتح وغیرہ ایرانی امراکا اثر و اقتدار عروج کو پہنچا۔ سنہ ۹۹ھ میں گائے۔ بھینس اور اونٹ کو بھی شاہی حکم کے موافق حرام قرار دیا گیا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ - حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ - حضرت خواجہ باقی باللہؒ - حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ بھی کتاب وسنت کی حمایت اور اس طوفان الحاد و بیدینی کے خلاف مصروف عمل ہو چکے تھے مگر ان بزرگوں کا مقابلہ ایسے شیطانی لشکر سے تھا جو بادشاہ وقت کی تائید و حمایت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

دکن میں شیعیت کا زور شور اور شاہ طاہر شیعی مناد

اِدھر شمالی ہند کی یہ حالت تھی اُدھر دکن میں جہاں اشاعت دین اسلام اور کتاب وسنت کا زیادہ چرچا تھا دسویں صدی ہجری کا ربع اول ختم ہوتے ہی یہ مصیبت نازل ہوئی کہ شاہ طاہر اسمٰعیلی باطنی نے آکر دکن کے سلاطین کو گمراہ اور شریعت اسلام کو خراب کرنا شروع کردیا۔ یہ شاہ طاہر شاہ جعفر قزوینی کا بھائی اور ملاحدۂ الموت کے عقیدہ کا آدمی تھا۔ اُس نے قزوین میں اپنے پیری مریدی کے مخصوص طریقہ پر عامل ہوکر وہاں ملاحدہ کی ایک زبردست جماعت فراہم کرلی تھی۔ اس کا حال جب ایران کی صفوی سلطنت کو معلوم ہوا تو اُس کی تحقیقات شروع ہوئی شاہ طاہر اپنی جماعت کو منتشر کرکے کاشان چلا گیا اور وہاں ایک مدرسہ میں بحیثیت مدرس کام کرنے لگا آخر کاشان میں بھی وہ اپنے خاص کام سے باز نہ رہا۔ صفوی دربار سے اُس کے قتل کا حکم جاری ہوا شاہ طاہر کی جماعت کے آدمی دربار شاہی میں بھی موجود تھے اُنھوں نے عین وقت پر شاہ طاہر کو آگاہ کردیا اور وہ سنہ ۹۲۶ھ میں وہاں سے فرار ہوکر ہند گوا میں آیا۔ گوا سے بیجاپور پہنچا۔ بیجاپور کے

Marfat.com

بادشاہ کو شیعہ بنا لینے میں کامیاب ہوا لیکن اُس نے دکن میں آکر اثنا عشری شیعیت کی دعوت دی جو ایران کا شاہی مذہب تھا۔ اسمٰعیلی اور باطنی شیعیت کا اُس نے دکن میں معلن تذکرہ نہیں کیا۔ شاہ طاہر بہت ذہین اور کثیر المطالعہ شخص تھا۔ اُس نے بیجاپور کی عادل شاہیہ سلطنت کو سب سے پہلے شیعہ بنایا۔ ۹۴۱ھ تک بیجاپور میں شیعوں کا خوب زور شور رہا لیکن ۹۴۱ھ میں جب ابراہیم عادل شاہ تخت نشین ہوا تو اُس نے تخت نشین ہوتے ہی شیعہ مذہب ترک کر کے سُنی طریقہ اختیار کیا اور ۹۶۵ھ تک یعنی جب تک زندہ رہا شیعوں کی مخالفت پر کمر بستہ رہا۔ شاہ طاہر بھی ۹۴۱ھ میں بیجاپور سے احمد نگر کی جانب چلے گئے۔ احمد نگر کا شاہی خاندان سید محمد جونپوری کے مہدوی مسلک کا پیرو اور کتاب و سنت پر عامل تھا۔ شاہ طاہر نے دربار شاہی میں رسوخ حاصل کر کے بہت جلد اپنا اثر قایم کر لیا اور تین سال کی مسلسل کوشش کے بعد ۹۴۴ھ میں برہان نظام شاہ فرمانروائے احمد نگر کو شیعہ بنا لینے میں کامیاب ہوا۔ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر کے خلفائے راشدین کے ناموں کو خطبہ سے خارج کر کے بارہ اماموں کے نام داخل کیے۔ تبرا کرنے والوں کے لیے شاہی خزانہ سے وظیفے مقرر ہوئے۔ مہدوی طریقہ پر قایم رہنے والوں کو قتل یا جلا وطن کیا گیا اور بہت جلد حدود ریاست احمد نگر میں شیعہ مذہب پھیل گیا۔ یہ خبر جب طہماسپ صفوی کو پہنچی تو اُس نے ۹۵۱ھ میں ایران سے نہایت قیمتی تحفے اپنے سفیروں کے ذریعے برہان نظام شاہ کے پاس الگ اور شاہ طاہر کے پاس الگ روانہ کیے اور نظام شاہی سلطنت کے نہایت مخلصانہ تعلقات ایرانی سلطنت کے ساتھ قایم ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہمایوں ایران میں طہماسپ صفوی کا مہمان تھا اور غالباً اسی لیے شیر شاہ کا ارادہ تھا کہ دکن کی اس شیعہ ریاست کو فتح کرنے کے بعد ایرانیوں کے خلاف سلطان روم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ شاہ طہماسپ صفوی نے چند مہینے کے بعد ایک سفارت گجرات کے دربار میں بھی بھیجی تھی۔ آخر شاہ طاہر ۹۵۲ھ یا ۹۵۳ھ میں بمقام احمد نگر فوت ہوا۔ اُس کے بعد ۹۶۵ھ میں بیجاپور کی سلطنت عادل شاہیہ بھی ابراہیم عادل شاہ کی وفات کے بعد پھر شیعہ ہو گئی احمد نگر اور بیجاپور کی ریاستوں کا اثر گولکنڈہ کی ریاست قطب شاہیہ اور دوسرے رؤسائے دکن نے بھی قبول کیا اور قریباً تمام اسلامی دکن میں شیعہ مذہب رواج پا گیا۔ دسویں صدی ہجری کے خاتمہ پر دکن کی یہ حالت

تھی اُدھر شمالی ہند کی وہ حالت تھی کہ شیعوں اور ہندوؤں کا زور تھا اور الحاد و بیدینی کے شایع کرنے میں حکومت کی طرف سے کوشش ہو رہی تھی۔ اسی حالت میں گیارھویں صدی ہجری شروع ہوئی۔

مجدد صاحبؒ اور دوسرے علماء حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اور گجرات۔ کشمیر۔ سیالکوٹ۔ سہارن پور۔ قنوج۔ جون پور۔ بہار۔ دہلی۔ آگرہ وغیرہ کے بعض دوسرے علمائے ربانی کتاب و سنت کی خدمت میں ضرور مصروف تھے لیکن حضرت شیخ احمد صاحب مجدد الف ثانی رحمہ نے گیارھویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ میں سب سے زیادہ کتاب و سنت کی اشاعت کا کام انجام دیا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے اکثر حصوں میں دین حق کی مشعلیں روشن ہو کر جا بجا تاریکی کے پردوں میں رخنے پیدا ہوئے۔ نورجہاں اور اُس کے خاندان والوں کی حمایت میں شیعیت نے مجدد صاحب کی بابرکت تحریک کا مقابلہ کیا اور سلطنت کی طاقت نے مجدد صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں محبوس کیا لیکن مجدد صاحب کی تحریک سید محمد صاحب جونپوری کی تحریک کے مانند خود بخود اپنے راستے نکالتی رہی۔ مجدد صاحب اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اولاد اور اُن کے شاگردوں نے اپنے آپ کو عرصہ دراز تک اس کام میں مصروف رکھا۔

دربار مغلیہ کا مضر اسلام اثر جہانگیر اور شاہجہاں کا زمانہ عیش و عشرت اور سامان غفلت کی افراط کا زمانہ تھا۔ مسلمان امیروں اور صاحب ثروت لوگوں کے گھروں میں احکام شرع اور تورۂ چنگیزی مساوی حیثیت سے برتے جاتے تھے جن میں ہندوانی رسموں کی بھی بہت کچھ آمیزش ہو چکی تھی۔ صوفیوں کی گدیاں اور خانقاہیں بھی ماحول کے تمام اثرات قبول کرکے ایک خاص نئے قالب میں ڈھل چکی تھیں مگر ہر حصۂ ملک میں دُنیوی اعتبار سے مفلس اور دینی اعتبار سے مالا مال لوگ بھی موجود تھے جو کتاب و سنت پر عامل اور خدا و رسول کی طرف متوجہ تھے۔ اعلیٰ طبقہ کی حالت کا صحیح اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ شاہجہان کے بڑے بیٹے دارا شکوہ ولیعہد سلطنت نے مجمع البحرین نام کی کتاب لکھی اور اُس میں قرآن مجید اور اُپنشدوں کو مساوی درجہ کی چیز ثابت کرنا چاہا بلکہ قرآن مجید کو اُپنشدوں کا انتخاب بتایا۔ چنگیزیوں اور تیموریوں کی حکومت کا یہ اثر تھا کہ مسلمان گھروں میں آئین مغلیہ یعنی تورۂ چنگیزی کو حقوق و فرائض و اخلاق بلکہ بعض عبادات

Marfat.com

تک میں شریعت اسلام پر مقدم رکھا جاتا تھا یہاں تک کہ آج کل بھی اُسی زمانہ کا اثر باقی ہے کہ شریف کہلانے والے گھرانوں میں اس قسم کے فقرے عام طور پر سُنے جاتے ہیں کہ

"میاں! یہ شرع توزہ کی بات ہے ہم جاہل لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں"

دیکھو شرع کے ساتھ توزہ کا لفظ کس طرح بطور تابع مہمل یا بطور بدل مبدل منہ استعمال ہوتا ہے۔ اگر توزۂ چنگیزی کو قانون شرع کا مرتبہ سلطنت مغلیہ نے نہ دے دیا ہوتا تو آج ہم کسی شریف اور معزز مسلمان کی زبان سے شرع کے ساتھ توزہ کا لفظ اس طرح نہ سُنتے۔ سجدۂ زمین بوس جیسے شرک اور ظلم عظیم کا ہندوستان کے کسی اسلامی دربار میں نام و نشان تک نہ سُنا گیا تھا لیکن یہی مغلیہ سلطنت اور توزۂ چنگیزی کی بدولت دربار شاہی میں انسانوں کو چوپایوں کی طرح ذلیل اور مسلمانوں کو بُت پرستوں کی طرح مشرک و گمراہ بنا دیا گیا کہ بڑے بڑے عالی جناب مسلمان سردار اور آجکل کے اتقیا فروش شرفاء اور آبا پرست علماء کے باپ دادا دربار مغلیہ میں روزانہ کئی کئی مرتبہ سجدۂ زمین بوس ادا فرمانے اور مجمعوں میں مطلق نہیں شرماتے تھے۔ اسی خلاف توحید شرکیہ رسم کا یہ نتیجہ ہوا کہ صوفیائے کرام کی خانقاہوں تک بھی سجدۂ تعظیمی نے رواج پایا اور جب کسی نے اعتراض کیا تو آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر کر کے جاہ طلب صوفیوں اور پیشہ ور مولویوں نے اس کو جائز ٹھہرایا۔

عالمگیرؒ کی مساعیٔ جمیلہ بہرحال گیارھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ نے ملحد دارا شکوہ کو لحد کے تختہ تک پہنچا کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور اس صدی کے آخری حصہ میں نہ صرف شمالی ہند کے طوفان الحاد و بددینی کو مٹایا بلکہ دکن کی شیعیت کا بھی جس کا تخم شاہ طاہر نے بویا تھا استیصال فرمایا۔ اگرچہ عالمگیر رحمہ نے کتاب و سنت کی کوئی خصوصی خدمت انجام نہیں دی لیکن یہ کیا تھوڑی بات تھی کہ اُس نے توزۂ چنگیزی کی اکثر مراسم کو مٹایا اور فتاوائے عالمگیری کے نام سے فقہ حنفی کی ایک ضخیم کتاب بہت سے مولویوں کو جمع کر کے تصنیف و تالیف کرائی جو آج تک مولویوں کے ہزار ہا فتووں کا ماخذ ہے۔ عالمگیر رحمہ کی کوششوں سے نہ صرف چنگیزی آئین و قوانین منسوخ ہوئے بلکہ ہندوانی اثر بھی بہت کچھ کم ہو کر اشاعت اسلام کے لیے مناسب فضا پیدا ہوئی لیکن عالمگیر رحمہ کی وفات کے بعد ہندوستان میں پھر طوائف الملوکی برپا ہوئی اور ہر طرف سے تلواروں کی چمک نظر آنے لگی۔ تڑپتی ہوئی لاشوں سے

خون کے فوارے۔ غارت شدہ بستیوں سے دھوئیں کے بادل اور مظلوموں کے نالہ و فغاں بلند ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بارھویں صدی ہجری کے شروع میں قاضی محب اللہ ابن عبد الشکور بہاری قاضیٔ صوبہ بہار الملقب بہ فاضل خاں۔ میر سید مبارک محدث بلگرامی۔ خواجہ محمد نقشبند نبیرۂ مجدد صاحب الف ثانی۔ شاہ محمد فاخر الہ آبادی رحمہ۔ شیخ احمد امیٹھوی المعروف بہ ملا جیونؒ شیخ ابو الفیض عبد الرحیم صاحب دہلویؒ۔ میر عبد الجلیل ابن سید احمد بلگرامیؒ۔ میرزا جانجاناں مظہر دہلویؒ ملا نظام الدین ابن ملا قطب الدین لکھنویؒ۔ شیخ محمد افضل سرہندیؒ۔ شیخ نور الدین گجراتیؒ۔ وغیرہ بہت سے علمائے ربانی ہندوستان کے مختلف حصوں میں موجود تھے لیکن اس افراتفری اور بے اطمینانی کے زمانہ میں کتاب و سنت کی اشاعت کا جو کام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کیا وہ کسی دوسرے سے ممکن نہ ہوا۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ لکھا اس ترجمہ کے شائع ہوتے ہی ہر طرف سے مخالفت کا شور برپا ہوا اور مولویوں نے شاہ صاحب کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ شاہ صاحب نے اس جوش مخالفت میں حج کا ارادہ کیا اور دو سال تک ہندوستان سے غیر حاضر رہے کہ معظمہ میں قیام فرما کر دو حج ادا کیے۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آئے تو مخالفت کا جوش فرو ہو چکا تھا۔ واپس آ کر شاہ صاحب کو کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا آزاد اور وسیع موقع ملا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ نادر شاہ ایرانی نے ایران میں جعفری مذہب ایجاد کیا جس کو شیعہ مذہب کی ایک اصلاح شدہ حالت کہنا چاہیے اسی زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب نے نجد میں شرک و بدعت کے استیصال اور کتاب و سنت کی اشاعت کے لیے زبردست تحریک شروع کی اور بعض سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کو محمد بن عبد الوہاب اور ان کے خاندان والوں کی مخالفت کرنی پڑی۔ ہندوستان میں آصف جاہ صوبہ دار دکن۔ صفدر جنگ صوبہ دار اودھ۔ نواب بنگش والی فرخ آباد۔ افغانان روہیل کھنڈ۔ صوبہ دار پنجاب سب خود مختار ہو چکے تھے۔ سندھ۔ ملتان۔ گجرات۔ مالوہ۔ بنگال۔ کشمیر وغیرہ کی بھی یہی حالت تھی۔ مرہٹوں نے بھی اودھم مچا رکھی تھی۔ راجپوتانہ بھی آزاد ہو چکا تھا۔ انگریز بھی بنگال و مدراس و بمبئی میں اپنی طاقت بڑھانے اور مستحکم

Marfat.com

قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ میسور میں سلطان حیدر علی بھی اپنی سلطنت قایم کرنیکے لئے سامان فراہم کر رہے تھے۔

اودھ اور روہیل کھنڈ کی جنگ دراصل شیعہ سُنی کی جنگ تھی

روہیل کھنڈ کے پٹھانوں کو دہلی سے خاص تعلق اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ سے خصوصی عقیدت تھی۔ جس کے اسباب بیان کرنے کی یہاں گنجایش نہیں۔ لہٰذا روہیل کھنڈ میں کتاب وسنت کی اشاعت اور اس پر عمل درآمد کا زیادہ موقع ملا۔ صفدر جنگ حاکم اودھ چونکہ شیعہ اور ہندوستان بھر کے شیعوں کا پیشوائے اعظم کہا جاسکتا تھا لہٰذا اودھ اور روہیلکھنڈ کی جسقدر لڑائیاں ہوئیں ان کا اصل سبب یہی مذہبی اختلاف تھا۔ اس مذہبی اختلاف بلکہ مخالفت نے بڑا طول کھینچا۔ نجیب الدولہ فرمانروائے نجیب آباد اور حافظ رحمت خاں فرمانروائے بریلی متبع کتاب وسنت اور شیعیت سے سخت متنفر تھے۔ نجیب الدولہ نے دارالامرہ میں برلب دریائے گنگ ایک عالیشان مدرسہ تعمیر اور جاری کرکے دینی تعلیم کو روہیل کھنڈ میں خوب رواج دیا۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں حاکم بریلی نے شیعہ مذہب کی تردید میں ایک کتاب لکھی۔ صفدر جنگ نے اپنے سُنی ہمسایوں سے انتقام لینے اور روہیلکھنڈ و فرخ آباد کو برباد کرنے کے لیے مرہٹوں کو شمالی ہند میں فوجیں لانے کی ترغیب دی اور روہیلکھنڈ کے سُنی پٹھانوں نے مرہٹوں کے مقابلہ میں اپنی پوری طاقتیں صرف کیں۔ آخر دہلی پر مرہٹوں کا قبضہ ہوا۔ احمد شاہ درانی کی آمد اور پانی پت کی تیسری عظیم الشان جنگ نے مرہٹوں کا زور توڑا اور چند روز کے لیے اودھ کے شیعوں اور صفدر جنگ کے جانشین شجاع الدولہ کو مرعوب و خاموش ہونا پڑا۔ لیکن فوراً ہی مذہبی عصبیت بلکہ تعصب جوش میں آیا۔ مرزا نجف خاں تربیت کردۂ شجاع الدولہ نے دہلی میں بادشاہ پر اپنا اثر قایم کیا۔ شجاع الدولہ نے انگریزی فوجوں کو اپنی مدد کے لیے بُلایا۔ نجف خاں اول شاہی فوجیں لیکر دہلی سے نجیب آباد کی طرف روانہ ہوا اور چند روز کے بعد شجاع الدولہ انگریزی لشکر کے ساتھ بریلی کی طرف بڑھا۔ تمام روہیلکھنڈ کو روند ڈالا اور ان پٹھانوں کی بربادی کے ساتھ ہی دہلی کی سلطنت اسلامیہ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ بارھویں صدی ہجری کے آخر میں روہیلکھنڈ کے پٹھان انگریزوں اور اودھ کے شیعوں کی متفقہ کوشش سے برباد ہوئے اور اس کے بعد ہی تیرھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں سلطان حیدر علی کی قایم کی ہوئی زبردست سلطنت نظام حیدر آباد اور

Marfat.com

انگریزوں نے مکر برباد کی اور ٹیپو سلطان ابن حیدر علی کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط (البقرہ۔ رکوع ۱۹) اور انگریزوں نے دہلی پر اپنا قبضہ قایم کیا۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی اسی قسم کے حالات پیش آئے اور پنجاب کے سوا باقی تمام ہندوستان میں انگریزوں کی سیادت قایم ہوگئی۔

تیرھویں صدی کے مجاہدین اسلام | اس تیرھویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رحمہ اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی رحمہ نے قرآن مجید کے لفظی اور بامحاورہ دونوں قسم کے ترجمے اُردو زبان میں کیے۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ محدث دہلوی نے درس حدیث کا سلسلہ جاری کرکے تمام ہندوستان کو سیراب کیا۔ آج ہندوستان میں جہاں کہیں حدیث کے درس کا سلسلہ جاری نظر آتا ہے وہ حضرت شاہ صاحب ممدوح ہی کے فیض کا نتیجہ ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اور حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے تیرھویں صدی ہجری کے ابتدا میں دین اسلام کی بہت خدمت کی۔ اسی زمانے میں سکھوں نے پنجاب کی مسلم آبادی کے لیے ارکان اسلام کا بجالانا غیر ممکن اور اُن کا مسلمان رہنا دشوار بنا دیا لہذا حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمہ۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحب اور ان بزرگوں کے دوستوں نے ہندوستان سے افغانستان کے سرحدی علاقہ میں ہجرت کی اور وہاں سے سکھوں کے خلاف عَلَم جہاد بلند کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب رحمہ اور سید صاحب رحمہ شہید ہوئے اُن کی جماعت اور اُن کے متبعین کا سلسلہ تو آج تک سرحدی علاقہ میں موجود بتایا جاتا ہے لیکن سکھوں کی حکومت وسلطنت عرصۂ دراز ہوا کہ ختم ہو چکی ہے۔

تبصرہ | اس تمام داستان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر کوئی بھی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ ملحدوں۔ بے دینوں۔ بدعتیوں۔ مشرکوں اور خود مسلمانوں کے بہکائے ہوئے فتنوں سے مسلمان ایمن ومطمئن بیٹھے ہوں اور شریروں نے اپنی شرارت اور شیطانوں نے اپنی شیطنت اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں پوری طاقت کے ساتھ صرف نہ کی ہو اور کفر واسلام یا ظلمت ونور کی یہ جنگ کبھی ملتوی ہوئی ہو۔ خاص بات جو قابل التفات اور

خصوصی توجہ کی مستحق ہے یہ ہے کہ کفر و ظلمت اور شیطانی طاقتوں نے ہر ملک اور ہر زمانے میں نئے نئے چولے بدل کر اور نئی نئی قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو ہو کر اسلام کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور اپنی پوری طاقتوں سے کام لیا اور بظاہر دین حق کمزور اور مغلوب ہو کر کوئی دم کا مہمان نظر آیا لیکن پھر سنبھل کر اُسی شان اور اُسی آن بان سے مقابلہ پر مستعد دکھائی دیا۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد ہمیشہ فریب کھاتی اور طاغوتی طاقتوں کے بہکانے سے بہکتی اور راہِ راست سے بھٹکتی رہی لیکن ایک چھوٹی تعداد ہمیشہ قرآن و حدیث یعنی کتاب و سنت کو تھامے ہوئے صراطِ مستقیم پر قایم رہی۔ شیطانی اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ ایک ہی ہتھیار اور ایک ہی سامان نے کام دیا اور وہ کتاب و سنت کے سوا دوسری چیز نہ تھی۔ عیسوی - موسوی - زردشتی - بودھ - برہمنی وغیرہ مذاہب کی تاریخ پر غور کرو اور سوچو کہ ان مذاہب پر جب کبھی کوئی اُفتاد پڑی اور ان مذاہب کے ماننے والوں میں کسی بدعت نے رواج پایا تو پھر وہ لوگ اُس بدعت سے جُدا ہو کر اپنے اصلی مذہب کی طرف ہرگز واپس نہ آسکے اور روز بروز اپنے اصل مذہب اور اصل عقاید سے دور سے دور ہی ہوتے گئے اور مذہبی اعتبار سے اس قدر مسخ و متغیر ہو گئے کہ آج اُن مذاہب کی حقیقت و اصلیت کا معلوم کرنا سراسر محال اور غیر ممکن ہو گیا ہے لیکن اسلام اپنی اس خصوصیت میں بالکل منفرد اور یکہ و تنہا ہے کہ اُس پر ہزاروں ایسے طوفان آئے کہ اُن میں کا صرف ایک ہی طوفان کسی دوسرے مذہب کو فنا اور مسخ کر دینے کے لیے کافی تھا لیکن اسلام کا ایک خط و خال اور ایک بال بھی متغیر نہیں ہوا اور وہ اپنی پوری اور مکمل حالت میں ہمیشہ موجود اور جلوہ گر رہا ہے اور آج بھی اُسی پورے اور مکمل اسلام تک ہر شخص کی رسائی ہو سکتی ہے جو آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے زمانہ کا اسلام تھا۔ اور اسی لیے یہ نتیجہ استقرائیہ خود بخود برآمد ہو جاتا ہے کہ آیندہ بھی اسی طرح بڑے بڑے فتنے اور طوفان برپا ہوتے رہیں گے لیکن اسلام کو وہ ہرگز ہرگز متغیر نہ کر سکیں گے اور اسی تصور کے ساتھ

Marfat.com

آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر۔ رکوع ۱) کی صداقت ذہن نشین ہو سکتی اور اُس حدیث کا مطلب بھی سمجھ میں آ سکتا ہے جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ قیامت تک صراطِ مستقیم پر قایم رہے گا۔ نیز ہر ایک اُس شخص کے لیے جو فلاحِ دارین کا خواہاں۔ رضائے الٰہی کا طالب اور مقصد زندگی کو حاصل کرنا چاہتا ہے ہر وقت موقع حاصل ہے کہ وہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے اور اپنی عقل و فہم کی تگ و تاز اور بلند پروازیوں کے لیے نہایت وسیع میدان اور نہایت بلند و بسیط فضا پا کر تسکینِ خاطر اور اطمینان کامل پائے۔ اس ہمارے موجودہ زمانہ میں جو جو فتنے اور طوفان شیطانی طاقتوں نے برپا کر رکھے ہیں اُن کی حقیقت و اصلیت سے واقف ہونا بے حد ضروری اور ہمارے فرائض میں داخل ہے کیونکہ بیماری کی تشخیص کے بعد ہی مریض کے لیے پرہیز۔ نسخے کے اجزا اور اجزا کے اوزان متعین کیے جا سکتے یعنی کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہونے کی ترکیب بتائی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

باب پنجم

چند بے ترتیب مگر ضروری باتیں

مسلمانوں کی بداعمالیوں اور آجکل کے فتنوں کی تعداد حد شمار سے بیرون و افزوں ہے سب کا استیعاب و استقراء ممکن اور نہ اس محنت شاقہ کی ضرورت۔ اس جگہ محض مثال کے طور پر بعض باتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

تقلید جامد اگر ہم اپنے ماں باپ اور اساتذہ کی تقلید نہ کرتے تو آج انسانیت کی نہایت ابتدائی ضرورتوں سے بھی محروم ہوتے۔ ہم میں ہوش و حواس کے پیدا ہونے سے پہلے تقلید یعنی دوسروں کے نمونہ پر کام کرنے اور نقل اتارنے کا مادہ موجود تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اپنی مادری زبان بھی نہ سیکھ سکتے۔ اگر استاد کے ہر ارشاد کی بلا دلیل تعمیل نہ کرتے تو الف ب یعنی حروف ہجا سے بھی واقف نہ ہوتے کتابوں کا پڑھنا اور لکھنا تو بڑی بات تھی۔ ہمارا کھانا پینا پہننا چلنا پھرنا روزی کمانا اور تمام ضروریات زندگی کا فراہم کرنا اسی تقلید سے وابستہ ہے۔ مکتب یا مدرسہ میں استاد کی تقلید ہماری دماغی و اخلاقی نشو و نما کا موجب بنتی ہے۔ ہر ایک علم اور ہر ایک فن کی اصطلاحات و مبادیات اگر تقلیدی طور پر بلا چون و چرا یاد نہ کیجائیں تو کوئی علم و فن حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ لغات و محاورات کے معانی و مطالب اگر مقلد بنکر نہ سیکھیں تو عربی و فارسی وغیرہ کسی زبان میں زبان دان نہیں بن سکتے۔ سانپ اور سنکھیے کا موجب ہلاکت اور بہت سی دواؤں کا موجب شفائے امراض ہونا بھی ہمکو تقلیدی طور پر معلوم ہوا۔ میدان جنگ میں لڑنیوالی فوج اگر اپنے سپہ سالار کے ہر ایک حکم کی بلا چون و چرا تعمیل نہ کرے تو کبھی فتحمند نہیں ہو سکتی۔ اور ذمہ دار حاکموں کے ماتحت اہلکار اگر احکام کی بلا دلیل تعمیل نہ کریں تو ملک کا انتظام و امن و امان ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔ غرض ہماری تمام جسمانی۔ روحانی۔ دماغی۔ علمی۔ اخلاقی اور معاشرتی ترقیات و کمالات کی بنیاد تقلید اور بلا چون و چرا تقلید پر رکھی گئی ہے۔ یہانتک کہ خدا تعالے کی

Marfat.com

رضامندی بھی اسی اتباع و تقلید کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ
وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورہ حشر رکوع ۱) پس معلوم ہوا کہ کم
جاننے والوں کے لئے اپنے آپ سے زیادہ جاننے والوں کی تقلید کرنا اور اس ذریعہ سے ترقی
کی منازل کا طے ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور یہی تقلید تمام انسانی ترقیات کا موجب ہوئی
ہے۔ لیکن اگر وہ مقتدا جسکی تقلید کی جاتی ہے خود غلطی پر ہو یا دانستہ ہمارے سامنے بنا غلط
نمونہ پیش کرے تو اسی تقلید کی بدولت ہم گمراہ وہ غلطی میں مبتلا ہو سکتے اور بجائے اسکے کہ
کامیاب و مقصود ہوں ناکامی و خسران کا منہ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ گنواروں کے بچے شہریوں
کی صاف و شستہ زبان سیکھنے سے محروم رہتے۔ وحشیوں اور جنگلی لوگوں کی اولاد مہذب اور
شائستہ لوگوں کے اخلاق و معاشرت سے بے بہرہ رہتی ہے۔ بری صحبت میں بیٹھنے والے
بری باتیں سیکھتے اور اچھی صحبتوں میں رہنے والے نیک بنجاتے ہیں اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے
کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۰ کا حکم دیا ہے۔ پس جبکہ تقلید میں مذکورہ خطرہ و نقصان بھی موجود ہے
تو اسکے حدود کا تعین لازمی ہوا۔ غور و تامل سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ انسان کے
قویٰ جبتک کمزور رہتے ہیں اور وہ حد بلوغ کو نہیں پہونچتا اور اس میں کار آمد عقل اور سمجھ پیدا نہیں
ہوتی اسوقت تک وہ اضطراری طور پر مقلد ہوتا اور اس اضطراری تقلید سے ہر قسم کے
منافع حاصل کرتا ہے لیکن جب اس میں عقل و فراست پیدا ہو جاتی ہے تو اسکی تقلید کا مرتبہ
اختیاری ہو جاتا ہے اور عقل کو کام میں لائے بغیر اگر وہ کسیکی تقلید کرتا ہے تو نقصان اٹھاتا ہے
وہ تمام امور جو انسان کے لئے نفع و نقصان اور ترک و تسلیم میں کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔
اُسکے بالغ اور سمجھدار ہونیکے بعد ہی اُسکے راستے میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقل اور سمجھ
کے موجود ہوئے بغیر یعنی بالغ ہونے سے پہلے یا دیوانہ ہو جانیکے بعد انسان احکام شرع کی
تعمیل سے آزاد ہوتا ہے۔ عقل و فہم کے ساتھ اختیار وارادہ معتبر اور اختیار وارادہ کے معتبر
ہونیکے ساتھ ہی حدود شرعیہ کی پابندی لازم ہو جاتی ہے۔ اسی مضمون کو دوسرے الفاظ
میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ ناسمجھ بچے اضطراری طور پر جس تقلید کے لئے مجبور ہیں اسکو
تقلید جامد کہتے ہیں اور وہ بے عقل اور ناسمجھ لوگوں کے لئے کار آمد اور مفید ہے اور وہ حدود

شرع سے باہر کی چیز ہے۔ عقل اور فہم و فراست کو کام میں لا کر نفع رساں اور ضروری چیزوں کے سیکھنے اور کسی کی پیروی کرنے کو حصولِ ہدایت اور اتباع و اطاعت کہتے ہیں اور یہ حدودِ شرع سے عموماً باہر نہیں ہوتی۔ شریعتِ اسلام میں تقلید کی حیثیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ موجودہ اصطلاحی تقلید جو فقہی مذاہب اربعہ اور ائمہ اربعہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہے آیا واجب ہے، یا کیا؟ اجتہاد اور مجتہد کی تعریف و حدود کیا ہیں؟ قیاس اور رائے میں کیا فرق ہے؟ ان کو کام میں لانے کی کہاں تک اجازت ہے؟ حیلہ شرعی اور بدعتِ حسنہ کی حقیقت کیا؟ ان تمام سوالات کے جواب میں میں ایک الگ مستقل کتاب لکھنے کا عزم رکھتا ہوں۔ لہذا اس کتاب میں تقلید کی مذہبی بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ اس جگہ صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جس طرح دنیوی تقلید جامد عاقل بالغ انسانوں کے گلے کا ہار بن کر انواع و اقسام کے مصائب کا موجب بنتی ہے اسی طرح دینی و مذہبی تقلید جامد بھی باعثِ اذیت اور موجبِ نقصان ہو جاتی ہے۔ ذیل میں دنیوی تقلید جامد کی چند مثالیں درج کرتا ہوں جو یقیناً فہم مطلب میں معین اور دلچسپی سے خالی نہ ہونگی۔

۱۔ میں نے ایک بزرگ سے جنھوں نے دردِ سر وغیرہ کی شکایت کی تھی عرض کیا کہ موسم سرما میں آپ جرابیں ضرور استعمال کریں تاکہ پاؤں گرم رہیں اور آپ کو دردِ سر کی شکایت نہ ہو۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ میں نے طبی اعتبار سے نہایت واضح دلائل کے ساتھ انکو سمجھایا کہ اس موسم سرما میں پاؤں کے سرد رہنے کا دماغ پر کیا اثر ہوتا ہے۔ مگر وہ جرابیں پہننے پر رضامند نہ ہوئے۔ میں نے کہا اچھا آپ کشمیرے کا گرم پاجامہ پہنیں تاکہ پاؤں کا اکثر حصہ گرم رہ سکے انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ دادا پردادا نے کبھی جرابیں نہیں پہنیں اور کشمیرے کا پاجامہ بھی کبھی استعمال نہیں کیا۔ لہذا ہم اپنی خاندانی روایات کے خلاف کوئی لباس ہرگز اختیار نہ کرینگے اور ہماری شرافت و وضعداری تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کسی طرح اجازت نہیں دیتی میں نے عرض کیا کہ آپ کے دادا صاحب کے زمانے میں یہ لٹھا کہاں تھا جس کا آپ پاجامہ پہن رہے ہیں اور چھینٹ کہاں تھی جس کا روئی دار اچکن زیب بدن کئے ہوئے ہیں یہ سنکر وہ ناراض ہو گئے اور انکے رضامند کرنے میں مجھے بڑی دقت پیش آئی۔

۲۔ ایک دوست پر ستمبر مہینے کے موسمی بخار کا اثر تھا۔ میں نے ازراہ ہمدردی عرض کیا کہ آپ دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد پانچ گرین کونین یا اسکی گولی استعمال فرمالیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ کونین کو تو بڑی گرم آتش بتاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اول اسکو ہاتھ لگا کر دیکھ لیں اگر آپکا ہاتھ نہ جلے اور گرم معلوم نہ ہو تو کھائیں۔ کہا میرا مدعا ظاہری گرمی سے نہیں ہے بلکہ اسکی تاثیر گرم ہے۔ میں نے کہا اسکی تاثیر ملیریا بخار کے مادہ کو زائل کرنے کی ہے گرم اور سرد تاثیر بے حقیقت باتیں ہیں۔ کہا میں نے آجتک کوئی انگریزی دوا نہیں کھائی۔ کیونکہ ساری انگریزی دوائیں گرم آتش ہوتی ہیں اور انسان کو پھونک دیتی ہیں۔ میں نے کہا انگریزی دواؤں کا اسلئے کہ وہ انگریزی یعنی غیر ملکی ہیں استعمال نہ کرنا تو قابل قدر ہو سکتا ہے لیکن سب کا گرم آتش ہونا اور انسان کو پھونک دینا صحیح نہیں اور آپ کے پاس اپنے دعوے کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ کہا سارے محلہ میں یہاں سے وہاں تک دریافت کر دیکھو ہر شخص میرے قول کی تصدیق کریگا۔ اور ہمارے بڑے بوڑھے اور پرانے طبیب احمق تو نہ تھے کہ وہ عطاروں کی دوکان کے جوشاندے اور شربت و جوارش ہی استعمال کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ بڑے بوڑھے اور پرانے طبیب تو احمق نہ تھے مگر آپ کی حماقت اگر یقینی نہیں تو تحقیق طلب ضرور ہے وہ اتنی ہی بات پر مجھ سے روٹھ گئے۔

۳۔ دوستوں کی ایک بے تکلف مجلس میں اتفاقاً میری زبان سے یہ شعر نکلا۔

تبسم مے چکد بے اختیار از غنچۂ نازش

لب مے گون ساقی چشم مخمور است پنداری

ایک دوست نے فوراً اعتراض کیا کہ یہ تشبیہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ میں نے کہا کیوں؟ کہا اگر صحیح ہے تو اُستادوں کے اور اشعار ثبوت میں پیش کرو۔ میں نے کہا مجھے کوئی ایسا شعر یاد نہیں۔ لیکن اگر اُستادوں کے ایسے اشعار ملجائیں تو سب سے قدیم اور سب سے پہلے اُستاد کے لئے صحت کی دلیل کیا ہوگی؟ اسکا جواب انکے پاس کچھ نہ تھا۔

۴۔ میں نے ایک بزرگ کو خط لکھا اس میں بجائے آداب و تسلیمات کے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ لکھا۔ انہوں نے اسکو گستاخی شمار کیا اور لوگوں سے شکایت کی کہ چھوٹے چھوٹے

Marfat.com

بڑوں کو آداب و تسلیمات لکھا کرتے ہیں اور قدیم سے یہی دستور چلا آتا ہے آجکل کے چھوٹے برابر والوں کی طرح بڑوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ ایک بزرگ کا قصہ سنا ہے کہ انکو کسی قصائی نے جو نماز روزہ کا پابند اور اپنی برادری کا چودھری بھی تھا السلام علیکم کہا انہوں نے اسکو اپنی توہین سمجھا اور قصائی کو گالیاں دے کر مارنے کے لئے اٹھے لوگوں نے بمشکل قصائی کو بچایا اور ان بزرگ سے پوچھا کہ آخر اسقدر ناراضی کی کیا بات تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ ہمکو جھک کر "میاں سلام" کہا کرتے تھے اب یہ برابر والوں کی طرح "السلام علیکم" کہنے لگے۔ ع "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو"

۵ - میرے ایک دوست اپنا مکان تعمیر کرا رہے تھے اور جو حصہ زیر تعمیر تھا اس میں چنائی اینٹیں چونے کے ذریعہ لگائی جا رہی تھیں چونے والی تعمیر میں اینٹوں کا اول پانی میں کچھ عرصہ تک بھیگا رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اینٹ اور چونے میں تعلق پائیداری استوار ہو جائے۔ میں اتفاقاً وہاں چلا گیا اور دیکھا کہ ایک تغار یعنی چھوٹا سا عارضی حوض صحن میں بنا ہوا ہے۔ اسکے چاروں طرف ایک ایک اینٹ کھڑی کر کے چونے سے جوڑی گئی ہے اور اسمیں پانی بھر کر اینٹیں بھیگنے کے لئے ڈال دیگئی ہیں لیکن تغار کا پانی کسی سوراخ کے ذریعہ جلد باہر نکل جاتا یا زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ سقا جس کنوے سے مشکیں بھر بھر کر لاتا اور اسمیں ڈالتا ہے وہ کنواں ذرا فاصلہ پر ہے۔ لہذا سقہ ہر مرتبہ جب پانی کی مشک لاتا ہے تو اس تغار میں کسی سوراخ کو تلاش کرتا ہے تاکہ اسے بند کرے اور پانی اسطرح ضائع ہونے سے بچے۔ میں نے یہ تماشا دیکھا اور اپنے دوست سے کہا کہ جسقدر اینٹیں آپ کے اس عارضی حوض میں آسکتی ہیں اس سے زیادہ تعداد اس لوہے کے عظیم الشان کڑھاؤ (بڑی کڑھائی) میں آسکتی ہیں جو اسوقت بیکار پاخانے کی دیوار سے لگا ہوا کھڑا ہے آپ اس کڑھاؤ کو پانچ چھ آدمیوں سے اٹھوا کر اس حوض کے پاس یا اسکے اندر رکھوادیں اور اینٹیں اسی میں بھگوئیں اسطرح پانی زیادہ خرچ نہ ہوگا اور آپکا مقصد زیادہ خوبی سے حاصل ہوسکیگا۔ انہوں نے فرمایا ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن قدیمی دستور یونہی چلا آتا ہے کہ اینٹیں تغار ہی میں بھگوئی جائیں۔ میں سنکر خاموش ہو رہا اور کوئی دوسرا ذکر چھیڑ دیا۔

۶۔ جس زمانے میں رسالہ عبرت جاری تھا۔ بلاد میں بعض۔۔۔۔۔۔ زراعتی رسالے بھی آیا کرتے تھے اور مجھکو کبھی کبھی اُنکے پڑھنے کا موقع بھی ملجاتا تھا۔ پنجاب کے بعض اضلاع میں زمین جوتنے کے لئے نئی قسم کے ہل ایجاد ہوئے ہیں جنکے ذریعہ تھوڑی محنت میں زیادہ زمین تیار ہوجاتی ہے۔ اُن ہلوں اور اُنکے پرزوں کی الگ تصویریں بھی ایک رسالہ میں موجود تھیں۔ میں نے ازراہ ہمدردی ایک صاحب کو جو کاشتکاری کرتے تھے ہلوں کی مذکورہ تصویریں دکھائیں اُنکے استعمال کرنے کے طریقے پڑھکر سنائے۔ ہلوں کی قیمت اور اُنکے ملنے کا پتہ بھی بتایا اور کہا کہ

۔۔ تم اس نئے ہل کو استعمال

کرکے فائدہ اُٹھاؤ۔ اُنہوں نے سب باتوں کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اچھی طرح سمجھ لیا اور اسطرح فائدہ حاصل ہونے کی توقع بھی ظاہر کی لیکن اپنی مجبوری بڑی حسرت کے لہجہ میں اسطرح ظاہر کی کہ ہمارے خاندان میں کئی پشتوں سے کھیتی کا پیشہ چلا آتا ہے۔ ہمارے باپ دادا نے جس قسم کے ہلوں سے کام لیا ہے ہم اُسکے خلاف دوسری قسم کے ہل کیسے استعمال کرسکتے ہیں اور اگر استعمال کرینگے تو دوسرے ہمسایہ کاشتکار بھی معترض ہونگے اور ہمارا مذاق اُڑائینگے۔

اس قسم کی سیکڑوں ہزاروں مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں اور یہ سب تقلید جامد کے کرشمے ہیں جنہوں نے لوگوں کو عقل ہوتے ہوئے بے عقل اور بینائی ہوتے ہوئے نابینا بنا رکھا ہے۔ اب سوچنے اور غور کرنیکے قابل بات یہ ہے کہ کیا ایسے ہی لوگوں کو خدا تعالیٰ خلافت حکومت اور سلطنت و بادشاہت عطا کردیا کرتا ہے۔ اور کیا صحابہ کرامؓ نے اسی قسم کی دماغی نشوونما اور تربیت پائی تھی اور کیا اس طوفان کو کم کرنیکے لئے سعی و کوشش کی ضرورت نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو مسلمان بنانا سب سے مقدم اور اہم کام نہیں؟

اطاعت و فرمانبرداری

چونکہ کمزور اور مجبور بچے کو اپنے آپ سے زیادہ طاقت رکھنے والے با اختیار والدین یا دوسرے بزرگوں کی تقلید کرنی پڑتی ہے جو اس سے محبت بھی کرتے اور اسکے محسن بھی ہوتے ہیں لہذا انسانی فطرت میں یہ بات مرتکز پائی جاتی ہے کہ ہر ایک طاقتور اور ہر ایک محسن و محب اس قابل ہے کہ اسکی

Marfat.com

تقلید و پیروی کی جائے۔ انسانی فطرت کے اسی تقاضے کو مدنظر رکھکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اطاعت والدین کو ضروری قرار دیتے ہوئے بھی جا بجا اپنی طاقت و قدرت اور اپنے احسانات کی طرف انسان کو توجہ دلائی اور احساس سے اپنی فرمانبرداری چاہی ہے۔ انسان جسطرح دوسروں کی طاقت و احسان سے متاثر ہو کر اطاعت و فرمانبرداری پر آمادہ ہو جاتا ہے اسیطرح وہ اپنے آپکو دوسروں سے زیادہ طاقتور اور دوسروں کا محسن یقین کرتا ہوا اُنسے اپنی اطاعت چاہتا ہے۔ چنانچہ باپ کو بیٹے سے۔ اُستاد کو شاگرد سے۔ بادشاہ کو رعایا سے اور ہر حاکم کو محکوم سے اطاعت و فرمانبرداری کی توقع ہوتی ہے۔ جب کئی طاقتوروں کی طاقتوں اور کئی محسنوں کے احسانات میں مقابلہ پیش آجائے تو عقل کا فیصلہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ سب سے بڑے طاقتور اور سب سے بڑے محسن کو دوسرے طاقتوروں اور دوسرے محسنوں پر مقدم رکھا جائے اور تضاد واقع ہو تو بلا تامل بڑے کی فرمانبرداری اختیار کر کے چھوٹے کی اطاعت سے انکار کر دیا جائے۔ لیکن جب بڑے اور چھوٹے میں امتیاز نہ کیا جائیگا تو انسان لازماً صراطِ مستقیم اور مقتضائے عقل سلیم سے جدا ہو جائیگا۔ شریعت اسلام انسان کو بتاتی اور سمجھاتی ہے کہ خدا کی برابر کوئی طاقتوں کا مالک نہیں اور خدا کی مانند کوئی محسن نہیں لہذا خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سب پر مقدم رکھو۔ اور خدا تعالیٰ ہی کے حکم کی موافق اُسکے رسول کی اطاعت اور اُسی کے حکم کے موافق ماں باپ اور اولوالامر کی فرمانبرداری کرو۔ یہی عقل کا تقاضا اور یہی نور فراست کا مقتضا ہے۔ لیکن انسان جب عقل اور شریعت کی روشنی سے کام لینا اور فائدہ اُٹھانا چھوڑ دیتا ہے تو شیطانی و نفسانی تاریکیوں میں آوارہ ہو کر خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ کاملہ کے یقین سے جدا ہو کر سرِ رشتہ ایمان کو برباد کر دیتا اور ہوائے نفسانی کی موجوں میں بہنے لگتا ہے۔ زبان سے ہستی باری تعالیٰ کا اقرار اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتا ہے لیکن اسکا دل اسکی زبان سے اور اسکا ایمان اسکے اسلام سے موافق نہیں ہوتا۔ اپنے دنیوی فائدے کے لئے جھوٹ بولنے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی بیجا حمایت کرنے۔ معمولی عذر پر نماز ترک کر دینے سود لینے زکوۃ نہ دینے اور دنیا کو دین پر مقدم سمجھنے میں تامل نہیں کرتا۔ ایسے شخص کی نمازیں اور روزے اسکا مسلمانوں کا سا نام۔ مسلمانوں کا سا لباس۔ مسلمانوں کی سی صورت۔ اسلئے نہیں ہوتی کہ

Marfat.com

وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی سے ڈرتا ہے۔ بلکہ یہ تمام چیزیں اسلئے ہوتی ہیں کہ مسلمانوں سے اور برادری سے ڈرتا اور اپنے مجلسی حقوق قائم رکھنے کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ اسکو خدا تعالیٰ کی ہستی میں شبہ ہوتا اور بلکہ وہ حقیقتاً منکرِ خدا ہوتا ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکے صفات حسنہ کاملہ کا یقین رکھتا ہوا اُسکی اطاعت و فرمانبرداری کو ضروری سمجھتا تو اپنی خواہشات نفسانی کو خدا و رسول کی اطاعت کے مقابلے میں ہرگز مقدم نہ ٹھہراتا

اسلاف پرستی

جب انسان حقیقت ایمان و اسلام اور فرمانبرداری الٰہی سے بےپرواہ اور جدا ہو کر ادھر اُدھر ٹاپک ٹوئیے مارتا اور خواہش نفس و شیطان کے آگے آگے ہو لیتا ہے تو اسکے نزدیک سب سے بڑا سہارا اپنے خاندان اور قبیلہ کی عصبیت میں پناہ لینا۔ اپنے بزرگوں کی بڑائی اور کبریائی کا اظہار کرنا اور اپنے اعمال ناشائستہ کو شائستہ ثابت کرنے کے لئے شرعی جواز کی صورتیں کسی نہ کسی طرح پیدا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے سامنے جب کبھی خدا و رسول کے صاف صاف احکام پیش کئے جاتے ہیں تو وہ کبھی اپنے دادا یا پردادا کا نام لیتا کبھی اپنے دادا استاد اور بڑے مولوی صاحب مرحوم کا حوالہ دیتا۔ کبھی آیات و احادیث کے الفاظ کا مفہوم اپنے حسب منشا متعین کرتا کبھی اپنی مانند گمراہ شدہ گزشتہ لوگوں کو اپنا بزرگ و مقتدا کہکر انکی پیروی و تقلید کو ضروری بتاتا۔ اور کبھی کسی بزرگ کا کوئی بلا دلیل قول پیش کرکے قرآن و حدیث اور فہم و خرد سے یہ کہکر صاف صاف بغاوت اختیار کر لیتا ہے کہ ہمارے بزرگ تم سے زیادہ شریعت سے واقف اور تم سے زیادہ قرآن و حدیث کے عالم تھے۔ ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک شخص سے میری گفتگو بعض شرکیہ و بدعیہ مراسم کے متعلق ہوئی۔ جب وہ ہر طرح لاجواب اور مجبور ہو گیا تو اس نے آخر میں یہی سب سے بڑی دلیل پیش کی کہ ہمارے بزرگ شریعت سے ناواقف نہ تھے اور وہ ان مراسم کو بجا لاتے تھے۔ میں نے کہا کہ اپنے پوتوں اور پڑپوتوں کے لئے تم بھی ایسے ہی بزرگ قرار پاؤ گے جیسے آج اپنے دادا اور پردادا کو تم اپنا قابل اقتدا بزرگ قرار دے رہے ہو۔ حالانکہ اسوقت تمہاری بے بضاعتی اور جہالت ثابت شدہ ہے۔ پس کیوں نہ یقین کیا جائے کہ جسطرح تمہارے پاس کوئی معقول دلیل نہیں ہے اسیطرح تمہارے باپ دادا کے پاس بھی ان بداعمالیوں کی کوئی دلیل نہ تھی۔

Marfat.com

درحقیقت ایسے ہی لوگ شیطان کی کھیتی بلکہ اسکی ذریت اور اعوان واخوان ہوتے ہیں۔ اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا بار بار ذکر کیا اور ہر ایک نبی کو اسی قسم کے دشمنوں اور منکروں سے واسطہ پڑا ہے جیسا کہ آئندہ کسی باب میں بالتفصیل اسکا ذکر آنیوالا ہے۔ باپ دادا کا نام لے لے کر اور اپنے بڑوں کی راہ وروش پر قائم رہنے کو ضروری قرار دے کر انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنا اور استقیم کیطرف آنے سے متنفر ہونا اور دین حق سے لوگوں کو روکنا نسل انسانی کی پرانی سنت اور شیطان لعین کا نہایت کاری حربہ ہے جب ایسے لوگوں کی کثرت ہو تو جاہ پسند زر پرست اور پیشہ ور مولویوں کا گروہ کیوں برسر اقتدار نہ آئے اور مذکورہ دنیا دار لوگوں کی رہنمائی و پیشوائی کا فخر حاصل نہ کرے۔

جاہ پسند اور بندۂ دینار و درم مولوی ان پیشہ ور اور زر طلب دنیا کے کتوں نے آجکل مسلمانوں کی قوم کے اتحاد و اتفاق کو بالکل ملیامیٹ اور برباد کر دیا ہے۔ امید نہیں کہ اس گروہ کے برسر اقتدار رہنے کی حالت میں ہندوستان کے مسلمان متحد و متفق ہو سکیں۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔

انما اخاف علی امتی لائمۃ المضلین رواہ ابو داؤد والترمذی	میں اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنیوالے اماموں یعنے فریب دینے والے لیڈروں سے ڈرتا ہوں۔

ان مولویوں میں نیصدی پانچ بلکہ فیصدی ایک بھی ایسا نہیں ہوتا جس نے قرآن مجید کو فکر و تدبر کے ساتھ ایک مرتبہ بھی اول سے آخر تک پڑھا ہو۔ یا صحاح ستہ یا صحیحین یا مشکوٰۃ یا عمدۃ الاحکام جیسا چھوٹا سا رسالہ بھی حدیث کا بغور مطالعہ کیا ہو۔ لیکن کنز۔ قدوری۔ فتاوے قاضی خان فتاوائے عالمگیری وغیرہ میں عمریں صرف کر دیتے ہیں۔ لطف یہ کہ فتاوے اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ہدایہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس میں مسائل کے اصول استخراج پر بھی نظر ڈالی گئی اور کسیقدر احادیث کیطرف بھی اشارے کئے گئے ہیں اور غور و فکر کرنیوالے کیلئے تھوڑا بہت سامان موجود ہے۔ لیکن ہدایہ میں جسقدر یہ چیز موجود ہے ہمارے مولویوں کی اسیقدر اس کتاب کیطرف توجہ کم ہے۔ ان لوگوں نے دین کو تمسخر اور بازیچۂ اطفال

Marfat.com

بنا رکھا ہے جو نفس پرست دولتمند اور جو صاحب سیم وزر چاہے اپنی تمام نفسانی وشیطانی خواہشات کو پورا کرنیکے لئے ہر نوع واقسام کے شرعی حیلے ان مولویوں سے ایجاد کرائے۔ شرک وبدعت کے مٹانے اور قرآن وحدیث کیطرف توجہ دلانے کا نہ انکو کبھی خیال آتا ہے نہ اس کام کو یہ لوگ ضروری سمجھتے ہیں اور نہ انکو خود قرآن وحدیث سے واقفیت۔ استنجا اور آبدست کے متعلقہ مسائل کی تمام موشگافیوں کو جو ان لوگوں نے اپنی ذہانت اور محنت کو کام میں لاکر فرمائی ہیں اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو شاید کئی جلدوں کی ایک ضخیم وجسیم کتاب بنجائے۔ لیکن شرک وبدعت جسکے طوفان مسلمانوں میں اُمڈے ہوئے ہیں اور جس نے مسلمانوں کو خسر الدنیا والآخرۃ بنا رکھا ہے اُسکیطرف سے ہمارے مولوی اسقدر غافل اور بے پرواہ ہیں کہ گویا مسلمانوں میں شرکیہ وبدعیہ مراسم اور بداعمالیوں کا کہیں نام ونشان ہی نہیں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں یقیناً چھ کروڑ مسلمانوں کو گور پرستی میں مصروف دیکھتے اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ بلکہ پیران کلیر اور اجمیر کے عُرسوں میں شریک ہو ہو کر گور پرستی کی رونق دوبالا کرتے اور وہاں گور پرستوں کو مسرور کرنیوالے وعظ فرماتے ہیں۔ بڑا ہی بہادر اور میدان مولویت کا تیس مار خان بھی اپنے وعظ میں عُرس پیران کلیر یا عُرس اجمیر کی بیہودگیوں اور بیحیائیوں کے خلاف لب کشائی نہیں کرسکتا۔ بدعت مولود کی غزلخوانیوں اور مسلمانوں کی بے شرمیوں کے خلاف وعظ فرمانا تو بہت ہی کٹھن اور نہایت ہی مشکل بات ہے۔ دَوران وعظ میں غزلوں اور مثنویوں کو سُریلی آواز سے گاکر اپنی تان سینی کے جوہر دکھانا اور مراثیوں کو شرما دینا مولویت کا کمال اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اور گروہ بندی پیدا کرکے تکفیر تک نوبت پہونچانا ہمارے زمانہ کے مولویوں کا قابل فخر ومباہات کارنامہ ہے۔ ان مولویوں ہی میں سے اکثر مسلمانوں کی قوم کو نقصان پہونچانیکے لئے جاسوسی کا پیشہ اختیار کرکے صرف چند روپیوں کے عوض قوم اور مذہب کو فروخت کر دیتے ہیں۔ انہیں میں ایسے فتنہ پرداز بھی ہیں جو مسلمانوں کے بنے ہوئے کاموں کو بگاڑنے اور مخلص مسلمانوں کی بڑی بڑی کوششوں کو نقش برآب ثابت کرنے میں خصوصی مہارت اور حیرت انگیز ملکہ رکھتے ہیں ان چیدہ مردوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو ہندوؤں اور آریہ پنڈتوں سے سازباز رکھتے اور

وہی گرم بازاری کے لئے مذہبی مباحثوں کے اکھاڑے جا لیتے اور ہندو مسلمانوں کو جوش دلا کر نذرانوں کی وصولی کے لئے راہ نکال لیتے ہیں۔ ان ہی مولویوں کا سب سے آخری قابل تذکرہ کارنامہ یہ ہے کہ افغانستان کی اسلامی سلطنت کو ہلاکت و بربادی کے منہ میں جھونک دینے اور عالم اسلامی کو ناقابل تلافی نقصان پہونچانے میں انکو کوئی تامل نہ ہوا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون۔

الحاد پناہ پیر اور شرک پرور صوفی

اس بات کا فیصلہ کرنا بیحد دشوار ہے کہ ملت اسلامیہ کے حق میں بیٹھے در مولویوں کا گروہ زیادہ موذی ہے یا دوکاندار پیروں کی جماعت زیادہ ہلاکت آفرین ہے۔ ایک طرف بھیڑیوں نے جبے اور عمامے سنبھال رکھے ہیں دوسری طرف خون آشام چیتوں اور ریچھوں نے مصلوں اور تسبیحوں کی پناہ لے رکھی ہے اور اسلام کو سینہ فگار و زخمدار بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر خانقاہیں بدچلنی اور بیحیائی کی درسگاہیں بنی ہوئی ہیں اور اکثر پیروں نے ناچنے گانے والی فاحشہ عورتوں اور بے دین و آوارہ نوجوانوں کی سرپرستی اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ انکے تعویذ گنڈوں اور انکی شیطانی چالاکیوں نے مسلمانوں کو قرآن و حدیث اور خدا و رسول سے ہزار ہا فرسنگ دور ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے اور پیر پرستی و گور پرستی کی لعنت میں گرفتار کرنیکے لئے ان بگلا بھگت پیران پارسا نے جو عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے وہ اولادِ آدم کی بدبختی کا نہایت ہی الناک مظاہرہ ہے ان ظالموں نے اپنے نذرانوں اور چراغیوں کو مریدوں کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اور تمام تکلیفات شرعیہ کا کفارہ قرار دیدیا ہے۔ دنیا کا شریر سے شریر شیطان اور چالاک سے چالاک بدمعاش جن چالاکیوں فریبوں اور دھوکہ بازیوں کو ایجاد و استعمال کرسکتا ہے اُن سب کی مثالیں ان دوکاندار پیروں کے اعمال اور انکی زندگیوں میں موجود مل سکتی ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ ان پیروں کی اطاعت و پیروی میں عملاً حقیقتاً اسلام سے بےتعلق اور ناآشنا ہوچکا ہے کہ ان میں سوائے اسمی اشتراک اور دعوائے اسلام کے اور کوئی اسلامی چیز نظر نہیں آتی۔

خود پسند اور شکم پرور لیڈر مولویوں اور پیروں نے مسلمانوں کی وہ حالت

بنادی جو اوپر مذکور ہوئی تو ایسی حالت میں ایک اَور گروہ جو سرکاری مدارس اور انگریزی مدارس کے تیار کردہ لوگوں پر مشتمل اور قرآن وحدیث سے بالکل بے بہرہ لیکن مسلمانوں کی نکبت و بدحالی سے بے تاب تھا آمادۂ کار ہوا اور بہت جلد مسلمانوں میں اپنا اثر و اقتدار قائم کرسکا اُس نے مسلمانوں کی دنیوی حالت سدھارنے کے لئے سیاسی جدوجہد شروع کی اِن لوگوں نے اُنہیں علوم اور اُنہیں یورپی اصول سیاست کو مشعلِ راہ بنایا جنکو سرکاری مدارس میں پڑھا تھا۔ اِن لوگوں کو مصروفِ کار دیکھکر بعض علمائے ربانی اور سچے پکے مسلمان جو خاموش بیٹھے ہوئے اپنی بیکسی و بے بسی پر چشم پُرآب تھے قرآن وحدیث کو لئے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوگئے اور انکو قرآن مجید کے پختہ اور ناقابل ترمیم اصول کیطرف توجہ دلائی۔ یہ رنگ دیکھکر پیشہ ور مولوی بھی جو ابھی تک اس سیاسی جدوجہد میں شریک ہونے کی جرأت نہ کرسکے تھے اپنی نحوستوں اور رذیل قسم کی خواہشوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ اِن پیشہ وروں نے جنکی بڑی تعداد اسلامی مجاہدین میں در خور ہو چکی تھی مسلمانوں کی جمعیت میں اختلاف و افتراق پیدا کیا۔ انمیں سے بعض کی نالائقیوں بداعمالیوں خیانتوں حماقتوں اور بعض کی شرارتوں ریشہ دوانیوں اور جاسوسیوں نے ایک طرف نئی روشنی کے تعلیم یافتوں اور مخلص مسلمانوں کا اعتماد برباد کیا۔ دوسری طرف ہمسایہ اقوام کو جن سے مسلمانوں کا صلحنامہ ہو چکا تھا شکستِ عہد کی سہولت بہم پہونچائی اور اِس ملک میں مسلمانوں کی رہی سہی عزت بھی خاک میں ملائی۔ پاک باطن اور مخلص و باخدا لوگ اِنا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے اپنے آشیانوں کی طرف رخصت ہوکر منقار زیر پر ہو بیٹھے۔ لیکن نئی روشنی والوں اور یورپی علوم کی تعلیم گاہوں کے تربیت یافتوں میں جو دون ہمت اور بدبخت لوگ تھے وہ مذکورہ پیشہ وروں کے ہتھکنڈوں کو لے اُڑے اور انہوں نے اپنی فطری رذالت و کمینگی کے تقاضے سے پیشہ ور مولویوں کے نقش قدم پر لیڈری کا ایک پیشہ ایجاد فرماکر اسکو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ اور اسطرح مسلمانوں کی مصیبتوں میں ایک اَور مصیبت کا اضافہ ہوا جسطرح یورپ میں ہر ایک چیز زیادہ چمکدار اور زیادہ جاذب نظر ہوا کرتی ہے اسیطرح ان پیشہ ور لیڈروں نے پیشے کو ایسے اصول و قواعد پر قائم کیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ جاذب توجہ اور زیادہ

شاندار نظر آئے۔ بہرحال آجکل مسلمانوں کے لئے پیشہ ور لیڈروں کی ایک ایسی لعنت گریبان گیر ہے جو اور دوسری لعنتوں سے کسیطرح کم نہیں۔ اور انکی ایک جماعت ہے جو موذی جماعتوں میں کسی سے ہیٹی نہیں۔ میں اپنے رسالہ اکابر قوم میں علمائے اسلام فقرائے عالیمقام اور امرائے عظام کی پوست کندہ حالت درج کرچکا ہوں اور عرصہ ہوا ملک میں شائع اور مقبول ہوچکا ہے۔

مساجد کی بدنظمی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں اور امیروں میں جو لوگ نماز کے پابند ہیں وہ فرض نمازیں بھی اپنے گھروں میں پڑھتے اور مسجدوں میں نہیں جاتے۔ پنجوقتہ نمازوں کی جماعتیں جو مسجدوں میں قائم ہوتی ہیں انمیں عموماً محلہ کے غریب اور جاہل لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ جامع مسجد و نجے اندر جمعہ کی نماز کے لئے بعض تعلیم یافتہ اور امراء بھی چلے جاتے ہیں۔ مگر بعض جمعہ کی جماعت کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجدوں پر جاہلوں اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور رفتہ رفتہ یہی جاہل محدث۔ فقیہہ اور مفتی بھی بنگئے۔ مسلمانوں کا قدیمی دستور تھا کہ زیادہ آدمیوں کی مجلس میں زیادہ احتیاط برتی جائے اور ہر شخص اسبات کا لحاظ رکھے کہ دوسروں کے لئے باعث اذیت نہ بنے۔ شریعت اسلام نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ شفیق علی خلق اللہ بنانیکا اہتمام فرمایا ہے مسلمانوں کے لئے مسجدوں میں ہرروز پانچ مرتبہ جمع ہونا چونکہ ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا مسجدوں کے مخصوص آداب بھی تعلیم فرما دیئے۔ مسجدوں کے اندر بدبودار لباس میں جانا۔ لہسن وغیرہ بدبودار چیز کھاکر جانا۔ مسجدوں میں ہنسنا۔ قہقہے لگانا۔ بلند آواز سے چوپالوں اور نشستگاہوں کیطرح دنیوی معاملات پر گفتگو کرنا۔ مسجدوں میں خرید و فروخت کرنا۔ مجلس میں پہلے سے آئے ہوئے اور نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے کاندھوں پر پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں جانا ممنوع قرار دیا۔ خوشبو لگا کر جانے خوف و خشوع کی حالت میں مسجدوں کے اندر داخل ہونے۔ دوسروں کی رعایت ملحوظ رکھنے۔ جماعت میں اپنے دونوں طرف کے نمازیوں کے لئے اپنے بازوؤں اور مونڈھوں کو نرم کردینے اور اسی

قسم کی اور ضروری باتوں کی شریعت اسلام نے ترغیب دی ہے۔ اس انتظام واہتمام نے مسلمانوں کی مسجدوں کو سب سے زیادہ پُرامن مقامات بنا دیا تھا۔ اور دنیا کی تمام قوموں نے مسلمانوں ہی سے مجلسی آداب اور جلسوں کے ضوابط و آئین سیکھے تھے تو مسلمانوں کی مسجدوں ہی کے نمونے نے دنیا کو تہذیب وشائستگی کے بہت سے مراحل طے کرائے تھے لیکن آجکل مسلمانوں کی اکثر مسجدیں جاہل اور جہالت پناہ لوگوں کے زیر اقتدار آکر سب سے زیادہ خطرناک مقامات بنگئی ہیں۔ تعلیمات اسلامیہ سے ہر ایک نابلد اور تہی مغز مسجد میں داخل ہوکر دوسروں پر اعتراض کرنے۔ بات بات پر ٹوکنے اور اپنی مذہبی قابلیت جتانے کے کام کو نماز کے ادا کرنے سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا اور خاموشی کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھکر خاموشی سے چلے آنے کو نماز کے قضا ہوجانے سے زیادہ گراں محسوس کرتا ہے۔ کبھی کسیکے ترکی یا شکاری کوٹ پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے نماز نہیں ہوتی کبھی پتلون نما پاجامہ پر جس سے نماز خراب ہوجاتی ہے۔ کبھی داڑھی کبھی سر کے بالوں۔ کبھی جرابوں کو نشانۂ اعتراض بناکر انتہائی جوش وخروش کا اظہار کیا جاتا اور ایسی مذہبی فقاہت استعمال کی جاتی ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی اسکے دیکھنے اور سننے کی تاب نہیں لا سکتا ایک مشہور تاریخی بستی کی جامع مسجد میں ایک شخص نے کئی ہفتے تک امام صاحب سے حالت جنگ محض اسلئے قایم رکھی کہ امام صاحب نے بعض نمازیں عمامہ باندھے بغیر صرف ٹوپی اوڑھکر پڑھا دی تھیں۔ آخر نوبت یہانتک پہونچی کہ اس سرگرم فقیہ کے نمونے پر عمل کرکے بعض دوسرے صاحبوں نے بھی اپنی وہ تمام نمازیں جو امام صاحب نے بلا عمامہ پڑھائی تھیں دہرائیں۔ امام صاحب اپنے اس عقیدہ پر قایم تھے کہ عمامہ باندھکر نماز پڑھانا اگرچہ اولیٰ وافضل ہے لیکن صرف ٹوپی اوڑھکر نماز پڑھانے سے امام یا مقتدی کی نماز میں کوئی سقم یا نقص واقع نہیں ہوتا اور نماز کا دُہرانا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اب ان جاہل مفتیوں نے امام صاحب کے اس عقیدہ کو حجت قرار دیکر جامع مسجد میں نماز پڑھنا ہی ترک کردیا اور دوسرے محلہ کی مسجد میں جاکر نماز پڑھنا اختیار کیا اوراس محلہ کے نمازیوں نے غالباً انکو غازیوں کا مرتبہ عطا کیا۔ اگر جامع مسجد کے نمازیوں میں انکی تعداد زیادہ ہوتی تو امام صاحب کو یقیناً مسجد سے بیک بینی ودوگوش نکال دیا جاتا۔ دالّین اور ضالّین

یا التحیات میں انگشت شہادت کا اشارہ کرنے یا نہ کرنے پر تو لٹھ چل جانا۔ سر پھوٹ جانا اور چاقوؤں کا نکل آنا معمولی بات ہے۔ نماز کے وقت بعض مسجدوں میں سب سے زیادہ شور و غل برپا ہوتا ہے۔ چنانچہ جاہلوں کی تو تو میں میں نے مسجدوں کی حرمت کو بازاروں کی غفلتوں سے اور امن کو فساد سے تبدیل کر دیا ہے۔ اندریں حالات بہت سے سنجیدہ مزاج لوگوں کے لئے اگرچہ گھروں ہی میں فرض نمازیں ادا کرنے کی ایک معقول وجہ پیدا ہو گئی ہے لیکن مسجدوں کی اس قابل اصلاح حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرنا اور بہت سی بدتمیزیوں کو علی حالہ باقی رکھنا کسیطرح جائز نہیں ہو سکتا۔

جہل مرکب کا طوفان اسی سلسلہ میں یہ تذکرہ بھی از بس ضروری ہے کہ بہت سے عالم کہلانے والوں نے مذکورہ جاہلوں سے بھی بدتر بیہودگیوں کا اظہار کیا ہے۔ ان عالم نما لوگوں کی پست فطرتی نے علم کو روسیاہ اور مذہب کو بدنام کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے جسطرح انگلستان کی آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسیٹیوں کے تعلیم یافتہ لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ان یونیورسٹیوں کے مخفف نام بھی شامل کرنے ضروری سمجھتے یا علیگڑھ کالج کے تعلیم یافتہ اپنے ناموں کے ساتھ علیگ لکھنا پسند کرتے ہیں اسیطرح دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ دارالعلوم دیوبند۔ جامعہ ازہر مصر۔ مدرسہ سہارنپور۔ مدارس کانپور وغیرہ عربی و اسلامی درسگاہوں کے تعلیم یافتہ لوگ بھی ان درسگاہوں کے ساتھ اپنی نسبت کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں جو دلیل اسبات کی ہے کہ ان لوگوں نے جس درسگاہ سے فیض حاصل کیا اور فائدہ اٹھایا ہے اسکو بلند مرتبہ سمجھتے اور اسکے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ یہ ایک شریفانہ جذبہ ہے اور اس پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن غضب اور ستم یہ ہے کہ یہ تعلیم یافتہ لوگ علم اور مذہب کو اپنی درسگاہوں اور اپنے استادوں کی جاگیر اور جائداد اور دیگر درسگاہوں سے وابستہ اور اپنے سوا کسی دوسرے کو علم کا وارث اور مذہب کا واقف تسلیم کرنے میں اپنی موت تصور کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ معیوب اور گھنونی بات اور کیا ہو سکتی ہے!

موجودہ زمانہ کے علماء کی اس نامعقول عصبیت کا احساس مجھکو سب سے پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۰۵ء میں ہوا جبکہ میں دہلی کے بعض خرابوں کی سیر کے لئے دو دن اور ایک رات دہلی میں ایک بزرگ کے

پاس مقیم ہوا۔ اُن بزرگ سے رات بھر خوب مزے مزے کی باتیں ہوئیں جو بہترین مذاکرۂ علمیہ تھا میں اُنکے علم وفضل۔ وسعتِ نظر۔ ذہانت اور روشن خیالی کا دل سے قائل ہوگیا۔ اکثر مسائل میں جو یکے بادیگرے زیرِ بحث آئے میں اُنکا ہمخیال ہوتا گیا۔ اگلے روز دہلی کے خرابوں کی سیر سے فارغ ہوکر جب شام کے وقت میں اُن سے رخصت ہونے لگا تو وہ ازراہِ شفقت مجھکو اسٹیشن ریلوے تک پہونچانے آئے۔ اُسوقت بھی میرے اُنکے درمیان ایک مسئلہ زیرِ بحث تھا۔ میرے دلائل جو حقیقتاً صحیح اور مضبوط تھے اُنہوں نے اپنی معقول پسندی کی وجہ سے تسلیم کرلئے اور فرمایا کہ تو جو کچھ کہتا ہے بالکل درست و صحیح ہے اور اسکی تردید ممکن نہیں لیکن ہمکو اسپر عمل کرنے میں اسلئے تأمل ہے کہ ہمارے اُستاد کا طرزِ عمل اسکے خلاف تھا اور ہم اپنے اُستاد کے خلاف کوئی عمل اختیار کرنا نہیں چاہتے۔ اُنکی زبان سے یہ الفاظ سُنکر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک بجلی سی چمک گئی۔ میں آجتک اس معمّے کو حل نہیں کرسکا کہ ایسا زبردست عالم۔ ایسا ذہین۔ عقلمند اور معقول پسند شخص کسطرح تقلید جامد کی اس دلدل میں پھنس رہ سکتا ہے کہ ایک غلط اور نادرست فعل کا غلط ہونا یقین کر لینے کے بعد بھی اُس فعل کو محض اسلئے ترک نہیں کرسکتا کہ شاگرد کا فعل اُستاد کے فعل سے مختلف ہو جائیگا۔ دہلی کی اس شام کا مذکورہ واقعہ مجھکو بار بار یاد آتا رہا اور میں نے آجتک سیکڑوں ایسے واقعات محسوس کیے کہ بڑے بڑے روشن خیال و وسیع النظر کہلانیوالے علماء میں بھی گروہ بندی موجود ہے گویا اپنے علمی خاندان کے کسی شخص کی غلطی ناقابلِ التفات قرار دیجاتی ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی ویسی ہی غلطی اصلاح و قیادت کا نقارہ بجاکر شیر مردم خوار اور گرگ درندہ کا چولا فوراً بدل لیا جاتا ہے کیونکہ

ستون چشمِ بد دور ہیں آپ دیں کے

نمونہ ہیں خُلقِ رسولِ امیں کے

بعض ایک ہی قسم کے عالم نما لوگوں نے اپنی جمعیتیں اور سوسائٹیاں قائم کرکے اپنے آپ کو علم وفضل کا ٹھیکیدار قرار دے لیا ہے وہ اپنے سوا کسی دوسرے عالم کو اسبات کا مستحق نہیں سمجھتے کہ وہ کوئی علمی خدمت بجالائے یا کسیکو کوئی پند و نصیحت کرسکے غرض کہ نفس پرستی نے اسلاف پرستی سے تائید حاصل کرکے اکثر عالموں کو بھی اسیطرح شیطان کا کھلونا بنا دیا ہے جسطرح جاہلوں کو بنایا تھا۔

اسلام بہت ہی آسان اور فطری مذہب ہے

خدا تعالے نے دین اسلام کے حصہ اعمال میں کوئی ایسی تنگی اور محنت نہیں رکھی جو انسان کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اسیطرح عقائد میں بھی کسی ایسی بات کے ماننے پر مجبور نہیں کیا جو عقل انسانی کے صریح خلاف اور فطرت انسانی اسکو دونوں ہاتھوں سے دھکے دیتی ہو۔ مثلاً اسلام میں نہ رہبانیت ہے نہ تثلیث و کفارہ کا اعتقاد۔ دین اسلام کو خدا تعالے نے عمل کے لئے بہت ہی آسان اور عقیدہ کے لئے عین فطرت انسانی کے سوافق و متوازی رکھا ہے۔ خدا تعالے فرماتا ہے کہ۔

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ (سورۃ الحج۔ رکوع ۱۰)	اور خدا کی راہ میں ایسی کوشش کرو جیسا کہ کوشش کا حق ہے خدا نے تمکو منتخب کر لیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کسی قسم کی سختی روا نہیں کی یہ دین تو تمہارے باپ ابراہیم ہی کا دین ہے۔
اَلْآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (سورۃ الانفال۔ رکوع ۹)	مسلمانو! اب خدا تعالیٰ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے دیکھا کہ تم میں کمزوری ہے۔
يُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النسا۔ رکوع ۵)	اللہ تعالے تم پر سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ (سورۃ النحل۔ رکوع ۱۵)	اور جو کچھ تمہاری زبان پر آئے بے سوچے سمجھے جھوٹ نہ کہدیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اسطرح اپنی بیہودہ باتوں سے خدا تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے لگو۔
لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقر۔ رکوع ۴۰)	خدا تعالیٰ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسیقدر کہ جسکو وہ اٹھا سکے۔
يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورۃ بقر۔ رکوع ۲۳)	خدا تعالے تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے تمکو دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

Marfat.com

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ الروم مکی ع۴)

اے رسولؐ ! دین حنیف کیطرف اپنی توجہ منعطف رکھ یہ دین حنیف خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہوا کرتا یہی دین قیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔ (سورۃ الاعلیٰ)

اور اے رسولؐ ! ہم آسانی یعنی دین اسلام کو تیرے لیے آسان کر دینگے پس تو لوگوں کو نصیحت کرتا رہ جبکہ نصیحت کرنا مفید بھی ہو ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں وہ شریعت لایا ہوں جو آسان اور روشن ہے نیز فرمایا کہ یہ دین آسان ہے اور جو کوئی اس دین میں سختی اختیار کریگا وہ آخر کو عاجز اور درماندہ ہوگا یعنی اعمال شاقہ سے تھک کر ضروری فرائض بھی ترک کرنے لگیگا (اَلدِّيْنُ يُسْرٌ بحوالہ بخاری) صحابہ کرامؓ کی نسبت عمر بن اسحٰق سے منقول ہے کہ اصحاب نبیؐ میں جتنے صحابیوں کو میں نے دیکھا ہے وہ انکی نسبت زیادہ ہیں جو مجھ سے پہلے گذر گئے میں نے کوئی گروہ دین میں آسانی کرنیوالا اور سختی نہ کرنیوالا اُنسے زیادہ نہ دیکھا (اَلدِّيْنُ يُسْرٌ ۔ بحوالہ دارمی) حضرت عمروؓ بن عاصؓ نے ایک مرتبہ سردی کی شدت دیکھکر جبکہ نہانے میں جان کا خوف اور بیماری کا اندیشہ تھا ۔ غسل جنابت کے عوض تیمم کیا اور نماز ادا کرلی اور آیت وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کو اپنے اس فعل کی دلیل گردانا ۔ آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو کچھ نہ کہا ۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے آیت اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کی بنا پر یہ حکم لگایا کہ تیمم کا حکم عورت کو چھونے کے متعلق ہے جنابت کی نسبت نہیں ہے ۔ آنحضرت صلعم نے یہ سنکر انکو بھی برا نہ کہا (عقد الجید)

اس موقع پر قبل اسکے کہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھوں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب عقد الجید کی عبارت کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں اسکو بغور مطالعہ کرنا چاہئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

اور ہر ایک شخص جو آنحضرت صلعم کے اصول احکام اور آپ کے فتووں کی تحقیق وتلاش کریگا تو ایک کلیہ قاعدہ اُسکے ہاتھ آجائیگا۔ وہ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ آپ نے نیکی کے تمام انواع مثلاً وضو، غسل، نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج وغیرہ کو جنپر ملتوں کا اجماع ہے منضبط فرمادیا اور اُنکے ارکان وشروط وآداب مقرر فرمادیئے اور اُنکے لئے مکروہات ومفسدات اور کمی کو پورا کرنے کی ترکیبیں وضع فرمادیں اور اس معاملہ میں جیسا کہ چاہیئے تھا حکم مکمل فرمادیا۔ لیکن ان ارکان وغیرہ کی تعریف کے متعلق زیادہ جامع ومانع بحث نہیں فرمائی اور آپ سے جب کبھی اُن جزوی باتوں کے متعلق سوال کیا جاتا جو اُن ارکان وشروط وغیرہ سے متعلق ہوتیں تو اُن باتوں کو آپ اُن الفاظ مستعلہ پر ہی محول فرمادیتے جنکو وہ لوگ اپنے دلوں میں سمجھتے تھے اور اُنکو ہدایت فرمادیتے کہ جزئیات کو اسی قسم کی کلیات سے سمجھ لیا کرو اور اس سے زیادہ ہرگز نہ فرماتے۔ مگر ہاں صرف چند مسائل میں اتفاقی اسباب کی بنا پر مثلاً قوم کے اصرار کرنے پر یا اور کسی وجہ سے کبھی کچھ تشریح بھی فرمادی۔ مثلاً وضو میں اعضائے اربعہ کا دھونا تو فرمادیا مگر اس دھونے کی ایسی جامع ومانع تعریف نہیں فرمائی جس سے سمجھا جائے کہ اعضا کا ملنا دھونے کی حقیقت میں داخل ہے یا نہیں اور پانی بہانا اس میں داخل ہے یا نہیں اور پانی کے عام اور خاص ہونے کی کوئی تقسیم نہیں فرمائی اور نہ کنوئے اور تالاب وغیرہ کے متعلق صراحت فرمائی حالانکہ یہ تمام مسائل کثیر الوقوع ہیں اور یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان مسائل کا وقوع نہ ہوا ہوگا اور جب سائل نے آپ سے بیر بضاعہ اور قلتین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اُن الفاظ سے زیادہ نہ فرمایا جنکو وہ لوگ سمجھتے تھے اور آپسمیں اُن الفاظ کے عادی تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ سفیان ثوری رحمہ نے کہا کہ ہمنے پانی کے معاملہ میں وسعت وفراخی حاصل کی۔ اور جب ایک عورت نے اُس کپڑے کی نسبت سوال کیا جسپر حیض کا خون لگ جائے

Marfat.com

تو آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا کہ حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ ثُمَّ انْضَحِيهِ
ثُمَّ صَلِّي فِيهِ (کپڑے کو کھرچ دے پھر اُسکو مل دے پھر دھو ڈال پھر اُس سے نماز پڑھ)
یعنے جو وہ سمجھتے تھے اُس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ اور آپ نے قبلہ رُو ہو کر نماز پڑھنے
کا تو حکم دیا لیکن قبلہ کی سمت معلوم کرنیکا کوئی قاعدہ تعلیم نہیں فرمایا حالانکہ صحابہ کرامؓ
سفر کرتے رہتے تھے اور قبلہ کے معاملہ میں اجتہاد کرتے تھے اور سمت قبلہ کے
معلوم کرنیکا قاعدہ جاننے کی اُنکو سخت ضرورت تھی اسکا اصل سبب یہ تھا کہ آپؐ
نے اس قسم کی تمام باتیں اُنہیں لوگوں کی رائے کے سپرد کر دی تھیں اور آنحضرت
صلعم کے اکثر فتووں کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ دانا منصف پر پوشیدہ نہیں
اور ہمنے آپ کے احکام کی پیروی اور تلاش سے یہ سمجھا ہے کہ گہری باتوں کو
چھوڑ دینے اور شرائط و انضباط کو زیادہ بیان نہ فرمانے میں ایک بہت بڑی
مصلحت مد نظر رکھی ہے۔ وہ یہ کہ اس قسم کے مسائل ایسے حقائق کی طرف رجوع
ہوتے ہیں جو حقائق باعتبار عرف مجمل طور پر مستعمل ہیں اور انکی جامع مانع تعریف
بلا دشواری نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انکی تعریف
بیان کرنے وقت دو مشکل حقیقتوں میں فرق اور تمیز پیدا کرنیکے لئے نئے اصول
اور ضوابط متعین کرنے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے پھر اگر اُن حقائق کو منضبط
اور مشرح بھی کیا جائے تو انکی تشریح و تفسیر ممکن نہیں جبتک کہ اسی قسم کے اور
مجمل حقائق کیطرف اشارہ نہ کیا جائے۔ پھر ان مجمل حقائق کی تفسیر و تشریح لازم
ہو جاتی ہے اور اسطرح تفسیر حقائق کا تسلسل کبھی ختم نہ ہوگا اور بعض حالتوں میں
ختم ہوگا تو اسیطرح کہ ماموروں کی رائے کے سپرد کر دیا جائے حالانکہ اس محنت کے بعد
تفویض پر عمل کرنے سے تو بہتر یہی ہے کہ پہلے ہی تفویض پر عمل کر لیا جائے۔ لہٰذا
اسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے حقائق کو شروع ہی سے ماموروں کی رائے کے
حوالے کر دیا اور اختلافی مسائل میں کسی پر تشدد نہیں کیا در آنحالیکہ اختلاف ایسے مسئلہ
میں ہو جو انکی رائے کے سپرد تھا اور اسمیں اختلاف کا موقع ہی تھا۔" انتہی کلامہ۔

Marfat.com

صحیح نسائی میں طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ۔

اَنَّ رَجُلاً اَجْنَبَ فَلَمْ یُصَلِّ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذَالِکَ لَہٗ فَقَالَ اَصَبْتَ فَاَجْنَبَ رَجُلٌ فَتَیَمَّمَ وَصَلّٰی فَاَتَاہُ فَقَالَ نَحْوَ مَا قَالَ لِلْاٰخَرِ۔ یَعْنِیْ اَصَبْتَ

"ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوئی پس اس نے اس حالت میں نماز نہ پڑھی یعنی تیمم نہ کیا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کیفیت آپ کو سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ تونے اچھا کیا۔ پھر ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوئی۔ پس اُس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسکو بھی وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا یعنی تونے اچھا کیا"۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے دینی و مذہبی معاملات میں ہرگز اُس سختی اور تشدد کی اجازت نہیں دی جسکو لوگوں نے بعد میں رواج دیا اور دین کو دشواری کا مترادف بناکر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچایا۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں سیکڑوں مسائل ایسے تھے جنکے مختلف پہلوؤں پر لوگ الگ الگ عامل تھے لیکن کوئی شخص مسئلہ کی ایک صورت پر عمل کرتا ہوا دوسرے شخص کو جو اُسی مسئلہ کی دوسری صورت پر عامل تھا بُرا نہ جانتا اور اسکو دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھتا بلکہ وہ لوگ شریعت کی اجازتوں اور رخصتوں سے فائدہ اُٹھانے اور حسب موقع آسان پہلو اختیار کرنیکو ترجیح دیتے تھے وہ لوگ دینی مسائل میں اجتہادی اختلاف کے دونوں پہلوؤں کو حق جانتے اور دین کے معاملہ میں وسعت اور آسانی کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس بات کو بہت ہی معیوب سمجھتے تھے کہ کسی ایک پہلو کو اختیار کرکے اسی پر جم جائیں اور اُسکے دوسرے جائز پہلو کو ناقابل عمل قرار دیں۔ یہی وجہ تھی کہ انکے زمانہ میں کوئی مذہبی فرقہ بندی نہ تھی نہ انکو آجکل کے لوگوں کیطرح تقلید کے مذہب ہونے کی خبر تھی نہ وہ آجکل کی پیری مریدی کے جھمیلوں اور چلہ کشی کے قاعدوں سے آگاہ تھے۔ اُنکے عہد مبارک میں نہ قوالیاں تھیں نہ وجد و حال نہ انہوں نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عرس جاری کیا نہ اپنی گدیاں قائم کیں۔ وہ بعد کی ایجاد شدہ اصطلاحوں سے ناواقف تھے

اور نہ جدید اصطلاحوں کے ایجاد اور استعمال کی ضرورت سمجھتے تھے وہ نماز اور وضو کے بیسیوں فرائض واجبات سنن اور مستحبات کی تعداد اور گنتی یاد نہیں رکھتے تھے۔ وہ اول کلمہ دوم کلمہ اور سوم کلمہ وغیرہ کلمات کی ترتیب وغیرہ سے بھی بے خبر تھے بلکہ انہوں نے جسطرح آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اسیطرح نماز پڑھتے اور جسطرح آپ کو وضو کرتے دیکھا اسیطرح وضو کرتے جن چیزوں کو آنحضرت صلعم نے ضروری قرار دیا تھا انکو ضروری سمجھتے اور جنسے منع کیا تھا اُنسے بچتے تھے۔ یہی اُنکا اسلام تھا اور یہی سچا پکا اور اصل اسلام تھا جس نے نہ اُنکو سفر کرنے سے روکا نہ تاجر بننے میں مانع ہوا نہ سپاہی بننے اور میدان جنگ میں کام کرنے سے باز رکھا نہ ملکوں کے فتح کرنے اور اقوامِ عالم پر حکومت و فرمانروائی کرنے میں سدِ راہ ہوا۔ اُنمیں سے ہر شخص فقیہہ تھا۔ لیکن اُنکی فقہ نے اسطرح لوگوں کو لاتعداد تکلیفات کے جال میں نہیں جکڑا تھا جسطرح بعد کے فقہا نے ہزارہا اصطلاحات ایجاد کرنیکے بعد بال کی کھال نکال نکال کر شریعت اسلام کو بڑی ہی ہیبتناک اور ناقابل عمل چیز بنا دیا۔ اگر کوئی شخص صرف وضو یا صرف غسل یا صرف پانی کے مسائل سے واقف ہونا چاہے تو ہمارے فقہا کی مہربانی سے اُسکو کئی مہینے بلکہ کئی سال اُسی ایک مسئلہ کی بحث مطالعہ کرنے سے فرصت نہ ملیگی۔ اور اس مطالعہ کے بعد بھی وہ شاید مشکل ہی سے کوئی ایک پختہ عقیدہ قائم کرسکیگا۔ تمام فقہی مسائل پر کما حقہ عبور حاصل کرنا تو انسان کی ایک پوری زندگی میں کسیطرح ممکن نہیں عمل کرنے۔ مومن کامل بننے اور قرآن مجید میں تدبر کرنیکی مہلت نکالنے کا تو موقع کہاں ! جس دین کو خدا تعالیٰ نے آسان بتایا جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" فرمایا وہ دین ہمارے زمانہ میں تکالیف مالایطاق کا مجموعہ اور اَلدِّیْنُ عُسْرٌ کا مصداق بنا ہوا نظر آرہا ہے بڑے بڑے جبہ اور جگادری جبہ و قبہ والے مولانا و بالفضل اولانا جب آیت یا حدیث کے مقابلہ میں عاجز آکر کسی آسانی یا رخصت کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہونے لگتے ہیں تو پھر یہ لاجواب اور کوہ البرز سے زیادہ پائدار اور آخری دلیل پیش فرماتے ہیں کہ "اچھا پھر تو شریعت پر عمل کرنے میں کوئی دقت و دشواری ہی باقی نہ رہی"۔ گویا اُنھوں نے آسانی کو شریعت کی ضد اور دشواری کو لازمۂ شریعت یقین کر رکھا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

Marfat.com

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا ... کار طفلاں تمام خواہد شد

یسر و آسانی کی حقیقت میانہ روی ہے شتر بے مہار ہونا نہیں

خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری طور پر جو قوتیں۔ خواہشیں اور جذبے پیدا کر دیئے ہیں اُنکے ظاہر کرنے اور زیر عمل لانے کے لئے افراط اور تفریط سے بچکر اعتدال اور حد اوسط کو مد نظر رکھنا ہی صراط مستقیم پر چلنا ہے اور اسی کی اسلام تعلیم دیتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا (سورۃ البقرہ رکوع ۱۷) انسان شریعت کی پابندی سے آزاد ہو کر جب شتر بے مہار بنجاتا ہے تو اپنی خواہشات اور جذبات کے رُخ کو سیدھا نہیں رکھ سکتا کبھی افراط کے گڑھے میں اور کبھی تفریط کی خندق میں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی مضمون کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ انسانی جذبات اُس اسٹیم سے مشابہ ہیں جو کسی انجن کو متحرک کرتی ہے۔ یا باروت کی مانند ہیں جو آگ دکھانے سے مشتعل ہوتی اور توپوں یا بندوقوں کے استعمال کرنے میں کام آتی ہے۔ انجن کی اسٹیم کے زور کو اگر بہت سے کل پرزوں کے ذریعہ روک تھام کے ساتھ استعمال نہ کیا جائے تو وہ انجن کو متحرک اور کارآمد نہیں بنا سکتی۔ یا اگر وہ حد معین سے زیادہ یا کم کر دی جائے تب بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔ اسیطرح باروت کو اگر مقررہ مقدار سے کم یا زیادہ کر دیا جائے یا بندوق اور توپ کے پُرزوں کو جو باروت کی قوت کو مناسب اور موزوں طریقہ پر کام میں لانیکا موجب ہیں بیکار اور ناقص کر دیا جائے تو وہ مقصد جو توپ و بندوق کے ذریعہ باروت سے حاصل کیا جاتا ہے فوت ہو جائیگا۔ حاکم اور ضابط پُرزوں کے خراب ہو جانے سے انجن کی اسٹیم انجن کو اور بندوق کی باروت بندوق کو تباہ اور اُن دونوں کے چلانے والے کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اسیطرح انسانی جذبات حد معین سے آگے بڑھکر انسان کی ہلاکت کا موجب بنجاتے اور حد معین سے کم یا مردہ ہو کر انسان کو اُسکے مجد و شرف سے معزول کر دیتے ہیں۔

ان انسانی جذبات سے فائدہ حاصل کرنے اور انکو مفید طریقہ پر استعمال کرنیکے لئے عقل یا مذہب سے کام لینا پڑتا ہے۔ عقل یا مذہب سے بے بہرہ و آزاد ہو کر انسانی جذبات انسان کی گمراہی اور ہلاکت کا سبب بنجاتے ہیں۔ اس جگہ عقل اور مذہب دونوں کا نام

اس لئے کیا گیا کہ تمام الٰہی مذاہب اور منزل من اللہ شریعتیں عقل کے اس انتہائی مقام اور اعلیٰ درجہ کا نام ہے جس تک انسانی عقل کا اپنی کوشش سے پہونچنا آسان نہ تھا اسی لئے بعض عقلمندوں نے کہا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمجھدار اور عقلمند لوگ جمع ہوکر غور و خوض اور عقل و دانائی کے تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے نوع انسان کے لئے کوئی دستور العمل یا نظام زندگی ترتیب دیں تو اسکے بنانے اور مرتب کرنے میں جسقدر زیادہ مقتضائے عقل کو پورا کیا گیا ہوگا اسیقدر وہ شریعت اسلام کے زیادہ موافق و مطابق ہوگا۔ مثلاً

انسان کے اندر منجملہ اور جذبات کے ایک نہایت قوی جذبۂ محبت ہے۔ یہ جذبۂ محبت عموماً حسن اور احسان سے متحرک اور مشتعل ہوتا ہے حسن اور احسان کے مفہوم پر غور کیا جائے تو جسطرح دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہے اسیطرح دونوں کا مفہوم بھی حقیقتاً ایک ہی ہے۔ خدا تعالیٰ انسان کا سب سے بڑا محسن اور مربہ محسن ہے جس نے انسان اور اسکی تمام ضروریات کو انسان کے کسی عمل اور استحقاق کے بغیر پیدا اور موجود کر دیا رسول اور نبی بھی جو نوع انسان کے سب سے زیادہ خیر خواہ اور نفع رساں وجود ہوتے اور اسکو فوز و فلاح کا راستہ بتاتے ہیں دنیا میں انسان کے بہت بڑے محسن ہیں۔ ماں باپ اور دادا پر دادا جو بظاہر دنیا میں اسکی جسمانی پیدائش اور بچپن کی بے بسی میں پرورش کا ذریعہ ہیں باقی انسانوں سے زیادہ محسن ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس فرق مراتب کو مدنظر رکھکر انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ایک طرف تو یہ حکم دیا کہ ماں باپ کے ساتھ محبت کے تقاضوں کو پورا کر (یعنی والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور انکی تکریم میں مطلق کوتاہی نہ کرو جیسا کہ فرمایا۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا	اور تیرے رب نے یہ بات طے کر دی ہے کہ تم لوگ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہونچیں تو ان کو

قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل۔ رکوع ۳)	اُف بھی نہ کہا جائے اور اُن دونوں سے تعظیم و تکریم کے ساتھ کلام کرنا چاہیئے۔

دوسری طرف حکم دیا کہ خدا و رسول کی محبت ماں باپ۔ دادا پر دادا کی محبت سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ خدا و رسول کے احسانات ماں باپ کے احسانات سے بہت زیادہ ہیں اگر ماں باپ اور خدا و رسول کی خواہشیں متضاد واقع ہو جائیں تو اس حالت میں خدا و رسول کے حکم کی فرمانبرداری میں ماں باپ کے حکم کو رد کر دینا ضروری ہے اور یہی عقل کا بھی تقاضا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ (سورۃ العنکبوت۔ رکوع ۱)	اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اگر ماں باپ اس بات پر اصرار کریں کہ تو ہمارے ساتھ کسیکو شریک ٹھہرائے جسکی

تیرے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تو تو اُنکا کہنا نہ مان۔

فریب خوردہ ناصحین اور اباحت نواز مصلحین

متشقق مولویوں اور دقت پسند قُل اَعُوذیوں کے مقابلہ میں ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو درحقیقت دُنیا کو دین پر مقدم رکھنے والوں میں شامل ہے لیکن دینی عالموں اور باخدا لوگوں کے لباس میں جلوہ فرما ہوا ہے۔ یہ لوگ اسلئے زیادہ خطرناک ہیں کہ اپنی ہر ایک بات کو قرآن و حدیث سے مدلل کر کے پیش کرتے اور شریعت کی رخصتوں اور آسانیوں کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ گویا اُن رخصتوں ہی کو اصلی مرتبہ حاصل اور اُسکے سوا دوسری صورت قطعاً باطل ہے۔ یہ لوگ غالباً احکام شرعی کی اصل حقیقت سے واقف مگر تن آسانی کی جانب اسقدر مائل اور اباحتی زندگی کے اسقدر دلدادہ ہیں کہ شریعت اسلام کی حقیقی روح کو فنا اور عبد و معبود کے اصل تعلق کو نابود کر دینے پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انکا پیش کردہ اسلام روحانیت سے قطعاً خالی اور قلب میں للہیت پیدا کرنے اور محبت الٰہی کے شعلے کو بھڑکانے سے بالکل

ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے طریق تبلیغ اور انداز وعظ کا صحیح اندازہ اس بات پر غور کرنے سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ جب مسلمانوں کو دولت کمانے۔ امیر بننے اور صنعت و تجارت کیطرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہیں تو اس مضمون کی آیتوں اور حدیثوں کو انتہائی اہتمام اور پورے جوش و خروش اور قابلیت و طلاقت کے ساتھ بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کے تمام ارشادات کا مجموعی اثر سننے والے کے دل پر یہ ہوتا ہے کہ وہ دولتمند اور صاحب جاہ و حشم بننے ہی کو اسلام کا اصل مقصد سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسلام مفلس اور تہیدست بننے اور مسلمانوں کو فاقہ مست فقیروں کی جماعت بننے کی تعلیم و ترغیب نہیں دیتا لیکن وہ مال و دولت ہی کے فراہم کرنے۔ خزانے کا سانپ اور قارون بننے کو بھی مدعائے اصلی نہیں بتاتا۔ مذکورہ پند و ارشاد کے ساتھ ہی اگر مال و دولت کے دوسرے خطرناک پہلو سے تعلق رکھنے والی آیات و احادیث بھی پیش کر دیجائیں اور یہ بھی سمجھا دیا جائے کہ اسلام کا اصل مقصد کیا ہے تو نصیحت و ہدایت کامل اور نفع رساں ہو کر سننے اور سمجھنے والے کے دل میں خدا و رسول کی محبت و عظمت پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے یک رخی مسائل اور اباحتی عقائد اعمال کی تعلیم سے مسلمانوں کا آرام طلب اور نفس پرست طبقہ بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے اور اس طبقہ کی تعداد تھوڑی نہیں بلکہ بہت ہے۔ جب ان اباحتی مسائل کے مقابلے میں فرائض اور اصولی احکام کا رد اور شکست ہونا لازم ہو جاتا ہے تو یہ لوگ ان فرائض اور منصوص احکام کو باسانی توڑ دیتے اور مطلق نہیں ڈرتے۔ اسطرح شریعت اسلام کی بے عزتی اور بے اعتباری پیدا ہو کر مسلمانوں کے ایمان کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں مثلاً چند سال ہوئے کہ ایک صاحب نے ایک خاص قسم کے سود کا جواز ثابت کرنا چاہا اور مسلمانوں کے افلاس کو انکی تمام خرابیوں کا سرچشمہ ظاہر کر کے افلاس کے دور کرنے کی ترکیب سود خوری تجویز کی بعض مولویوں کے فتوے اور بعض آیتوں کی نامناسب تاویلیں اور بعض وضعی حدیثیں بھی فراہم کر دیں۔ انکے اس اعلان کی تردید بھی بدلائل لوگوں نے شائع کی۔ لیکن ان صاحب کو شاید اس خبر کے سننے سے مسرت حاصل رہیگی

Marfat.com

کہ چند ہی روز کے اندر مسلمانوں میں ہزاروں سود خور پیدا ہو گئے اور مزدوری پیشہ مفلس مسلمانوں کی ایک ہیبت انگیز تعداد اپنے مسلمان ہمسایوں اور مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں سے طرح افلاس و خانہ ویرانی کا شکار ہونے لگی ہے کہ اُسکے تن سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ سود کے مجوز صاحب نے تجارتی سود کے نام سے ایک خاص قسم کا سود جائز ٹھہرایا تھا۔ لیکن سود کا دروازہ کھلتے ہی اس طوفان سود خوری نے ہر اُس شخص کو جسکے پاس دس پندرہ یا سو پچاس روپیہ بھی تھے سود خور بنا دیا اور ان مسلمان سود خوروں سے سودی روپیہ لے کر چند روز گلچھرے اڑانے والے ہزاروں لاکھوں مزدوری پیشہ مفلس اور نا عاقبت اندیش مسلمان موجود ہو گئے۔ جنکو جھوٹے ساہوکاروں سے نہ سودی روپیہ ملسکتا تھا نہ اُنکو کبھی سودی قرضہ لینے کا خیال آیا تھا ان نئے سودی قرضہ لینے والوں میں فی ہزار ایک آدمی بھی ایسا نہیں جس نے کسی تجارتی ضرورت سے سود لیا ہو اور اپنے ہاتھوں خود اپنی بربادی کا سامان فراہم نہ کیا ہو۔ اب اگر خود وہ سود پسند صاحب بھی قرآن کا جامہ پہن کر آئیں اور مسلمانوں کو سمجھائیں کہ ہمارا مدعا اس قسم کی تباہ کن سود خوری سے نہ تھا تو کوئی اُنکی بات نہ سُنے گا اور کوئی سود خور اس سود خوری سے باز نہ آئیگا۔

قومی انجمنوں کا تباہ کن طوفان

نسل انسانی کی صلاح و فلاح کو برباد کر کے تباہی و خرابی لانیوالی بیماریوں میں افتراق و تشتت ایک سب سے بڑی بیماری ہے۔ شریعت اسلام نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا کر نسلی اور قومی عصبیتوں کو فنا کر دیا تھا۔ قوموں اور نسلوں کو قرآن مجید نے تعارف کا ذریعہ بنا کر صرف تقوٰے کو موجب عزت اور باعث تکریم قرار دیا ہے لیکن چند سال سے دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان میں خدا جانے کس غیر محسوس اور غیر معلوم محرک کیطرف سے یہ تحریک اٹھائی گئی کہ قومی برادریوں کے الگ الگ نظام قائم ہو کر مسلمانوں کے اندر ہزارہا قومی انجمنیں قائم ہو گئیں۔ سیدوں مغلوں۔ پٹھانوں۔ قریشیوں۔ صدیقیوں فاروقیوں عثمانیوں۔ آرائیوں اعوانوں۔ کشمیریوں۔ ککے زئیوں۔ قصائیوں۔ مراثیوں۔ جولاہوں۔ پنجابیوں مسلم راجپوتوں

مثلاً قلیں نمائیوں، حلوائیوں وغیرہ کی سیکڑوں قومی انجمنیں قایم ہو گئیں۔ ہر ایک قوم نے اپنے الگ الگ مقاصد تجویز کئے۔ الگ الگ قومی اخبار اور رسالے جاری ہوئے۔ ان اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ اپنی ہی اپنی برادری اور قوم کی سود و بہبود پر غور کیا جاتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو غیر سمجھ کر انکی طرف سے بے التفاتی اختیار کرلی جاتی اور جب اپنی برادری اور کسی دوسری مسلم برادری کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف یا مخالفت واقع ہو تو پوری طاقت اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ اپنی قوم کی حمایت اور جا و بیجا طرفداری کیجاتی ہے جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں برادریوں میں رقابت اور منافست پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی ایک قوم بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر نہ صرف یہ کہ اپنے اتحاد و اتفاق کو کھو چکی بلکہ اسکے اجزا آپس میں بھی چھری کٹاری ہونے لگے۔

ان قومی انجمنوں اور الگ الگ برادریوں کے قایم ہونے سے کوئی بھی نفع ایسا نہیں پہونچ سکتا جس سے بہتر نفع رسانی کا سامان قرآن مجید اور اسلام کے ذریعہ فراہم نہ ہو سکتا ہو۔ قرآن مجید سب کو ملا کر ایک قوم بنانا چاہتا ہے اور آجکل اُس ایک قوم کو توڑ پھوڑ کر سیکڑوں چھوٹی چھوٹی قومیں بنائی جا رہی ہیں اور اس کام کو نہایت اچھا اور مستحسن کام سمجھا جا رہا ہے۔ یہ نتیجہ ہے قرآن مجید کیطرف سے غفلت اور بے پروائی اختیار کرنیکا۔ اسلام کی ان اندرونی گروہ بندیوں نے قرآن مجید کیطرف متوجہ ہونے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بنانے کی سہولتوں کو برباد کر دیا اور فرقوں کی عصبیتوں نے یہانتک ترقی کرلی کہ آجکل کوئی سید (فاطمی) کسی سید کی نسبت اور کوئی مغل کسی مغل کی نسبت اور کوئی قصائی کسی قصائی کی نسبت کسی مسلمان سے کوئی جائز نکتہ چینی بھی برداشت نہیں کرسکتا اور بجائے اسکے کہ مسلمان اسلام کے حامی و خادم ہوتے اپنی مخصوص و متعین قوموں اور قومیتوں کے حامی و خدمتگذار ہیں۔ اسلامی مقاصد اور خدا و رسول کے منشا کا ضائع اور برباد ہونا بآسانی برداشت کرلیا جاتا ہے لیکن اپنی برادری کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کی جاسکتی مجھکو ذاتی طور پر اسبات کا تجربہ ہے کہ بعض اچھے خاصے سمجھدار و ذی علم لوگوں نے

Marfat.com

محض اسلئے کسی عظیم الشان اسلامی نشخ کو اپنے ہاتھوں سے ملیامیٹ کر دیا کہ انکی قوم کے کسی فرد کو نقصان پہونچتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ (اس کلمہ کو تین مرتبہ فرمایا) رواہ ابوداؤد	وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے جو بیجا طرفداری کیطرف بلائے۔

ابوداؤد ہی کی ایک دوسری حدیث ہے کہ۔

مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِىْ رَدّٰى فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ۔	جس شخص نے اپنی قوم کی ناحق امداد یا طرفداری کی وہ اس لدّو اونٹ کی مانند ہے

جو کسی جوہڑ میں گر گیا ہو اور پھر اس گڑھے میں پڑا ہوا اپنی دُم ہلا رہا ہو۔

غرور و تکبر اور ابلیس و شیطان

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے گنہگار اور نافرمانوں کے سپہ سالار ابلیس لعین سے جو نافرمانی سرزد ہوئی وہ تکبر کی وجہ سے ہوئی۔ کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ه (سورہ بقرہ رکوع ۴) قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ہ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ہ (اعراف رکوع ۲) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ہ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ہ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ہ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (سورہ ص رکوع ۵) اس مضمون کی آیتیں سورہ بنی اسرائیل رکوع ۷۔ اور قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں بکثرت موجود ہیں۔ حدیث قدسی میں آتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اَلْكِبْرِيَآءُ رِدَائِىْ وَالْعِزُّ اِزَارِىْ فَمَنْ نَازَعَنِىْ شَيْئًا مِّنْهُمَا عَذَّبْتُهٗ۔ اخرجہ مسلم و ابوداؤد	فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ بزرگی میری ذاتی چادر ہے اور عزت میرا تہ بند ہے پس جو شخص ان دونوں میں سے کچھ چیز مجھ سے

Marfat.com

بروایت ابی سعید و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	چھینے یا جھگڑا کرے یعنے تکبر کرے اور میری ذات وصفات میں شرکت کرنا چاہے تو میں اسکو عذاب کرونگا۔

تکبر کے معنے ہیں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا بہتر اور برتر سمجھنا چونکہ متکبر انسان اپنے اس عقیدہ میں فریب خوردہ ہوتا ہے اور اپنی بڑائی اور کبریائی کا غلط اور نادرست یقین رکھتا ہے لہذا متکبر کو مغرور بھی کہدیتے ہیں۔ غُرور (غین مضموم) کے معنے فریب او دھوکے کے ہیں۔ غَرور (غین مفتوح) فریبی اور دھوکہ باز کو کہتے ہیں۔ اور اسی لئے شیطان رجیم کا ایک نام غَرور بھی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (سورہ فاطر رکوع ۱) جب کسی متکبر آدمی کو اسکے تکبر کی پاداش میں ذلت ورسوائی حاصل ہوتی ہے تو عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ حمیت یعنے ضد اور ہٹ اسکی گریبان گیر ہو جاتی ہے اور وہ فریب خوردگی سے باہر آنے اور اپنے ضرر کو پہچاننے کے عوض الٹا اپنے غلط اور نادرست خیال کی تائید میں دوسروں کو بھی فریب خوردہ بنانے اور فساد پھیلانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا (القصص رکوع ۶) سب سے پہلے متکبر گنہگار یعنی ابلیس لعین نے اپنے اصرار اور ضدی پن سے راندۂ درگاہ ہوکر کہا کہ۔ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۝ (الاعراف رکوع ۲) قرآن مجید کی اصطلاح میں ابلیس کا نام ابلیس اسوقت لیا جاتا ہے جبکہ وہ تکبر کا اظہار اور اپنے آپکو برتر و بہتر قرار دیکر حکم کی تعمیل سے انکار کرتا ہے۔ لیکن جب وہ دوسروں کو گمراہ کرنے اور فریب خوردہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو شیطان کہلاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب نافرمانی اور تکبر متکبر کی ذات تک محدود ہو تو اس متکبر کا نام ابلیس ہے اور جب دوسروں کو نافرمان وگمراہ بنانے میں معروف ہو جائے تو اسکا نام شیطان ہے۔ قرآن مجید میں یہ دونوں نام اسیطرح اپنے اپنے موقعوں پر استعمال ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اغوائے شیطانی اور خواہشات نفسانی

دنیا میں جب سے نسل انسانی آباد ہے نور و ظلمت یا یوں کہو کہ نیکی و بدی کی کشمکش برپا ہے اور قیامت تک برپا رہیگی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم عطا کرنیکے بعد انبیاء علیہم السلام اور کتب سماویہ کے ذریعہ اچھی اور بری باتوں سے آگاہ فرما کر اچھے کاموں کے کرنے کی ترغیب دی اور برے کاموں سے بچنے کی تاکید فرمائی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (الاعراف۔ رکوع ۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل رکوع ۵) بخلاف اسکے شیطان انسان کی عقل کو ماؤف کرکے اسے اچھے کاموں سے باز رکھنے اور برے کاموں کے کرنے پر آمادہ کرنے میں مصروف ہے۔ شیطان کا نام سب سے پہلے گنہگار ابلیس لعین کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر ایک گمراہ کرنے اور بہکانے والے کو خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو شیطان کے نام سے پکارا ہے اور اسی لئے جمع کے صیغے میں شیاطین کا لفظ بھی قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوا ہے اور ان شیاطین کے اخوان و اعوان کا بھی ذکر آیا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (البقرہ۔ رکوع ۳۴) وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (الانعام۔ رکوع ۱۴) جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ عقل و تدبر اور بصیرت و بینائی سے کام لیتے ہیں وہ شیطانی اغواء سے محفوظ اور نیکی و راست کرداری کی صراط مستقیم پر قائم رہ کر فوز و فلاح سے ہمکنار اور رضائے الٰہی کے حصول میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ جذبات نفسانی اور اغوائے شیطانی کے معمول و مغلوب بنکر عقل و دانائی سے جدا ہو جاتے ہیں وہ نقصان و خسران میں مبتلا ہو کر ناکام و نامراد اور دوزخ کا ایندھن بنتے ہیں

Marfat.com

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ۙ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱) وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآئِھِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ ۔ (انعام۔ رکوع ۱۴) وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (آل عمران۔ رکوع ۱)

پس ثابت ہوا کہ کامیاب و بامراد ہونیکے لئے بیجا خواہشات نفسانی اور اغوائے شیطانی سے بچنے پر کس رہنے اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے جدا نہ ہونیکی سخت ضرورت ہے فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ (البقرۃ۔ رکوع ۳۴) فوز و فلاح تک پہونچانیوالی صراط مستقیم سے واقف اور اسپر گامزن ہونے کے لئے ضرورت ہے کہ انسان فہم و فراست سے کام لیکر کلام الٰہی یعنی قرآن مجید میں غور و فکر و تدبر کرے۔ اور ہر ایک ضرورت کے وقت قرآن مجید ہی کے ذریعہ روشنی اور ہدایت کا جویا ہو۔

خوش عقیدگی اور اسلاف پرستی

خوش عقیدگی اور حسن ظن انسان کی صفات حسنہ میں شامل اور بدگمانی عیوب و رذائل میں شمار ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ۔ (الحجرات۔ رکوع ۲)	ایمان والو! بہت سے شکوک و شبہات پیدا کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بعض شکوک گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے تجسس میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسیکو پیٹھ پیچھے برا کہا کرے۔
وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ (حٰم سجدہ۔ رکوع ۳)	اور اے کافرو یہی تو تمہاری بدگمانی تھی جو تمنے اپنے رب کی نسبت کی اور تمہاری اسی بدگمانی نے تمکو برباد کیا اور تم نقصان رسیدوں میں ہوئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْث نیز ارشاد فرمایا کہ ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا لیکن اسی خوش عقیدگی اور حسن ظن کی حدود کو مدنظر نہ رکھنے سے انسان شیطان کا کھلونا بنکر بڑی بڑی رذالتوں حتّٰی کہ شرک جیسے گناہ عظیم میں مبتلا ہو جاتا ہے انسان کسی شخص کی خوبیوں سے واقف ہوکر اور بہت سی خوبیوں کو بھی بلاتحقیق اس شخص میں فرض کر لیتا اور کبھی ایسی باتوں کو بھی اس سے منسوب کر دیتا ہے جنکا منسوب کرنا کفر اور شرک صریح ہوتا ہے حسن ظن یا خوش عقیدگی اپنی حد سے متجاوز ہوکر ہمیشہ آبا پرستی اور اسلاف پرستی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور قرآن مجید نے اسی آبا پرستی اور اسلاف پرستی کو سب سے زیادہ مذموم معیوب اور انسان کی انتہائی نالائقی اور باجی پن قرار دیا ہے حسن ظن اور اسلاف پرستی میں فرق نہ کرنا سب سے بڑی گمراہی اور بے راہ روی ہے۔ اسی اسلاف پرستی نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ اسی اسلاف پرستی نے انبیاء علیہم السلام کو لوگوں سے خدا اور خدا کا بیٹا کہلوایا۔ اسی اسلاف پرستی نے یہودیوں کو مسیح علیہ السلام کا دشمن بنایا اور اسی اسلاف پرستی کی بدولت عیسائیوں نے مسیح کو ابن اللہ کہا۔ یہی اسلاف پرستی تھی جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض جاہلوں سے نبی اور بعض سے نعوذ باللہ خدا کہلوایا اور اسی اسلاف پرستی نے حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی انگلی سے عزرائیل علیہ السلام فرشتہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔

صحابہ کرامؓ کی نسبت بھی لوگوں نے مافوق البشریت باتوں کا اعتقاد کر کے اپنے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر لی ہیں صحابہ کرامؓ کی نسبت جب کوئی ایسی بات بیان کی جاتی ہے جس میں بشریت اور کسی عام انسانی کمزوری کو دخل ہو تو لوگ چونک اٹھتے اور کسی انسانی کمزوری کو صحابہ کرامؓ کی شان رفیع کے خلاف تصور کر کے ایسی دور از کار تاویلوں کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں جو عقل اور اسلام کے سراسر خلاف ہوتی ہیں۔ حالانکہ اس بات پر غور کرنا چاہیئے تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی جبکہ بشر ہونے اور بشریت کے تقاضوں سے جدا نہ ہونے کا بالتصریح قرآن مجید میں اعلان کیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی الٰہی اور احکام دین کے علاوہ اور باتوں میں تمہاری ہی مانند ایک انسان ہوں

Marfat.com

تو کسی دوسرے بیر، ما فوق البشریت طاقتوں کا یقین کرنا کہاں جائز ہو سکتا ہے۔ لوگوں نے خوارق عادات اور معجزات وکرامات کو کمال اسلام اور کسی شخص کے برگزیدۂ الٰہی ہونے کی دلیل سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامتیں ہمیشہ کافروں مشرکوں اور شریروں کے مقابلہ میں اتمام حجت کے طور پر ظاہر ہوئی ہیں اور منکرین پر عذاب الٰہی کے وارد ہونیکا موجب بنی ہیں۔ مسلمانوں اور مومنوں کے لئے تو کبھی ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوئی اور نہ ان چیزوں کو خدا و رسول نے کسی شخص کے نیک اور پرہیز گار ہونیکا معیار قرار دیا۔ اصل نیکی اور حقیقی کامیابی تو احکام الٰہی کی پابندی میں ہے نہ خارق عادات اور غیر معمولی باتوں کی نمائش میں۔ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے تمام کاہن۔ ہندوستان کے تمام جوگی اور موجودہ یورپ کے تمام مسمرائزر خاصان خدا اور اولیاء اللہ میں شمار ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ تابیر نخل کرتے یعنی نر کھجور کے پھول کو مادہ کھجوروں کے پھولوں پر جھاڑتے ہیں۔ آپ نے پوچھا تم لوگ یہ کیا کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہم ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نہ کرو تو بہتر ہے۔ انھوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اُس سال پھل کم آیا۔ آپ نے پھل کم آنیکا حال سنکر فرمایا کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّاْيِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (میں ایک بشر ہوں جب میں تمکو تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اُسکو مان لو۔ اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو سمجھ لو کہ میں صرف ایک آدمی ہوں) دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا وَلَا تُؤَاخِذُوْنِیْ بِالظَّنِّ وَلٰكِنْ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا فَخُذُوْا بِهٖ فَاِنِّيْ لَمْ اَكْذِبْ عَلَى اللّٰهِ (میں نے ایک قیاس کیا تھا۔ تم مجھ سے اُس قیاس کے متعلق مواخذہ نہ کرو لیکن ہاں جب میں کوئی بات خدا تعالیٰ کیطرف سے کہوں تو اُسے مان لو کیونکہ میں خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتا) ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ الفاظ بھی فرمائے کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ (تم اپنے دنیا کے امور

Marfat.com

زیادہ جاننے والے ہو)۔

پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید اولادِ آدم اور جامع جمیع کمالات انسانیہ تھے ایک بشر ہونیکا اقرار کرتے اور دنیوی کاموں کے متعلق اپنی غلط اور صحیح دونوں باتوں کے امکان کا اعلان فرماتے ہیں تو کسی دوسرے کی نسبت ہرگز ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بشریت سے بالاتر اور ہر قسم کی کمزوریوں سے مصئون ومامون ہے۔

باب ششم

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

۱۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الخ (سورۃ الفتح ۔ رکوع ۴)	خدا تو وہ ہے جس نے اپنے رسول محمد صلعم کو دین حق اور ہدایت دیکر بھیجا کہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد خدا کے رسول ہیں الخ۔
۲۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعۃ ۔ رکوع ۱)	خدا تو وہ ہے جس نے مکہ والوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو انکو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھکر سناتا اور انکو آلائش گناہ سے پاک کرتا اور انکو قرآن مجید اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔
۳۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا	اے نبی ہم نے تجھکو توحید الٰہی کی گواہی اور مومنوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو

اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ○ (سورۃ الاحزاب۔ رکوع ۶)

عذاب الٰہی سے ڈرانیوالا اور اپنے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ اور تاریکی کو دور کرنیوالا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے تو مومنوں کو یہ بشارت دیدے کہ انپر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

۴۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (السبا۔ رکوع ۳)

اور اے رسول ہمنے تجھکو دنیا بھر کے تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

۵۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ (فاطر۔ رکوع ۳)

اے رسول ہمنے تجھکو حق و حکمت کے ساتھ نیکوں کو جنت کی خوشخبری سنانیوالا اور بدوں کو دوزخ سے ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں گذری کہ اُس میں کوئی رسول یعنی گنہگاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانیوالا نہ آچکا ہو۔

۶۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف۔ رکوع ۲۰)

اے رسول کہدے کہ اے لوگو میں تم سب کیطرف اُس اللہ کا پیغمبر ہو کر آیا ہوں جسکے لئے آسمان و زمین کی حکومت ہے۔ اُس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے پس تم اللہ اور اسکے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ کہ خود رسول بھی اللہ اور کلام اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور تم رسول کی پیروی کرو تاکہ ہدایت یافتہ بنجاؤ۔

۷۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (آل عمران۔ ع ۱۴)

اور اے مومنو! اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرو تاکہ رحم کئے جاؤ۔

۸۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝

(محمد۔ رکوع ۴)

اے مومنو! اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور نافرمان بنکر اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

۹۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (التغابن۔ رکوع ۲)

اور لوگو! اللہ اور رسول کے فرمانبردار بنجاؤ اور اگر تم انحراف اختیار کروگے تو ہمارے رسول کا کام تو ہمارے احکام کا صاف صاف پہونچا دینا ہے

۱۰۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

(المائدہ۔ رکوع ۱۲)

اور مسلمانو! خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو اگر تم خدا اور رسول کی اطاعت سے منحرف ہوجاؤ گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کا کام تو ہمارے احکام کا صاف صاف پہونچا دینا ہے۔

۱۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

(النساء۔ رکوع ۸)

اے مومنو! اللہ اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے تمہارے فرمانروا ہوں انکی بھی فرمانبرداری کرو اور اگر تم اپنے اس سردار سے کسی معاملہ میں جھگڑا کرو تو تمہارے خدا اور یوم آخر پر ایمان لانے کا ثبوت یہ ہوگا کہ تم اس معاملہ کو خدا و رسول کے حکم کیطرف رجوع کرو اور اگر تم ایسا کروگے تو یہی بہتر بھی ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ بھی اچھا ہوگا

۱۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ بھی تمکو دوست رکھے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۔ رکوع ۴)	اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور اللہ غفور ورحیم ہے۔ اے رسول: ان لوگوں سے کہدے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر انکار کریں تو پھر اللہ تو منکروں کو دوست نہیں رکھتا۔
١٣۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر۔ رکوع ۱)	اور مسلمانو! رسول جو کچھ تمکو دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا تعالیٰ شدید العقاب ہے۔
١٤۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح۔ رکوع ۱)	اے رسول! جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں۔
١٥۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء۔ رکوع ۹)	اور جو لوگ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرینگے وہ نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہونگے جنپر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام ہوئے ہیں اور یہ لوگ کیسے اچھے رفیق ہیں۔
١٦۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء۔ رکوع ۱۰)	اور جو کوئی ہدایت کے ہویدا ہو چکنے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کرے تو ہم نے جو طریق اختیار کیا ہے ہم اسکو اسیطرف متوجہ رکھیں گے اور اسکو دوزخ میں داخل کرینگے اور دوزخ تو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

Marfat.com

۱۷۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبۃ۔ رکوع ۸)	کیا انکو اس بات کی خبر نہیں کہ جو شخص اللہ اور اُسکے رسول کی مخالفت کریگا اُسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور یہ بہت بڑی ذلت و رسوائی ہے۔
۱۸۔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ (فاطر۔ رکوع ۳)	اور اے رسولؐ! اگر یہ کفار تیری تکذیب کرتے ہیں تو جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی تکذیب کی تھی جبکہ اُنکے پاس انکے رسول کھلے دلائل اور صحائف اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔
۱۹۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب۔ رکوع ۳)	مسلمانو! تمہارے واسطے رسول اللہ کا طرز عمل پیروی کے لئے بہترین نمونہ ہے۔
۲۰۔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (فاطر۔ رکوع ۱)	اور اے رسولؐ! اگر یہ لوگ تیری تکذیب کرتے ہیں تو تجھ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب ہوتی رہی ہے اور سارے کام اللہ ہی کیطرف فیصلہ کیلئے رجوع کئے جائینگے۔
۲۱۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدۃ۔ رکوع ۱۰)	اے رسولؐ! تجھپر تیرے رب کیطرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے تو اسکی تبلیغ کردے یعنی لوگوں تک احکام الٰہی پہونچا دے، اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو گویا اپنے فرض رسالت ہی کو پورا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ تجھکو لوگوں کے حملوں اور شرارتوں سے محفوظ رکھیگا۔ خدا تعالیٰ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھایا کرتا۔

Marfat.com

۲۲۔ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ (الفرقان۔ رکوع ۴)

اور اے رسولؐ! یہ کفار ناہنجار جب تجھکو دیکھتے ہیں تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جسکو اللہ نے رسول بناکر بھیجا ہے اگر ہم اپنے بتوں پر ثابت قدم نہ رہتے تو اس نے تو ہمکو انسے منحرف کر ہی دیا تھا لیکن عذاب الٰہی دیکھنے کے وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون انتہائی گمراہی میں مبتلا تھا۔

۲۳۔ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (الغاشیہ)

اے رسولؐ! تو لوگوں کو نصیحت کر تو صرف نصیحت کرنیوالا ہے۔ اُنپر داروغہ کے طور پر ذمہ دار نہیں بنایا گیا۔

۲۴۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الزمر۔ رکوع ۲)

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ مجھکو تو یہ حکم ملا ہے کہ میں اللہ کے احکام کی فرمانبرداری ملحوظ رکھکر خالص اُسی کی عبادت کروں مجھکو حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ اور اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے میں تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے روزِ قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

۲۵۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَ

اے رسولؐ! یقیناً ہمنے ہی تجھپر قرآن تدریجاً نازل کیا ہے پس تو اپنے رب کے حکم کا انتظار کر اور اُن لوگوں میں سے کسی بداعمال ناشکرے کا کہنا نہ مان اور شام وسحر اپنے رب کا نام

Marfat.com

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ (الدہر رکوع ۲)

یا ذکر او رات کے ایک طویل حصہ میں اپنے رب کے حضور سجدہ و تسبیح کر۔

۲۶۔ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ (الزخرف رکوع ۴)

اے رسول! تجھپر جو وحی کیا گیا ہے اُسپر مضبوطی سے قائم رہ یقیناً تو سیدھے رستے پر قائم ہے اور یہ قرآن تیرے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے اور تم سب سے اسکے متعلق پوچھا جائیگا۔

۲۷۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (الزمر رکوع ۴)

کیا خدا تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کافی نہیں؟ اور تجھکو اے رسول یہ لوگ خدا تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جسکو خدا تعالیٰ گمراہ کرے پھر اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

۲۸۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (الجاثیہ رکوع ۲)

پھر اے رسول ہم نے تجھکو دین اسلام کی شاہراہ پر ڈال دیا پس تو اسی راستہ پر گامزن رہ اور بے سمجھ لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

۲۹۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الاحقاف رکوع ۱)

اے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ میں رسولوں میں کوئی نئی قسم کا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہو گا میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھپر وحی کیا جاتا ہے اور میں تو محض تم کو عذاب الٰہی سے کھلے طور پر ڈرانیوالا ہوں۔

Marfat.com

۳۰۔ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ (الشوریٰ۔ رکوع ۲)

پس اسی لئے اے رسول لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلا اور جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے خود بھی اسی دین پر قائم رہ اور انکی خواہشوں پر نہ چل اور کہدے کہ خدا تعالیٰ نے از قسم کتاب جو کچھ نازل کیا ہے میں اسکو مانتا ہوں اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہی ہم سب کو جمع کریگا اور اسی کیطرف واپس جانا ہے۔

۳۱۔ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (المومن۔ رکوع ۷)

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ جن معبودان باطلہ کی تم پرستش کرتے ہو مجھکو انکی پرستش سے ممانعت کیگئی ہے جبکہ میرے پاس میرے رب کیطرف سے کھلی کھلی نشانیاں آگئی ہیں اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین کا فرمانبردار رہوں۔

۳۲۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۝ (فصلت۔ رکوع ۱)

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ میں بھی تمہاری ہی مانند ایک بشر ہوں مجھپر وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود وہی اکیلا معبود ہے پس تم اسکی طرف متوجہ رہو اور اسی سے مغفرت طلب کرو اور مشرکوں کیلئے ہلاکت وتباہی ہے۔

۳۳۔ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ

اور اے رسول! تیری طرف اور تجھ سے پہلے رسولوں کیطرف وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تو شرک کریگا

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِينَ ۝

(الزمر - رکوع ۷)

تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو زیاں کاروں میں سے ہو جائیگا بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گذار بندوں میں سے ہو جا۔

۳۴۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (یونس - رکوع ۵)

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ میں اپنی جان کے لئے بھی کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے ہر ایک امت کیلئے ایک وقت متعین ہے جب انکا وہ وقت آگیا تو پھر نہ ایک ساعت پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتے ہیں۔

۳۵۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف - رکوع ۲۳)

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر وہی جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب سے واقف ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھکو کوئی تکلیف نہ پہونچتی میں تو ایمان لانے والوں کے لئے صرف نذیر اور بشیر ہوں۔

۳۶۔ قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الانعام - رکوع ۵)

اے رسول! ان لوگوں سے کہدے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور یہ بھی کہدے کہ نہ میں غیب سے واقف ہوں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھپر وحی کیا جاتا ہے۔ اے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ کہیں اندھا اور آنکھوں والا دونوں

Marfat.com

برابر ہو سکتے ہیں؟ تم کیوں نہیں سوچتے ہو۔

۳۷۔ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (المائدہ۔ رکوع ۷)

اور اے رسول! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے اسکے موافق لوگوں میں حکم دے اور انکی خواہشات کی پیروی نہ کر اور انکی طرف سے خوب چوکس رہ کر کہیں اُن باتوں سے جو خدا تعالیٰ نے تجھپر نازل کی ہیں بعض کے متعلق تجھکو بہکا نہ دیں۔

۳۸۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء۔ رکوع ۱۷)

اور اے رسول! اگر تجھپر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو ارادہ کیا تھا کہ تجھکو بہکا دیں اور یہ لوگ دوسروں کو نہیں بلکہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں اور تجھکو یہ لوگ کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے اور اللہ نے تجھپر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھکو وہ باتیں بتا دی ہیں جو تجھکو معلوم نہ تھیں اور تجھپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

۳۹۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم۔ رکوع ۱)

لوگو! قسم ہے نجم کی جبکہ وہ ٹوٹتا ہے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ راہ راست سے بہکا اور نہ بہکا اور نہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے۔

۴۰۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ

قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو لکھتے ہیں۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم۔ رکوع ۱)	کہ اے رسول تو ہرگز دیوانہ نہیں اور یقیناً تیرے لئے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا اور بلاشک تیرے اخلاق حسنہ اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

مذکورہ آیات کا حاصل مطلب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات میں آیا ہے جنمیں سے صرف چند آیات اوپر نقل کی گئی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے ذیل کی چند باتیں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قرآن مجید یعنی کامل ہدایت نامہ پہونچانے اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کرنے۔ بُرے کاموں سے بچانے اور اچھے کاموں کی ترغیب دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

اگرچہ آپؐ کے اولین اور براہ راست مخاطب آپؐ کے ہم وطن عرب لوگ تھے لیکن آپؐ تمام بنی نوع انسان کے لئے رسول ہوکر تشریف لائے اور ایسی شریعت لے کر آئے جو باقی تمام شریعتوں سے بہتر۔ تمام ادیان کی ناسخ اور کامل و مکمل شریعت ہے۔

شرارت پیشہ لوگوں نے آپؐ کی تکذیب کرنے آپؐ کے ساتھ تمسخر و استہزا سے پیش آنے اور آپؐ کو نقصان پہونچانے کی کوششوں میں کمی نہیں کی چنانچہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کو تسکین دینے اور آپکا دل قوی کرنے کے لئے گذشتہ رسولوں کیطرف توجہ دلائی کہ انکے ساتھ بھی لوگوں نے اسی قسم کی شرارتیں کی تھیں۔

آپؐ کی مخالفت اس زمانہ کے لوگوں نے اسیطرح کی جیسی کہ ہر ایک نبی کی مخالفت دنیا میں پہلے ہو چکی تھی آپکو فرض تبلیغ و رسالت سے باز رکھنے کی سر توڑ کوششیں مشرکوں اور باپ دادا کی نامعقول مراسم کے باقی رکھنے والوں نے کیں لہذا خدا تعالیٰ نے بار بار آپکو ان بداعمال لوگوں کی شرارت سے خبردار رہنے اور ان کی بات نہ ماننے اور انکی خواہشات پوری نہ کرنے کی تنبیہ کی۔ اور مشرکوں اور رسالت کے منکروں کو جواب کرنے کے لئے

Marfat.com

خدا تعالیٰ نے خود آنحضرت صلعم کو جوابات اور دلائل تعلیم فرمائے۔
اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توحید باریتعالیٰ کے عقیدہ اور احکام الٰہی کی تعمیل میں کوئی کمی یا نقص واقع نہیں ہوسکتا تھا لیکن توحید الٰہی اور تعمیل احکام خداوندی کی اہمیت ثابت کرنے کے لئے خلاف ورزی واقع ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو بھی ڈرانے اور وعید سنانے میں مستثنیٰ نہیں فرمایا اور احکام شرع کا سب سے پہلا مکلف آنحضرت صلعم ہی کو قرار دیا۔
ہر شخص کے لئے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی قرار دیکر آپ کی اطاعت کو خدا تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنیکو خدا کے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا اور ایک جگہ فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ پھر لوگوں کو توجہ دلائی کہ آنحضرت صلعم تمکو جو حکم دیتے ہیں وحی الٰہی کی بنا پر دیتے ہیں اپنے دل سے خود جھوٹ بنا کر خدا کیطرف منسوب نہیں کرتے پھر یہ بھی بتلایا کہ آپ دیوانے اور مجنون نہیں ہیں۔ آپ کے طرز عمل کو لوگوں کے لئے نمونہ قرار دیا اور آپ کی نافرمانی اور مخالفت کو عذاب جہنم و ذلت و رسوائی کا موجب ٹھہرایا۔
قرآن مجید میں آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے متواتر اور بکثرت تاکیدی احکام سے یہ شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ آپ کے اندر خدائی صفات موجود ہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کی نسبت متعدد مقامات پر صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ آپ اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع کے حاصل کرنے اور کسی ضرر سے بچنے کا بطور خود کوئی اختیار نہیں رکھتے نہ آپ کے پاس خدائی خزانے ہیں نہ آپ فرشتہ ہیں اور نہ آپ غیب کی باتیں باختیار خود جانتے ہیں مگر ہاں آپ خدا کے رسول ہیں۔ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے جو غیب کی باتیں خدا تعالیٰ آپکو بتا دیتا ہے وہ آپ کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ پہلے گذرے ہوئے رسولوں اور پہلی امتوں کے اکثر حالات خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی قوم کو بتائے اور سنائے جو پہلے سے ملک والوں کو معلوم نہ تھے۔ اسیطرح آئندہ کی جو باتیں خدا نے آپکو وحی کے ذریعہ بتائیں وہ آپکو پہلے بطور خود آپ کو معلوم نہ تھیں۔ کفار نے اکثر آپ سے غیب کی باتوں کے معلوم

کرنے کی فرمائش کی آپ نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں نہیں جانتا مجھکو تو وحی کے ذریعہ جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے بتا دیتا ہے اور میں وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔ اسطرح آنحضرت صلعم کے بشر اور بندہ ہونے کو صاف الفاظ میں بیان فرما کر بہت سے شرکیہ عقاید کی روک تھام اور اس اندیشہ کا انسداد فرمادیا کہ جسطرح پہلی اُمتوں نے اپنے رسولوں اور نبیوں میں خدائی صفات تجویز کر کے انکو بجائے خدا معبود بنالیا تھا اسیطرح مسلمان آنحضرت صلعم میں خدائی صفات تجویز کر کے توحید الٰہی سے منحرف اور شرک میں مبتلا ہو جائیں۔

آنحضرت صلعم لوگوں کو گمراہ اور راہ راست سے منحرف دیکھکر بہت بیتاب ہونے اور انکو صراط مستقیم پر لانے اور مسلمان بنانے کی کوشش میں حد سے زیادہ محنت اُٹھاتے لہذا خدا تعالیٰ نے بار بار آپ کو توجہ دلائی اور تسکین فرمائی کہ تمہارا کام تو صرف خدا کا پیغام لوگوں کو سنا دینا اور اچھے یا بُرے کاموں کے نتائج یاد دلا دینا ہے۔ بُرائیوں سے بچنا اور نیکیوں پر عامل ہونا لوگوں کا کام ہے۔ اگر وہ نصیحت سُننے کے بعد بھی اپنی بدی سے باز نہ آئیں تو تمہیں تم پر کوئی اعتراض نہیں۔

باوجود اسکے کہ مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کی اطاعت و فرمانبرداری کی سخت تاکید کی خود آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ صلح و جنگ یا انتظامی معاملات میں مسلمانوں یعنی صحابۂ کرامؓ کو بھی شریک مشورہ کر لیا کرو اور بعد مشورہ جو رائے آپ کی قائم ہو خدا پر بھروسہ کر کے اُس پر عمل کر لیا کرو۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

(آل عمران - رکوع ۱۷)

پس اے رسولؐ! یہ بھی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تو ان لوگوں کے لئے نرم دل ہے اگر تو سخت مزاج اور سنگدل ہوتا تو یہ لوگ تیرے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے ان کی خطاؤں کو معاف کر اور انکے لئے مغفرت طلب کر اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ کیا کر پھر جب تو ایک رائے پر قائم ہو جائے تو خدا پر بھروسہ کر کے اُس پر عمل کر جو لوگ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں خدا انکو دوست رکھتا ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع اور مقام بلند کا مفصل اور مدلل تذکرہ میں اپنی استطاعت کے موافق کتاب حجۃ الاسلام کے چوتھے باب میں لکھ چکا ہوں۔ اس بیان کو اسکے ساتھ ملاکر پڑھنا چاہیئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے جو لوگ فیضیاب ہوئے اور جنہوں نے مسلمان ہوکر براہ راست آپ سے تعلیم پائی اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر آیا ہے اور خدا تعالیٰ نے انکے ہدایت یاب اور دوسروں کے لئے موجب ہدایت ہونے کی خود گواہی دیکر انکی نسبت اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ۔ رکوع ۱۳)

اور مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے ایمان لاکر مسلمان ہونے میں سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے انکی پیروی سچے دل سے کی یعنی جو ان سابقون الاولون کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا تعالیٰ ان سب سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہیں خدا تعالیٰ نے انکے لئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہینگے اور یہ بہت بڑی کامیابی مقصودی ہے

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور جو اُنکے ساتھی ہیں یعنی صحابہ کرام وہ کافروں پر تو بڑے سخت ہیں مگر آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو انکو رکوع وسجود کی حالت میں دیکھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے

اَشَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (الفتح رکوع ۴)

فضل اور اسکی رضامندی کے طلبگار ہیں انکی شناخت انکے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہوتی ہے۔ یہی صفات انکے توریت میں اور یہی صفات انکے انجیل میں بھی ہیں۔

پھر فرمایا:۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحشر رکوع ۱)

تبیدست مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں سے نکالے اور اپنی جائدادوں سے بیدخل کئے گئے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رضامندی کے طالب ہیں اور خدا و رسول کی خدمت وحمایت میں مصروف ہیں۔ یہ بڑے سچے لوگ ہیں۔

آخر رکوع تک مہاجرین و انصار اور بعد میں ایمان لانیوالے صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کے اکثر مقامات میں صحابہ کرامؓ کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ تمام کے تمام بعد میں آنیوالی مسلمان نسلوں کے لئے مقام تکریم اور انمیں سے ہر ایک نجم ہدایت ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ۔ رکوع ۱۷)

اور اسیطرح ہمنے تمکو راست رو جماعت بنایا تاکہ تم لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کئے جاؤ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران۔ رکوع ۱۲)

لوگوں کے لئے تم بہترین امت منتخب کئے گئے ہو کہ اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ۔

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جن کسی کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے۔

یہیں نہ تو قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ انمیں بھی فضیلت و بزرگی کے مدارج اور مراتب ضرور تھے۔ مثلاً سابقون الاولون اور الذین اتبعوھم باحسان

مہاجر۔ انصار۔ خدا کی راہ میں لڑنے کے لئے حکم سنتے ہی بلا عذر نکل کھڑے ہونیوالے۔ اور کسیقدر پیچھے رہجانیوالے۔ صف قتال میں انتہائی خطرہ کے وقت بھی ثابت قدم رہنے والے اور اس موقع پر کسیقدر انسانی کمزوری کا بھی اظہار کر دینے والے۔ اصحاب بدر۔ صحابہ بیعت رضوان۔ اہلبیت نبوی وغیرہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ عشرۂ مبشرہ۔ خلفائے راشدین فتح مکہ کے بعد اسلام لانیوالے اہل مکہ۔ انصار مدینہ۔ اصحاب صفہ وغیرہ کا ذکر احادیث میں بالتفصیل مذکور ہے۔ انفرادی طور پر بھی خاص خاص حضرات رضی کی نسبت خاص خاص صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں۔ لیکن کسی صحابی کی نسبت یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ انہوں نے مسلمان ہوتے اور خدا ورسول کی اطاعت قبول کر لینے کے بعد کبھی دانستہ جھوٹ بولا ہو یا تعلیمِ آباء سے متأثر رہکر خدا ورسول کے کسی حکم کے خلاف حمیۃ الجاہلیۃ۔ اصرار۔ استکبار۔ ضد اور ہٹ کا اظہار کیا ہو۔ اگر کسی صحابی سے کوئی لغزش و زلت سرزد بھی ہوئی تو وہ اس غلطی پر ہمیشہ قائم نہیں رہے اور انہوں نے ضرور اپنی اصلاح فرمالی۔ کسی صحابی سے دانستہ کوئی گناہ کبیرہ اسلام کے بعد سرزد نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عظمت اور اطاعت کے منافی کوئی حرکت کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم اگر کسی دوسرے شخص کی زبانی کسی صحابی کے پاس پہونچا اور انکو ثابت ہوگیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو انہوں نے فوراً اسکے آگے گردن جھکا دی اور کبھی سرتابی کی جرأت نہیں کی۔ غرض کہ آنحضرت صلعم کی صحبت ایک ایسی اکسیر تھی کہ جس سعید الفطرت و صحیح الفطرت کو میسر ہوئی وہ کندن بنگیا۔ جو لوگ شقی ازلی اور ناقابل اصلاح تھے وہ اس رہبر کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر و ہموطن اور مخاطب ہونیکے باوجود راہ راست پر نہ آئے اور انکی جہالت اور شرارت نے اور بھی ترقی کرکے انکو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک کافر اور دوسرے منافق جسطرح کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث اذیت تھے اسیطرح منافق بھی موجب تکلیف ہوئے۔ دین حق کے آفتاب کی حقیقی ضیا پاشی نے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر دشمنوں کو نیست ونابود و تخم سوخت کرکے چھوڑا اسیطرح منافق دشمنوں کا بھی نام و نشاں مٹا دیا اور آپ نے فرض رسالت کو مکمل فرمایا اور دینِ اسلام کو کامل و مکمل حالت

میں تعلیم فرما چکے تو خدا تعالیٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ) کا مژدہ جانفزا سنا کر آپکی کامیابی کی تصدیق فرمادی۔ آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے اسلام کو دنیا کے ہر ملک اور ہر گوشہ میں پہونچادیا۔ صحابہ کرامؓ کی نسبت خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرما چکا تھا کہ :-

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝ (الحج۔ رکوع ۶)

یہ لوگ یعنے صحابہ کرامؓ تو ایسے ہیں کہ اگر ہم زمین میں پائداری اور حکومت عطا کریں تو یہ نماز پڑھیں گے زکوٰۃ دینگے اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دینگے اور بُرے کاموں سے روکیں گے۔ یعنی سب اچھے ہی اچھے کام کرینگے اور کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور۔ رکوع ۷)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے انکے لئے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، کہ انکو زمین کا خلیفہ یعنی ملکوں کا شہنشاہ بنادیگا جیساکہ ان سے پہلوں کو بنایا تھا اور جو دین یعنی اسلام خدا نے انکے لئے تجویز کیا ہے اسکو پائدار کرکے رہیگا اور انکے خوف کو دور کرکے امن سے تبدیل کردیگا وہ خدا کی عبادت کرتے رہینگے اور کسیکو اسکا شریک نہ ٹھہرائینگے اور جو اس احسان الٰہی کے بعد ناشکری کرینگے وہ بدعہد اور گنہگار ہونگے۔

آنحضرت صلعم صحابہ کرامؓ کی پاک جماعت کو دین اسلام کی پوری تعلیم دیکر اور انکی تہذیب نفس اور تربیت اخلاق کو تبلیغ اسلام کے لئے حد کمال تک پہونچا کر اور وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (البقرہ۔ رکوع ۱۷) اور کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران۔ رکوع ۱۲) کا مژدہ سنا کر دنیا سے تشریف لیگئے۔ تمام عرب آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں اسلام کی روشنی سے منور ہوچکا تھا آپکے بعد

صحابہ کرامؓ نے شام وعراق وایشیائے کوچک وایران ومصر وغیرہ ممالک میں اسلام کی روشنی پھیلائی جسطرح آنحضرت صلعم کو ملک عرب میں کافروں اور منافقوں کی شرارتوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اسیطرح صحابہ کرامؓ کو بھی ان ملکوں میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کرتے ہوئے انہیں دو گروہوں (کافروں اور منافقوں) کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جسطرح ملک عرب کے کفار اپنے ناقابل اصلاح عناد وسرکشی کی بدولت تلوار کے گھاٹ اترے اسیطرح ان ملکوں کے کفار نابنجار کو تلوار کے ذریعہ سیدھا کیا گیا۔

جنگلی چوہے یا لومڑی کے سوراخ پر نفق یا نافقہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جنگلی چوہا اور لومڑی دونوں اپنے سوراخ کے دو راستے رکھتے ہیں تاکہ ایک راستے سے اگر کوئی دشمن داخل ہو تو وہ دوسرے راستے سے نکل بھاگیں۔ یہی حالت منافق کی ہوتی ہے۔ منافق کو دو کشتیوں کا سوار بھی کہہ سکتے ہیں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝

(البقرہ۔ رکوع ۲)

اور جب مومنوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ...... ہم مومن ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے تخلیہ میں ملاقی ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں سے صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ان لوگوں کی نامعقول حرکات اور شرارتوں کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے اسجگہ صرف اسطرف توجہ دلانی مقصود ہے کہ جسطرح آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں منافقوں کی شرارتیں نہایت تکلیف دہ اور پریشان کن ثابت ہوئی تھیں اسیطرح صحابہ کرامؓ کے عہد سعادت مہد یعنی خلافت راشدہ کے نصف آخر میں منافقوں کے اس دوسرے جھول نے جو بین وعراق وشام وایران ومصر وغیرہ کے منافقین پر مشتمل تھا اپنی شرارتوں سے سخت پریشان کیا۔ لیکن انکی شرارتیں اور انکے پیدا کئے ہوئے فسادات اسلام کی اشاعت کے دائرہ کو وسیع ہونے سے نہ روک سکے اور بہت ہی جلد چین کے ساحلوں سے مراکش وہسپانیہ وفرانس کے ساحلوں تک اس زمانہ کی تمام متمدن دنیا پر

Marfat.com

خلافت اسلامیہ کا پرچم لہرانے لگا۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا خدا و رسول کے احکام کی اطاعت یعنی قرآن و حدیث پر عمل کرنیکے نتائج اس دنیا میں بھی سب کے سامنے آ گئے اور ثابت ہو گیا کہ نسل انسانی کی صلاح و فلاح کا صرف ایک ہی بے نقص اور نہایت صحیح ذریعہ شریعت اسلام یعنی خدا و رسول کے احکام کی اتباع ہے۔ اس مضمون کو زیادہ طول دینے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ اسلام کے دشمنوں نے بھی متفقہ طور پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنیوالوں نے جس حیرت انگیز اور تعجب خیز سرعت کے ساتھ ساری دنیا اور تمام اقوام و ملل و ادیان پر حکومت و سلطنت اور ہر قسم کی فضیلت و بزرگی حاصل کی۔ اسکی نظیر تاریخ عالم میں ہرگز تلاش نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ ہر ایک نبی اور ہر ایک رسول کے آنے پر دنیا میں ہدایت و راست روی کی روشنی اپنی پوری شان و عظمت سے جلوہ گر ہو کر اس نبی کے فوت ہونیکے بعد بتدریج کم ہونے لگتی تھی اسیطرح آنحضرت صلعم کے اس دنیا سے تشریف لیجانیکے بعد اس روحانیت میں بتدریج کمی کا آنا ضروری تھا پہلے نبیوں کے بعد انکی لائی ہوئی تعلیم بتدریج محرف و مبدل و مسخ ہو کر کچھ عرصہ کے بعد احکام الٰہی اور کلام الٰہی کے علی حالہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے دوسرے نبی کا آنا اور نئی شریعت کا نازل ہونا ضروری ہو جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کے بعد اگرچہ آپ کے وجود باجود اور فیوض مخصوص سے دنیا محروم ہو گئی لیکن آپ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے خود ایسا مکمل انتظام فرما دیا کہ کسی خطرہ و اندیشہ کی مطلق گنجائش نہیں رہی۔ پس جبکہ آپ کی لائی ہوئی شریعت ہر قسم کے تغیر و تبدل اور تحریف و تنسیخ سے محفوظ و مامون ہے تو نہ نئی شریعت کے آنے کی ضرورت رہی نہ نئے نبی کے تشریف لانے کی۔ نوع انسان کو فلاح و بہبود اور کامیابی و مقصد وری کے لئے ہر اوقات موقع حاصل ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر جو موجود ہیں عامل اور دین کامل سے مستفیض و مستفید ہو کر سعید ازلی میں داخل ہو۔ مسلمانوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو جب تک اپنا نصب العین بنائے رکھا انکی دنیوی شوکت و عظمت بھی تمام اقوام و ملل پر فائق و غالب و قاہر رہی جب کبھی اور

جسقدر مسلمانوں کی توجہ قرآن کریم اور تعلیمات قرآنیہ کی جانب سے کم ہوئی اسیقدر انکا دنیوی اقتدار بھی ضایع ہوا۔ قرآن مجید اور اصل مذہب سے مسلمان من حیث القوم جسقدر جدا ہوئے اسیقدر منافقوں اور شریروں نے انکے تعاون کو اختلاف وافتراق سے تبدیل کرکے ان میں فرقہ بندی اور آپس کی عداوتوں کے طوفان برپا کر دیئے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی منافقوں نے طوفان برپا کئے تھے لیکن تعلیمات قرآنیہ کی اتباع اور احکام رسول کی فرمانبرداری نے ان طوفانوں پر غالب آکر اسلام کو کوئی اہم نقصان نہیں پہونچنے دیا۔ جب آنحضرت صلعم کے عہد مبارک کو بعد اور قرآن مجید کیطرف مسلمانوں کی توجہ کم ہوتی گئی تو منافقوں اور شریروں کے برپا کردہ اور فروشندہ فتنوں میں پھر جان پڑنے لگی۔ یہانتک کہ ہمارے زمانہ میں مسلمانوں کی ہواخیزی و بے اقتداری اور قرآن مجید کی طرف سے غفلت اپنی انتہا کو پہونچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے پرغور مطالعہ اور مذکورۂ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ تہذیب نفس۔ درستی اخلاق صحت عقیدہ اور اعمال صالحہ کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ یہی انسان کا مقصد زندگی اور انسانی زندگی کا معراج کمال ہے۔ صحابہ کرامؓ میں مذکورہ تمام چیزیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ انکے حالات تاریخ وسیر کی کتابوں کے ذریعہ بالتفصیل ہمکو معلوم ہیں۔ وہ میدان جنگ میں بہادر و شمشیر زن سپاہی اور قوی القلب سپہ سالار تھے تو مجلس مشورت میں دوربین و مآل اندیش مشیر۔ انہوں نے فرمانروا ہوکر انتظام سلطنت اور قیام عدل و داد میں نوشیروان عادل کو بھلا دیا تو ملک گیری میں اسکندر یونانی کی شہرت کو مٹا دیا۔ وہ ایک طرف قایم اللیل و صائم النہار تھے تو دوسری طرف شہسوار و خنجر گذار۔ وہ شگفتہ مزاج اور خوش طبع بھی تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی جناب میں خشوع وخضوع کے ساتھ عبادتیں اور دعائیں کرنیوالے بھی۔ وہ علم و حکمت اور عقل و دانائی کے سمندر تھے تو خطرات و مصائب کے برداشت کرنے میں پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم۔ وہ سادہ لباس اور سادہ غذا استعمال کرنیوالے مگر بادشاہوں اور حکیموں سے زیادہ ذکاوت و باریک بینی رکھنے والے تھے۔ ایرانیوں۔ رومیوں۔ یونانیوں اور مصریوں نے انکو اپنے آپ سے زیادہ مہذب

Marfat.com

زیادہ شریف۔ زیادہ صادق القول۔ زیادہ بہادر۔ زیادہ عقلمند۔ زیادہ شفیق علی خلق اللہ اور زیادہ عادل ورحمدل پاکر انکی حکومت وسرداری کو تسلیم اور انکی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لئے موجب فخر وسعادت سمجھا لیکن کسقدر حیرت اور حسرت کا مقام ہے کہ اس صحیح اسلام کا مفہوم جو صحابہ کرامؓ کا اسلام تھا عام طور پر اسقدر مسخ ہو چکا ہے کہ آج جن لوگوں کو پیشوائے دین اور جانشین رسول رب العالمین سمجھا جاتا ہے انکے اسلام و صحابہ کرامؓ کے اسلام میں بہت ہی کم کوئی حقیقی مناسبت تلاش کیجا سکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد جوں جوں قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں نے کم التفاتی برتی اسلام کے اعمال کا توازن اور عقاید کا تناسب بگڑتا گیا۔ بعض چیزوں پر ضرورت سے زیادہ زور دیا گیا اور بعض ضروری چیزوں کو بے توجہی اور کم التفاتی کے ساتھ کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دیا گیا۔ یہی وہ اندرونی فتنہ اور مسلمانوں کے لئے مہلک بیماری تھی جس نے سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچایا۔ بیرونی فتنے اور آفاقی خطرے وہ تھے جو منافقوں اور کافروں نے برپا کئے۔ جنکی نسبت اوپر اشارہ ہو چکا ہے۔

مشاجرات و اختلافات صحابہؓ

رائے کی غلطی درحقیقت کوئی عیب نہیں۔ عیب اگر ہے تو یہ ہے کہ انسان اپنی رائے کی غلطی سے واقف ہونیکے بعد بھی اپنی غلط رائے پر اصرار کرے۔ آنحضرت صلعم نے جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق مجلس مشورت منعقد کی۔ اس مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہؓ کی رائے یہ ہوئی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان شریروں اور مسلمانوں کے قاتلوں کو قتل کر دیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے پہلی رائے کو پسند فرما کر اسیران جنگ کو چھوڑ دیا لیکن بعد میں وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ جو رائے اختیار کی گئی ہے وہ مناسب نہ تھی اور حضرت فاروق اعظمؓ کی رائے درست تھی۔ آنحضرت صلعم نے بلا تامل اسکا اظہار اور حضرت فاروقؓ کی رائے کے صحیح ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اس واقعہ کا ذکر سورہ انفال

کے نویں رکوع میں موجود اور حدیثوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں کاغذ اور قلم دوات طلب فرمایا بعض صحابہؓ نے پیش کرنا چاہا، لیکن چونکہ آپ کو بیماری کی تکلیف تھی۔ آپ کی تکلیف کے خیال سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاغذ و قلم دوات کی ضرورت نہ سمجھی اور فرمایا کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ چنانچہ اس بات کو آنحضرت صلعم اور دوسرے صحابہؓ نے تسلیم کر لیا اور کاغذ کا منگانا ضروری نہ سمجھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضہ نے اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرت صلعم فوت ہو گئے اسکو قتل کر دونگا۔ لیکن جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران رکوع ۱۵) پڑھی تو حضرت فاروق اعظم رضہ اور تمام صحابہ نے ابوبکر صدیق کی بات کو مان لیا۔ اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد انصارؓ کہتے تھے کہ ایک امیر انصار میں سے ہوگا اور ایک مہاجرین میں سے۔ مہاجرینؓ کہتے تھے کہ امیر ایک ہی ہوگا اور وہ قریش میں سے ہونا چاہئیے۔ یہ اختلاف افہام و تفہیم کے بعد فوراً رفع ہو گیا اور سب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد لشکر اسامہؓ کی نسبت صحابہ میں اختلاف ہوا۔ اکثر صحابہؓ کی رائے تھی کہ اتنی بڑی فوج کا دارالخلافہ سے جدا کرنا مصلحت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اول نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے جس لشکر کی روانگی کا حکم دیا ہے میں اسکو ہرگز نہ روکوں گا۔ اور ضرور روانہ کر دونگا۔ چنانچہ سب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو مان لیا۔

باغ فدک کے معاملہ میں بھی حضرت فاطمہ رضہ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان اختلاف ہوا۔ لیکن آنحضرت صلعم کی حدیث نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة

ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے جو تقسیم ہو ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اسنکر حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بات مان لی۔

عرب کے بعض قبائل بنی غطفان اور بنی تمیم وغیرہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا حضرت صدیق اکبرؓ ان لوگوں سے لڑنے پر آمادہ ہوئے تو بعض صحابہؓ نے جنمیں فاروق اعظمؓ بھی شامل تھے کہا کہ ان لوگوں سے جبکہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں ہم کسطرح قتال کر سکتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ وہ جب تک حقوق اسلام ادا کریں اور اسلام کے تمام ارکان کو نہ مانیں گے اُنسے ضرور قتال کیا جائیگا۔ آخر سب نے صدیق اکبرؓ کی رائے کو مان لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے آخر ایام حیات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جانشینی اور مسلمانوں کی امامت و سرداری کے لئے منتخب اور تجویز کیا تو بعض صحابہؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن جب صدیق اکبرؓ نے سمجھایا تو سب نے بخوشی مان لیا اور کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔

اکثر معاملات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کچھ اور ہوئی اور کسی دوسرے صحابی کی رائے کچھ اور۔ آخر تحقیق و تفتیش اور شہادتوں کی فراہمی کے بعد جو بات آنحضرت صلعم سے ثابت ہوئی اسی کو سب نے بالاتفاق تسلیم کیا اور کسی نے اپنی رائے پر کوئی اصرار نہ کیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ پر مال غنیمت کی چادر کے متعلق سر منبر اعتراض کیا گیا۔ آپ نے بلا اظہار ملال اپنی بیگناہی کا ثبوت پیش کیا۔ جو سب نے بلا تامل تسلیم کیا۔ ایکمرتبہ عورتوں کے مہر کی نسبت فاروق اعظمؓ نے اپنی ایک خاص رائے کا اظہار کیا۔ ایک عورت نے فوراً قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ کر حضرت فاروق اعظمؓ کی رائے کا غلط ہونا ثابت کیا اور فاروق اعظمؓ نے عورت کی فقاہت کو قابل داد قرار دے کر اپنی رائے کا غلط ہونا تسلیم کر لیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا لیکن

حضرت خالدؓ اور تمام وہ صحابہؓ جو اس معزولی کو مناسب نہ سمجھتے تھے مطلق دلتنگ نہ ہوئے اور خلیفہ وقت کے حکم کو بسر و چشم قبول کر کے پہلے سے زیادہ جانفشانیوں میں مصروف رہے۔

ملک شام میں وبائے طاعون کے نمودار ہونے کا حال سنکر حضرت فاروق اعظمؓ خود ملک شام کیطرف جہاں لشکر اسلام مقیم تھا روانہ ہوئے انکے قریب پہونچنے کی خبر سنکر سرداران لشکر نے استقبال کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث سنائی کہ جہاں وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں نہ جاؤ اور جہاں تم مقیم ہو وہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگو۔ یہ حدیث سنا کر فاروق اعظمؓ سے کہا کہ آپ یہیں سے واپس چلے جائیں اور طاعونی علاقہ میں داخل نہ ہوں۔ فاروق اعظمؓ اس حدیث کو سنکر وہیں سے واپس چلے آئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے میں اول بعض صحابہؓ کو اختلاف تھا لیکن پھر سب نے انکی بیعت پر اتفاق کرلیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کی اور اسکے بعض حصوں کو منہدم کر کے از سر نو مضبوط و پائدار تعمیر کیا۔ اسپر بعض صحابہؓ معترض ہوئے لیکن پھر سب متفق ہوگئے

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد ملکوں اور صوبوں کے انتظام اور ذمہ داری کے عہدوں پر مامور ہو کر مدینے سے باہر چلی گئی تھی۔ اکثر صحابہؓ فوت ہو چکے تھے۔ نومسلموں غلاموں اور غیر ملکیوں کی دارالخلافہ (مدینہ) میں کثرت ہوگئی تھی۔ اور اسی زمانہ میں عیسائی اور یہودی منافقوں نے اپنی منافقانہ شرارتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ملک عرب میں قبیلہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی پشتینی رقابت و عداوت چلی آتی تھی۔ اسلام نے آکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر اسے شادیا تھا آنحضرت صلعم کے بعد صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ دونوں خلیفہ اموی تھے نہ ہاشمی اس لئے مذکورہ رقابت و عداوت جو مردہ ہو چکی تھی مردہ ہی رہی اور کسی منافق کو شرارت پھیلانیکا موقع نہیں ملا۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ قبیلہ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے لہذا منافقوں

کو شرارتیں پھیلانے اور دونوں مذکورہ قبیلوں کی پشتینی عداوتوں کے زندہ اور بیدار کرنے کا موقع ملنے لگا جس سے صحابہ کرامؓ تو عموماً متاثر نہ ہوئے لیکن نئی پود اور نو مسلم لوگ مزید متاثر ہوئے اور عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی منافق کی پھیلائی ہوئی شرارتوں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک نوبت پہونچائی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے۔ انکے اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کے درمیان اسبات پر اختلاف ہوا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے بلا تامل قصاص لیا جائے یا اس معاملہ کو تفتیش و ثبوت کے تمام شرائط پورے اور خلافت کے مستحکم ہونے تک ملتوی رکھا جائے۔ صحابہ کرامؓ کی پاک باطنی۔ نیک نیتی اور رضاجوئی الٰہی کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس گروہ میں شامل تھیں جو یہ کہتا تھا کہ قاتلان عثمان کو فوراً قتل کیا جائے۔ حالانکہ وہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کو بھی قاتلان عثمانؓ میں شامل سمجھتی تھیں بہن کا بھائی کے قتل پر اصرار کرنا خالص رضائے الٰہی کے جذبہ کا تقاضا تھا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو جنگ جمل میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا گیا تو فوراً لڑائی سے دستکش ہو گئے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین دونوں لڑائیاں منافقوں کی شرارتوں اور چالاکیوں سے برپا ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں میں کئی سال تک حالت جنگ قائم رہی لیکن مذہبی معاملات میں جب کبھی ضرورت پیش آتی تو حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے پاس استفتا بھیجتے اور انکے فتوے پر عمل کرتے۔ یہ دلیل اسبات کی ہے کہ ان بزرگوں میں اگر مخالفت بھی تھی تو وہ اسی حد تک تھی اور انہیں معاملات میں تھی جنمیں انکا اختلاف رائے تھا۔ انمیں سے ہر ایک اپنی اپنی رائے پر صداقت و ایمانداری کے ساتھ قائم تھا ضد اور بحث کی بنا پر نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ جمل کے بعد جب بصرہ میں داخل ہوئے تو قیس بن عبادہؓ نے عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنائے جاؤ گے۔ کیا یہ درست ہے؟۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل بے حقیقت اور

Marfat.com

غلط ہے میں آنحضرت صلعم پر ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اگر آپ نبی بھیجنے وعدہ فرماتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو کیوں خلیفہ بننے دیتا۔ اور کیوں انکی بیعت کرتا۔

صحابۂ کرامؓ کے درمیان ملکی معاملات میں اسی طرح اختلافات رونما ہوتے جیسا کہ انسانوں کی ہر ایک جماعت میں رائے کے اختلاف یا جذبات وخصلت کے مختلف ہونے سے رونما ہو سکتے اور ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن عقائد اسلام۔ اعمال اسلام اور دینی احکام کے متعلق انمیں ہرگز ہرگز کوئی اختلاف یا گروہ بندی نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہدایت نامہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہوا خالص اور سادہ اسلام سب کا قبلۂ توجہ اور نصب العین تھا۔ دینی عقاید اور تشریعی اعمال کے علاوہ فروعی مسائل اور جدید پیش آمدہ ضرورتوں کے وقت وہ اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے جیسا کہ اجتہاد سے کام لینے کی انکو اجازت اور فقاہت کے استعمال کرنے کی تاکید تھی۔ اس اجتہاد میں اگر ایک کی رائے دوسرے سے مختلف ہو جاتی تھی تو انمیں سے ہر ایک دوسرے کو مجرم اور مورد ملامت قرار نہ دیتا تھا کیونکہ اجتہادی مسائل کے اختلاف کو وہ کوئی اہمیت نہ دیتے اور اس اختلاف کے ہر ایک پہلو کو جائز سمجھتے تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلعم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے انکو بتا دیا تھا کہ فروعی مسائل میں جو انسانی زندگی میں نئی نئی لاتعداد ضرورتوں اور مجبوریوں کے پیش آنے پر پیدا ہوتے رہتے ہیں مختلف قسم کے احکام دے کر اس اجتہاد کے لئے اصولی تعلیم دیدی تھی۔ اور اسی لئے ایک طرف اصحابی کالنجوم الخ فرما کر دوسری طرف اختلاف اُمتی رحمۃ فرما دیا تھا۔

شرک اور تقلیدِ آباء

چونکہ محبت کا شعلہ حسن واحسان سے بھڑکتا ہے اور محبت کا نتیجہ محسن کی اطاعت ورضا جوئی ہے لہٰذا انسان جب کسی کے احسان سے واقف ہوگا تو اسکی دل میں محسن کی محبت اور رضا جوئی پر آمادگی خود بخود پیدا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار

بڑی کثرت سے لوگوں کو اپنے احسانات یاد دلا کر سمجھایا ہے کہ ہم نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت تمہارے آرام و راحت کے کیسے کیسے سامان پیدا کئے ہیں۔ ایک بلید الطبع اور کج فہم انسان قرآن مجید میں اس قسم کی آیات کو سرسری اور اس تذکرہ کو غیر ضروری سمجھتا ہے حالانکہ انسان کو طاعت الٰہی اور اطاعت رسولؐ کے لئے آمادہ کرنیکا اس سے بڑھکر دوسرا طریقہ تجویز ہی نہیں کیا جا سکتا۔ نسل انسانی ہمیشہ اپنے حقیقی محسن یعنی خدا تعالےٰ کے احسانات کو فراموش اور اس سے بغاوت اختیار کرنے پر مستعد رہی اور خدا تعالیٰ انکو بار بار یہ فراموش شدہ حقیقت یاد دلاتا رہا۔ اسی جذبہ محبت کے بیجا استعمال نے انسان کو خدا جیسے محسن حقیقی سے غافل کر کے اُسکی محبت کو کم اور ماں باپ یا باپ دادا یا اپنی قوم اور قبیلہ کی محبت کو حد سے زیادہ بڑھا کر انسان کو صراط مستقیم سے جدا اور گمراہ کیا تمام گناہوں کا منبع اور خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی نافرمانی شرک ہے۔ یہ شرک اور دیگر گناہ عقل سلیم اور فہم مستقیم کی مخالفت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ عقل سلیم یا اسلام کی مخالفت پر سب سے زیادہ جو چیز انسان کو آمادہ کرتی ہے وہ جذبہ محبت کا بیجا استعمال اور باپ دادا کی محبت کو خدا و رسولؐ کی محبت پر ترجیح دینا ہے جسکو دوسرے الفاظ میں تقلید آباء اور خاندانی عصبیت سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک اور تقلید آباء کی سب سے زیادہ مذمت کی ہے۔ اور بار بار ان دونوں کا بُرائی اور حماقت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

شرک چند آیتیں جن میں شرک کا ذکر ہے ذیل میں درج کیجاتی ہیں :-

۱- وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (یونس۔ رکوع ۲)

مشرک لوگ خدا تعالیٰ کے سوا انکی پرستش کرتے ہیں جو نہ انکو ضرر پہنچا سکیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ معبودان باطلہ خدا تعالیٰ کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے رسولؐ تو ان لوگوں سے کہدے کہ کیا تم اللہ کو ایسی خبر سنانا چاہتے ہو جسکو نہ وہ

آسمان میں پاتا ہے نہ زمین میں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

۲۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ۝ (الزمر رکوع ۱)

دیکھو یاد رکھو خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے اولیا اختیار کر رکھے ہیں انکا قول ہے کہ ہم ان اولیا کی پرستش اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہمکو خدا تعالیٰ سے نزدیک کر دینگے تو جس بات میں یہ اختلاف کر رہے ہیں خدا تعالیٰ اُسکا فیصلہ کر دیگا یقیناً خدا تعالیٰ جھوٹے ناشکرے کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

۳۔ وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا مَا حَوْلَکُمْ مِّنَ الْقُرٰی وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ وَذٰلِکَ اِفْکُھُمْ وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ (الاحقاف رکوع ۴)

اور اے مکہ والو! ہمنے تمہارے اردگرد کی بستیوں میں سے کتنی ہی ہلاک کر دیں اور اپنی نشانیاں طرح طرح سے دکھائیں تاکہ وہ شرک سے باز آجائیں مگر ان کے باز نہ آنے پر جب ہمارا عذاب آیا تو جنکو اُنہوں نے تقرب الٰہی حاصل کرنیکے لئے خدا کے سوا اپنا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن مشرکوں کی کیوں مدد نہ کی بلکہ وہ اُن سے کھوئے گئے اور یہ حقیقت تھی اُنکی بہتان بندی اور افترا پردازی کی۔

۴۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لَّعَلَّھُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَھُمْ وَھُمْ لَھُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ (یٰس رکوع ۵)

اور خدا کے سوا لوگوں نے دوسرے معبود اس امید پر اختیار کر رکھے ہیں کہ انکو ان معبودوں سے مدد ملیگی حالانکہ یہ معبودان باطلہ اُنکی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ اُنکا لشکر قرار پاکر جواب دہی کے لئے حاضر کئے جائینگے۔

۵۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا

خدا کے سوا جنکو تم پکارتے ہو وہ بھی تمہاری ہی مانند بندے ہیں۔ پس اگر تم سچے ہو تو انکو

لكم إن كنتم صادقين (الاحقاف رکوع ۲)

پکارو اور وہ تمہاری فریاد کو پہونچیں۔

۶۔ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الشوریٰ رکوع ۱)

کیا ان لوگوں نے خداتعالیٰ کے سوا دوسرے لوگوں کو دوست مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ اللہ ہی کارساز ہے وہی مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے

۷۔ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص رکوع ۹)

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو ہرگز نہ پکار کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسکی ذات پاک کے سوا تمام چیزیں فانی ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے اور اسیکی طرف تمکو واپس جانا ہے۔

۸۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحج رکوع ۱۰)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ اسکو سنو۔ تم خداتعالیٰ کے سوا جن شریکوں کو پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے سب کے سب اس کام کے لئے جمع کیوں نہ ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لیجائے تو وہ اس چیز کو اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے یہ طالب مطلوب کیسے کمزور ہیں۔ ان لوگوں نے خداتعالیٰ کی قدر جیسی کہ چاہئے تھی نہیں جانی۔ اللہ تو یقیناً بڑا زبردست اور سب پر غالب ہے۔

۹۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ

خدا کے سوا کسی دوسرے کو کہ وہ نہ تجھکو نفع پہونچا سکے نہ نقصان مت پکار اور اگر تو ایسا کریگا تو اسوقت تو ظالموں یعنی مشرکوں میں شمار ہوگا خداتعالیٰ اگر تجھکو کوئی ضرر پہونچائے تو خدا کے سوا کوئی دوسرا اسکو دور نہیں کرسکتا اور اگر

عبَادِہٖ ؕ وَھُوَ الغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝
(یونس ۔ رکوع ۱۱)

خدا تجھکو کوئی بھلائی یا نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اسکے فضل کو روک نہیں سکتا وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے پہونچائے اور وہ تو بخشنے والا رحیم ہے۔

۱۰۔ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعۡمَۃً مِّنۡہُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدۡعُوۡۤا اِلَیۡہِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰہِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِکُفۡرِکَ قَلِیۡلًا ٭ۖ اِنَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۝ (الزمر ۔ رکوع ۱)

اور جب انسان کو کوئی اذیت پہونچتی ہے تو اپنے رب کیطرف متوجہ ہوکر اسکو پکارتا ہے پھر جب خدا تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی نعمت اسکو عطا فرماتا ہے تو اپنی اُس مصیبت کی حالت کو جسکی وجہ سے اس نے خدا کو پہلے پکارا تھا بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک ٹھہراتا ہے تاکہ خدا کی راہ سے گمراہ کرے۔ اے رسول! ایسے مشرک سے کہدے کہ اس کفر کی حالت میں کچھ قدر قلیل فائدہ اٹھالے پھر تو تو دوزخیوں ہی میں ہے۔

۱۱۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ وَلَوۡ یَرَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ یَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعَذَابِ ۝ (البقرہ ۔ رکوع ۲۰)

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ خدا کے سوا دوسروں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور انسے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی خدا سے رکھنی چاہئے اور جو لوگ مومن ہیں وہ تو سب سے زیادہ خدا ہی سے محبت رکھتے ہیں۔ اور کاش ان مشرکوں کو اب معلوم ہوجاتا جو کہ عذاب دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ ہر قسم کی قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۱۲۔ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ۝

یاد رکھو کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ ہی کے ہیں اور ان لوگوں نے کیا طریق اختیار کیا ہے کہ خدا کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں یہ صرف وہم وگمان کی پیروی

(یونس۔ رکوع ۲)

اور اشکل بازیاں کرتے ہیں۔

۱۳۔ ویعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وما لیس لھم بہ علم وما للظالمین من نصیر (الحج۔ رکوع ۹)

اور مشرکین خدا تعالیٰ کے سوا اُن شریکوں کی عبادت کرتے ہیں جنکے لئے نہ تو خدا نے کوئی دلیل نازل کی اور نہ اُنکے پاس اسکی کوئی معقول واقفیت ہے اور ان مشرکوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۱۴۔ ویوم ینادیھم فیقول این شرکاءی الذین کنتم تزعمون۔ ونزعنا من کل امۃ شھیدا فقلنا ھاتوا برھانکم فعلموا ان الحق للہ وضل عنھم ما کانوا یفترون (القصص۔ رکوع ۷)

اور جسدن مشرکوں کو اعلان دیکر خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جنکو تنے معبود سمجھ رکھا تھا اور ہر ایک امت میں ایک گواہ یعنی اُس امت کا نبی الگ کرینگے اور مشرکوں سے کہینگے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو پس اُسوقت اُن لوگوں کو معلوم ہوجائیگا کہ خدا تعالیٰ ہی کی بات سچ نکلی اور جو افترا پردازیاں وہ کرتے رہے تھے سب اکارت ثابت ہوئیں۔

۱۵۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (التوبہ۔ رکوع ۱۴)

نبیؐ اور مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعائیں کریں جبکہ مشرکوں کا دوزخی ہونا انکو معلوم ہوچکا ہے چاہے یہ مشرک انکے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۶۔ ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون۔ اولئک الذین اتینھم الکتب والحکم والنبوۃ (الانعام۔ رکوع ۱۰)

اور اگر ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ نوحؑ۔ داؤدؑ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یوسفؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ زکریاؑ یحییٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ الیاسؑ وغیرہ انبیاء علیہم السلام بھی شرک کرتے تو انکے تمام اعمالِ نیک بوجہ شرک کے ضائع ہوجاتے۔ یہ وہ لوگ تھے جنکو ہمنے کتاب اور حکومت اور نبوت بھی عطا کی تھی۔

۱۷۔ وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن

اور مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے سے

Marfat.com

وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ (نوح۔ رکوع ۲)

کہا کہ اپنے معبودوں کو تم ہرگز نہ چھوڑو۔ نہ وَدّ کو چھوڑو نہ سواع کو اور نہ یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

۱۸۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدہ۔ رکوع ۱۰)

اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو وہ میرا اور تمہارا رب ہے یقیناً جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیگا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ان مشرکوں کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔

۱۹۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ (النساء۔ رکوع ۷)

خدا تعالیٰ اس گناہ کو کہ اسکے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے ہرگز معاف نہ کریگا اور اس شرک کے سوا جس گناہ کو چاہیگا معاف کر دیگا اور جس شخص نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت ہی بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

۲۰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ (النساء۔ رکوع ۱۸)

خدا تعالیٰ اس گناہ کو کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے ہرگز نہ بخشیگا۔ ہاں اس شرک کے سوا اور جس گناہ کو چاہیگا بخشدیگا۔ اور جس شخص نے خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک گردانا تو یقیناً وہ بہت بڑی لمبی گمراہی میں بھٹک گیا۔

قرآن مجید اس قسم کی آیات سے جنہیں شرک اور مشرکین کا تذکرہ ہے لبریز ہے نمونہ کے طور پر اوپر کی چند آیات غور و فکر کے لئے کافی ہیں۔

تقلیدِ آبا۔ باپ دادا کے مراسم اور اسلاف کے ناستودہ طرزِ عمل کی پیروی کے متعلق بھی چند آیات ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

۲۱۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى
شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ه اَوْ تَقُوْلُوْٓا
اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً
مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ
(الاعراف۔ رکوع ۲۲)

سے انکی ذریت کو نکالا اور انکی جانوں کے مقابلے میں انہیں کو اسطرح سوال کرکے گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے اور ہم سب اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ یہ اسلئے کیا کہ کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہم اسبات سے بے خبر تھے یا یہ کہنے لگو کہ شرک پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم تو انکی ذریت تھے جو انکے بعد آئے اور انہیں کی راہ پر ہو لئے تو کیا تو ہمکو ان ابتدائی غلط کاروں کے افعال کی سزا میں ہلاک کرتا ہے۔ اور اسیطرح ہم اپنی آیتوں کو مفصل بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنی فطرت اور جبلت کیطرف متوجہ ہوں۔

۲۲۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ
فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ه فَقَالَ
الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً
مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ه
(المومنون۔ رکوع ۲)

اور ہمنے نوح کو اسکی قوم کیطرف بھیجا نوح نے کہا کہ لوگو اللہ کی عبادت کرو اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم متقی بننا نہیں چاہتے۔ اسکی قوم کے منکر سرداروں نے قوم سے کہا کہ نوح تو تم ہی جیسا ایک آدمی ہے یہ تم پر فضیلت و برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالی کو اپنا حکم بھیجنا تھا تو فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتا۔ نوح جن باتوں کی تعلیم کرتا ہے یہ ہمنے اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنیں۔

۲۳۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا
تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ه
(الاعراف۔ رکوع ۹)

قوم عاد کے لوگوں نے ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں اور جن بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے انکو چھوڑ بیٹھیں

Marfat.com

پس اگر تو سچا ہے تو جس عذاب سے ڈراتا ہے اُسے لے آ۔

۲۴۔ قَالُوْا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ مُرِيْبٍ (ہود۔رکوع ۶)

اُنہوں نے کہا کہ اے صالح اس سے پہلے تو تو یقیناً امیدگاہ تھا یعنی تجھ سے ہمکو بڑی بڑی توقعات تھیں لیکن اب کیا تو ہمکو اُن بتوں کی پرستش سے منع کرتا ہے جنکی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ہیں اور ہم تو اس تعلیم کے متعلق جسکی طرف تو بُلاتا ہے شک اور تردد میں ہیں۔

۲۵۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۔ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۔ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (الانبیاء۔رکوع ۵)

اور ابراہیم کو ہمنے شروع ہی سے ہدایت اور سعادت عطا کی تھی اور ہم اسبات سے بخوبی واقف تھے جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں جنکے لئے تم معتکف ہو کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو انکی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم اور تمہارے باپ دادا بڑی بھاری گمراہی میں مبتلا رہے۔

۲۶۔ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۔ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۔ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۔ (الشعراء۔رکوع ۵)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری فریاد کو سنتے ہیں یا انکو کوئی نفع یا نقصان پہونچا سکتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں مگر ہمنے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے لہذا ہم انکی تقلید کرتے ہیں۔

۲۷۔ قَالُوْا يَا شُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ

اُنہوں نے کہا کہ اے شعیب کیا تیری نماز تجھکو یہ حکم کرتی ہے کہ ہمارے باپ دادا جن بتوں کی عبادت کرتے آئے ہیں ہم انکو ترک کردیں۔

لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۝ (ہود۔ رکوع ۸) | یا اپنے اموال میں اپنے حسب منشا تصرف کرنا چھوڑ دیں یقیناً تُو تو بردبار بھلا آدمی ہے۔

۲۸۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝
(القصص۔ رکوع ۴)

جبکہ موسیٰ اُنکے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں لیکر آیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو از قسم افترا ہے اور اپنے پہلے باپ دادوں میں ہمنے تو اس قسم کی باتیں نہیں سنیں۔

۲۹۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِی الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝
(یونس۔ رکوع ۸)

فرعون اور اُسکے سرداروں نے موسیٰ سے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ جس مسلک پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہمکو برگشتہ کر دے اور ملک میں تم دونوں بھائیوں (موسیٰ و ہارونؑ) کی بزرگی اور بڑائی قائم ہو حالانکہ ہم تم دونوں پر ہرگز ایمان نہ لائینگے

۳۰۔ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ (الزخرف، رکوع ۲)

بلکہ ان مشرکین نے کہا کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم پر گامزن رہیں گے۔ اور اے رسول! ہمنے تجھسے پہلے بھی اسیطرح جب کسی بستی میں کوئی رسول بھیجا تو اس بستی کے امرانے کہا کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو ایک مسلک پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہینگے۔ اسپر اُنکے رسول نے کہا کہ جس مسلک پر تمنے اپنے باپ دادا کو پایا اگر میں اُس سے زیادہ اچھا اور سیدھا مسلک لیکر آیا ہوں تب بھی تم باپ دادا کا غلط طریقہ نہ چھوڑ دگے۔ اُنہوں نے کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم تو اسکا انکار ہی کرتے رہینگے۔

۳۱۔ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ | اے رسول! اس بات سے کہ یہ مشرک لوگ

مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝ (ھود۔ رکوع ۹)

بت پرستی کرتے ہیں تو کسی شبہ میں نہ پڑنا۔ جسطرح انکے باپ دادا پہلے بت پرستی کرتے تھے یہ بھی اُسیطرح بت پرستی میں مبتلا ہیں اور ہم انکو انکے اعمال بد کی سزا پوری پوری بے کم و کاست دینگے۔

۳۲۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (الجاثیہ رکوع)

اور جب انکے سامنے ہماری آیات بینات پڑھی جاتی ہیں تو انکی اور کوئی حجت نہیں ہوتی مگر یہی کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو پہلے باپ دادا کو زندہ کر کے لاؤ

۳۳۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (المائدہ۔ رکوع ۱۴)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور اُسکے رسول کیطرف آؤ یعنی خدا اور رسول کے احکام کو مانو تو جواب دیتے ہیں کہ جس مسلک پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی مسلک ہمارے لئے کافی ہے۔ چاہے انکے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

۳۴۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۲۱)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو شریعت اتاری ہے اسکی پیروی کرو تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اُسی طریقہ پر چلیں گے جسپر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے چاہے انکے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

۳۵۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا

اور مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم اُسکے سوا کسی دوسری چیز کو پوجتے نہ ہمارے باپ دادا پوجتے اور نہ ہم منشاءِ الٰہی کے خلاف کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ جو لوگ ان مشرکوں سے پہلے گذرچکے

اَلْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ٥ (النحل۔ رکوع ۵) | ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ پس رسولوں کے ذمہ تو احکام الٰہی کا صاف صاف پہونچا دینا ہی ہے۔

۳۶۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ٥ (لقمان۔ رکوع ۳)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اسکی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقہ پر چلیں گے جسپر ہمنے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔ چاہے شیطان انکے بڑوں کو عذاب دوزخ ہی کیطرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔

۳۷۔ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (الاعراف۔ رکوع ۳)

اور یہ لوگ جب کوئی بیحیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اللہ نے ہمکو اسی کا حکم دیا ہے۔ اے رسول انسے کہدے کہ اللہ تعالیٰ بیحیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا تم لوگ اللہ کے متعلق بھی وہ باتیں کہتے ہو جنکی نسبت کچھ نہیں جانتے

۳۸۔ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ٥ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ٥ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ٥ (والصّٰفّٰت ۔ ع ۲)

ان مشرکین لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اور انہیں کے نقش قدم پر مثلاً شیوں کی طرح دوڑے چلے جارہے ہیں اور انسے پہلے بھی بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوچکے ہیں اور ہمنے انہیں رسول بھیجے تھے جو انکو بد اعمالیوں سے ڈراتے تھے۔

۳۹۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ٥ (السبا۔ رکوع ۵)

اور جب ان مشرکین کو ہماری آیات بینات پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہ رسول ایک ایسا آدمی ہے جو تمکو ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جنکی پرستش تمہارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے

ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔

۴۴۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ط (التوبہ۔ رکوع ۳)

اے مومنو! اگر تمہارے باپ و بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو محبوب رکھیں تو تم ایسے باپ اور بھائی کو اپنا دوست اور رفیق مت بناؤ۔

تقلید آباء کے متعلق جو آیات اوپر نقل کیگئی ہیں ان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا یہ بہت ہی پورانا مرض ہے اور دنیا میں کوئی امت اور کوئی قوم اس سے نہیں بچی اور تمام انبیاء علیہم السلام کو انسان کی اس بیماری کے مقابلہ میں جد و جہد کرنی پڑی ہے اور شیطان نے انسان کی اسی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اُسکو راہ حق اور صراط مستقیم سے گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مولویوں پیروں۔ فقیروں۔ اُستادوں۔ اور خانقاہ نشینوں کی تقلید کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ اسی تقلید آباء میں شامل ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں تقلید آباء کا تذکرہ آیا ہے وہاں اکثر مقامات میں آباء سے یہی لوگ مراد ہیں جیسا کہ سیاق عبارت سے ثابت ہے۔ لیکن قران مجید نے مولویوں اور خانقاہ نشینوں کا نام بھی بعض مقامات میں صاف طور پر لے دیا ہے۔ مثلاً

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَہُمْ وَرُہْبَانَہُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (التوبہ ع ۵)

لَوْلَا یَنْہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِہِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِہِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (المائدہ۔ رکوع ۹)

Marfat.com

باب ہفتم

قرآن مجید

خدائے تعالیٰ قرآن مجید کی تعریف اس طرح بیان فرماتا ہے۔

(۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۱)	یہ (قرآن) ایسی کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس کتاب میں متقیوں کیلئے رہنمائی ہے۔
(۲) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ (لقمان۔ رکوع ۱)	یہ اُسی پرحکمت کتاب یعنی قرآن مجید کی آیات ہیں جو نیک اعمال لوگوں کے لیے موجب ہدایت ورحمت ہیں۔
(۳) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (المومن۔ رکوع ۱)	یہ فرمان یعنی قرآن اُس خدا کی جانب سے ہے جو عزیز اور علیم ہے۔
(۴) هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (الجاثیہ۔ رکوع ۲)	یہ قرآن لوگوں کے لیے فہم وفراست کی باتوں کا ذخیرہ اور جو اس پر یقین لائیں اُن کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔
(۵) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر۔ رکوع ۱)	بے شک ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اُس کے محافظ بھی ہیں۔
(۶) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا (بنی اسرائیل۔ رکوع ۵)	اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور سمجھیں۔
(۷) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (الدھر۔ رکوع ۲)	یہ قرآن تو ایک نصیحت نامہ ہے جس شخص کا جی چاہے وہ اپنے رب کی طرف پہنچنے یعنی مقرب الٰہی بننے کا راستہ اختیار کرے۔

Marfat.com

(۸) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر۔ رکوع ۱)

اور ہم نے تو قرآن کو لوگوں کے نصیحت یاب ہونے کے لیے آسان کر دیا ہے پس کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔

(۹) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۹)

اور ہم قرآن کی ایسی آیات نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہیں مگر ان سے سرکش نافرمانوں کے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۰) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ (الکہف۔ رکوع ۸)

اور ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کیں مگر انسان بہت ہی کچھ جھگڑالو ہے۔

(۱۱) أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (الانعام۔ رکوع ۱۴)

کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا منصف تلاش کروں حالانکہ اللہ تو وہ ذات پاک ہے جس نے تم لوگوں کی طرف قرآن مجید یعنی مفصل کتاب بھیجی۔

(۱۲) وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ (طہ۔ رکوع ۶)

اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اور طرح طرح سے ہم نے عذاب کی دھمکیاں دی ہیں تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں یا ان کے دلوں میں نصیحت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو۔

(۱۳) وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۝ (الانبیاء۔ رکوع ۴)

اور یہ قرآن بابرکت نصیحت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

(۱۴) إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ (الزخرف۔ رکوع ۱)

ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم اس کو سمجھو اور یہ ہمارے یہاں اصل کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے۔ یہ بڑی بلند مرتبہ اور حکمت و دانائی کی کتاب ہے۔

(۱۵) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ

اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے ہر قسم کی مثالیں اس قرآن میں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچیدگی نہیں تاکہ

Marfat.com

ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ٥ (الزمر - رکوع ۳)	لوگ نصیحت یاب ہو کر پرہیزگاری اختیار کریں۔
(۱۶) كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ٥ (فصلت - رکوع ۱)	یہ کتاب قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لیے مطالب کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں۔ یہ قرآن مومنوں کو خوشخبری سناتا اور منکروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے مگر باوجود اس کے اکثر لوگوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی گویا وہ اس کو سنتے ہی نہیں۔
(۱۷) وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ٥ (فصلت - رکوع ۵)	اور یہ قرآن تو بڑی عالی رتبہ کتاب ہے باطل نہ آگے سے اس کے پاس تک آ سکتا ہے نہ پیچھے سے یہ تو حکیم و حمید خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔
(۱۸) مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ٥ (یوسف - ۱۲)	یہ قرآن کوئی بناوٹی اور جھوٹی بات تو ہے نہیں بلکہ یہ توریت و انجیل وغیرہ پہلی نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے اور اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت و رحمت موجود ہے۔
(۱۹) وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ (الاحقاف - رکوع ۲)	اور یہ کتاب جو پہلی کتابوں توریت و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ سرکشوں اور گنہگاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائے اور نیک اعمال لوگوں کو خوشخبری سنائے۔
(۲۰) كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ (ھود - رکوع ۱)	یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ جس کے مضامین اور دلائل نہایت محکم اور ثابت شدہ ہیں پھر یہ کہ نہایت تفصیل

وتشریح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور حکیم و خبیر خدا کی طرف سے ہیں۔

(۲۱) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝
فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا
ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ (التکویر)

اور یہ قرآن مجید شیطان لعین کی باتیں نہیں ہیں پھر تم اسے چھوڑ کر کدھر چلے جا رہے ہو یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

(۲۲) هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ
وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (ابراهيم
رکوع ۷)

یہ قرآن لوگوں کے لیے ایک اطلاع نامہ یا اتمام حجت ہے اور اس لیے نازل ہوا ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے اور لوگ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ خدائے تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ عقلمند لوگ اس کے ذریعہ نصیحت حاصل کریں۔

(۲۳) إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ
أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ
يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا
كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝ (بنی اسرائیل - رکوع ۱)

یقیناً یہ قرآن ایسی ہدایت کرتا ہے جو بہت ہی درست اور سیدھی ہے اور نیک عمل کرنے والے مومنوں کو بہت بڑے اجر کی بشارت دیتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲۴) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ
الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۝
قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن
لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ
يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ
أَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ۝

ہر قسم کی حمد خدا ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد) پر قرآن مجید نازل کیا اور اس میں کسی قسم کی پیچیدگی باقی نہ رکھی اس قرآن کی تعلیم نہایت صاف اور سیدھی ہے تاکہ اُس سخت عذاب سے جو خدا نے نافرمانوں کے لیے تیار کر رکھا ہے ڈرائے اور نیک اعمال مومنوں کو خوش خبری سنائے کہ اُنکے

(الکھف ۔ رکوع ۱)

لیے بہت ہی اچھا اجر ہے یعنی بہشت جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۲۵) بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ وَّاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ ۝ بَلْ ہُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

(البروج)

کافر لوگ قرآن کے جھٹلانے میں مصروف ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے ان کفار کی تکذیب سے کیا ہوتا ہے قرآن تو بڑی عالی مرتبہ چیز ہے اور لوح محفوظ میں موجود ہے یعنی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(۲۶) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝ (النساء ۔ رکوع ۱۱)

کیا لوگ قرآن کے مطالب میں غور و تدبر نہیں کرتے (کہ اس میں کہیں اختلاف و پیچیدگی نہیں) اور اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو یقیناً وہ اس میں بہت سے اختلاف اور متضاد باتیں پاتے۔

(۲۷) وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(الانعام ۔ رکوع ۲۰)

اور ہم نے ہی اس برکت والی کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا ہے لہٰذا اس کتاب کے احکام کی تعمیل کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۲۸) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ط قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝ (الاعراف ۔ رکوع ۱)

لوگو! یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تم اسی کے اوامر و نواہی کی تعمیل کرو اور اس کے سوا دوسرے کارسازوں اور کارفرماؤں کی اتباع نہ کرو۔ مگر حالت یہ ہے کہ تم بہت ہی کم نصیحت یاب ہوتے ہو۔

(۲۹) وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(الاعراف ۔ رکوع ۲۴)

اور لوگو! جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کو توجہ سے کان لگا کر سنا کرو اور خاموش رہا کرو کیا عجب ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

Marfat.com

(۳۰) وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس۔ رکوع ۴)	یہ قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو خدا کے سوا کوئی اور اپنی طرف سے بنا لایا ہو بلکہ یہ تو پہلی نازل شدہ کتابوں کی تصدیق اور تفصیل ہے اور اس قرآن کے کتاب الٰہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔
(۳۱) يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یونس۔ رکوع ۶)	لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی اور یہ نصیحت نامہ بداعتقادیوں یعنی دل کی بیماریوں کی دوا ہے اور ایمان والوں کے لیے یہ ہدایت اور رحمت ہے۔
(۳۲) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (الانبیاء۔ رکوع ۱)	لوگو! ہم نے تمہاری طرف یہ ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا تذکرہ یعنی تمہاری بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کا ذکر بغرض اصلاح کیا گیا ہے کیا تم عقل اور سمجھ سے کام نہ لوگے۔
(۳۳) وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (النور۔ رکوع ۴)	اور ہم نے اس قرآن میں تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے انکے حالات بھی بیان کیے اور پرہیزگاروں کے لیے اس قرآن کو نصیحت نامہ بنا کر بھیجا۔
(۳۴) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان۔ رکوع ۱)	خدائے تعالیٰ کی ذات بڑی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلعم) پر قرآن مجید نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہو۔
(۳۵) وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۵)	اے بنی اسرائیل تم اس قرآن پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور یہ قرآن اس کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم ہی اس کے

Marfat.com

سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ ہو۔

(۳۶) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ
مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ○
قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ
وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○
(المائدہ - رکوع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول (محمد صلعم) آچکا ہے اور کتاب الٰہی میں سے جو کچھ تم چھپاتے رہے ہو وہ اُس میں سے اکثر صاف صاف بیان کرتا ہے اور اکثر باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے بہر حال اب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین یعنی قرآن مجید آگیا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اللہ کی رضامندی کے خواہاں ہوں ہدایت فرماتا اور سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے فضل سے اُن کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے اور اُن کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

(۳۷) فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ○ وَإِنَّهُ
لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ○ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ
كَرِيمٌ ○ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ○ لَا يَمَسُّهُ
إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ○ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ○ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ
مُدْهِنُونَ ○ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ
تُكَذِّبُونَ ○ (الواقعہ - رکوع ۳)

ہم ستاروں کے ٹوٹنے کی قسم کھاتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بہت ہی بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن بڑا عالی مرتبہ ہے جو کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے اُس لوح محفوظ کو پاک فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا تم اس بات سے انکار کرتے ہو اور تم نے تو اپنا یہی روزینہ مقرر کر لیا ہے کہ تکذیب ہی کرتے رہو گے۔

(۳۸) هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ
بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ

وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے (محمد) پر قرآن مجید کی کھلی کھلی آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تم کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائے اور

Marfat.com

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحدید - رکوع ۱)	یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارے لیے بہت شفیق و مہربان ہے۔
(۳۹) وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الحاقہ - رکوع ۲)	اور یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے اور ہم اس بات کو بھی خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ قرآن مجید کی تکذیب بھی کرتے ہیں اور کافروں کے لیے یقیناً یہ قرآن موجب حسرت ہے۔
(۴۰) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ (الزمر - رکوع ۳)	خدا تعالیٰ نے بہت اچھا کلام یعنی قرآن مجید نازل کیا۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی باتیں ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں اس قرآن کے سننے سے اُن لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُن لوگوں کے جسم اور دل یادِ الٰہی کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں یہ قرآن خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہدایت نامہ ہے خدائے تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جس کو خدائے تعالیٰ گمراہ کر دے اُس کو تو پھر کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

قرآن مجید میں اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں عام لوگوں کو مخاطب کر کے خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید کے صفات بیان فرمائے ہیں۔ اب ذیل میں وہ آیات نقل کی جاتی ہیں جن میں خدائے تعالیٰ نے خود آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی تعریف بیان فرمائی ہے۔

(۱) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (الدھر - رکوع ۲)	اے رسول! بلاشک ہم نے ہی یہ قرآن تجھ پر تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے۔

Marfat.com

(۲) ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران - رکوع ۶)

اے رسولؐ! یہ جو ہم تجھکو پڑھکر سناتے ہیں یہ آیات الٰہی ہیں اور سچا تلا بیان ہے۔

(۳) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل - رکوع ۶)

اور اے رسولؐ! ہم نے تیری طرف یہ نصیحت و یاددہانی یعنی کتاب مجید بھیجی تاکہ تو اس ہدایت کو جو لوگوں کے لیے نازل ہوا کھول کھول کر انھیں سمجھا دے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

(۴) وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النحل - رکوع ۸)

اور اے رسولؐ! ہم نے تجھ پر کتاب قرآن مجید اس لیے نازل کی ہے کہ تو لوگوں کو وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اچھی طرح سمجھا دے اور یہ قرآن مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(۵) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (النحل - رکوع ۱۲)

اور اے رسولؐ! ہم نے تجھ پر یہ کتاب (قرآن مجید) نازل کی جو ہر چیز کو واضح طور پر بیان کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

(۶) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (ص - رکوع ۳)

اے رسولؐ! یہ مبارک کتاب اس لیے تیری طرف بھیجی گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و تدبر کریں اور عقلمند لوگ نصیحت یاب ہوں۔

(۷) قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝ (ص - رکوع ۵)

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ قرآن مجید کا نازل ہونا بھی بڑا عظیم الشان واقعہ ہے مگر تم اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

(۸) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

اے رسولؐ! اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو دیکھتا کہ وہ پہاڑ خوف خدا سے دب گیا اور ریزہ ریزہ ہوگیا ہوتا۔ اور یہ تمثیلیں ہیں جو ہم لوگوں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ○ (الحشر - رکوع ۳)	لیے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچیں اور غور و فکر کریں۔
(۹) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ○ (ق - رکوع ۳)	اے رسولؐ! یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ہم ان سے خوب واقف ہیں اور ان پر تیری کوئی زبردستی نہیں بس تیرا تو یہی کام ہے کہ جو شخص ہمارے عذاب سے خائف ہو اُس کو قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت کرے۔
(۱۰) اِتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (الانعام - رکوع ۱۳)	اے رسولؐ! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر وحی کیا گیا ہے اُس کی یعنی قرآن کی پیروی کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہو کر رہنا چاہیے۔
(۱۱) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الانعام رکوع ۱۱)	اور اے رسولؐ! ہم نے اس برکت والی کتاب یعنی قرآن مجید کو جو پہلی نازل شدہ کتب کی تصدیق کرتا ہے اس لیے نازل کیا کہ تو مکہ والوں اور اُس کے اردگرد والوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائے۔
(۱۲) وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ○ (شوریٰ - رکوع ۱)	اور اے رسولؐ! اسی طرح ہم نے تیری طرف قرآن عربی زبان میں وحی کیا تاکہ تو مکہ والوں اور مکہ کے اردگرد رہنے والوں کو ڈرائے اور روزِ قیامت سے خوف دلائے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ قیامت کے دن کچھ لوگ جنت میں ہونگے اور کچھ دوزخ میں۔
(۱۳) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا	اور اے رسولؐ! اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ قرآن حقیقتاً تیرے رب

تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

(الانعام - رکوع ۱۴)

کی طرف سے نازل شدہ ہے بس تو کہیں شک کرنے والوں میں نہ ہو جانا۔

(۱۴) كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف - رکوع ۱)

اے رسولؐ! یہ کتاب (قرآن مجید) تجھ پر اس لیے نازل کی گئی ہے کہ تو اس کے ذریعہ کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرائے اور مومنوں کے لیے یہ کتاب نصیحت ہو پس اس کتاب سے تجھکو دل تنگ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۵) قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (النحل رکوع ۱۴)

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ اس قرآن کو میرے رب کی طرف سے روح القدس یعنی جبرئیل نے حق و راستی کے ساتھ پہنچایا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ ثابت قدم رہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و بشارت ہو۔

(۱۶) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔

(هود - رکوع ۴)

اے رسولؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم نے تجھ پر وحی کے ذریعہ ظاہر کیا ہے اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تو اور تیری قوم کے لوگ ان سے ناواقف تھے۔

(۱۷) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (هود - رکوع ۱۰)

اور اے رسولؐ! ہم تجھ سے اور رسولوں کے حالات اس لیے بیان کرتے ہیں کہ ان حالات کو سن کر تیرا دل مضبوط ہو اور ان حالات میں جو تجھ سے بیان کیے گئے حق کا اظہار بھی ہے اور مومنوں کے لیے وعظ و نصیحت بھی۔

(۱۸) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ

اے رسول تیری طرف بذریعہ وحی یہ قرآن بھیجکر ہم [illegible] بہت عمدہ بیان سناتے ہیں اور

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (یوسف ۔ رکوع ۱)	تو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے یقیناً بے خبر تھا۔
(۱۹) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الرعد۔ رکوع ۱)	اے رسولؐ! یہ قرآن مجید کی آیات ہیں اور تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل ہوا ہے وہ یقیناً سچ اور حق ہے لیکن اکثر لوگ ایسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔
(۲۰) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ (الرعد۔ رکوع ۵)	اور جس طرح ہم نے توریت و انجیل وغیرہ پہلی کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا دستور العمل بنا کر بھیجا اور اے رسولؐ! اگر اس کے بعد بھی کہ تیرے پاس صحیح علم آچکا ہے تو ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کریگا تو پھر خدا کے مقابلہ میں نہ کوئی تیرا حمایتی ہوگا نہ پناہ دہندہ۔
(۲۱) قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف۔ رکوع ۲۴)	اے رسولؐ! کہدے کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کیا جاتا ہے لوگو یہ قرآن تو تمہارے رب کی طرف سے دانائی کی باتوں کا مجموعہ ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔
(۲۲) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ (ابراھیم۔ رکوع ۱)	اے رسولؐ! یہ کتاب (قرآن مجید) ہم نے تجھ پر اس لیے نازل کی ہے کہ تو لوگوں کو اُن کے رب کے حکم سے کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی یعنی زبردست خوبیوں والے خدا کے راستہ کی طرف لائے۔
(۲۳) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ	اے رسولؐ! قرآن مجید جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے

Marfat.com

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ (الزخرف ۔ رکوع ۴)	اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے یقیناً تو تو سیدھے راستے پر ہے اور یقیناً یہ قرآن تیرے اور تیری قوم کے لیے نصیحت ہے اور تم سب سے اس کی بابت بازپرس ہونی ہے۔
(۲۴) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (یونس ۔ رکوع ۴)	کیا یہ لوگ قرآن مجید کی نسبت کہتے ہیں کہ اس کو رسول نے خود بنا لیا ہے۔ اے رسولؐ ان لوگوں سے کہدے کہ تم سچے ہو تو قرآن کی سورتوں کی مانند ایک سورت بنا کر لے آؤ اور خدا کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو اپنی مدد کے لیے بلا لو۔
(۲۵) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۔ رکوع ۱۰)	اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ اگر جن و انس سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند کوئی کلام بنا لائیں تو وہ اس کی مانند بنا کر نہیں لا سکتے چاہے وہ ایک دوسرے کے کیسے ہی مددگار کیوں نہ ہوں۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کیں مگر اکثر لوگ ناشکری یعنی انکار کیے بغیر نہ رہے۔
(۲۶) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۔ رکوع ۱۲)	اور اے رسولؐ! ہم نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس لیے بھیجا کہ تو اُس کو مختلف اوقات میں مناسب وقفوں کے بعد لوگوں کو پڑھ کر سنائے اور اسی مصلحت سے ہم نے اُسے بتدریج نازل کیا۔ اے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو مگر اُن لوگوں کے سامنے جن کو پہلی آسمانی کتابوں کا علم ہے جب یہ قرآن پڑھا جاتا ہے تو

وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک و بے عیب ہے اور ہمارے رب کا وعدہ تو پورا ہونا ہی چاہیے تھا یعنی اس قرآن کی نسبت پہلی کتابوں میں جو پیشگوئیاں تھیں وہ سچی ثابت ہوئیں۔

(۴۷) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

(یونس - رکوع ۱۱)

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق بات یعنی قرآن حکیم آگئی بس جو کوئی سیدھا راستہ اختیار کریگا اپنے ہی لیئے کریگا اور جو کوئی گمراہ ہوگا وہ خود ہی گمراہی سے نقصان اٹھائے گا اور ان سے کہدے کہ میں تمہارے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہوں اور اے رسول تیری طرف جو وحی آتی ہے تو اُسی کی پیروی کیئے جا اور صبر سے کام لے یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ فیصلہ کردے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

(۴۸) اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

(الزمر - رکوع ۴)

اے رسولؐ! یہ کتاب ہم نے تجھ پر لوگوں کی ہدایت کے لیے حق و حکمت کے ساتھ نازل کی ہے بس جو کوئی ہدایت یاب ہوا اُس نے اپنی ہی جان کو نفع پہنچایا اور جو کوئی گمراہ ہوا اُس نے خود ہی اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور تو اُن کے افعال و اعمال کا ذمہ دار نہیں۔

(۴۹) مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

اے رسول ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نازل نہیں

Marfat.com

إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ ۝ تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى ۝
(طٰہٰ ۔ رکوع ۱)

کیا کہ تو مشقت میں مبتلا ہو بلکہ یہ قرآن تو خدا سے ڈرنے والے کے لیے ایک نصیحت ہے جو زمین اور بلند آسمانوں کے خالق کی طرف سے نازل ہوا ہے

(۳۰) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ (السجدہ ۔ رکوع ۱)

اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ اس قرآن کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اے رسولؐ! کیا یہ لوگ اس قرآن کی نسبت کہتے ہیں کہ تو نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اُن کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ یہ تو تیرے رب کی طرف سے آئی ہوئی حق و راستی ہے تاکہ تو اُن لوگوں کو جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا کوئی نہیں آیا عذاب الٰہی سے ڈرائے ممکن ہے کہ وہ ہدایت پاکر راہ راست پر آجائیں۔

(۳۱) تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَيْلٌ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝
(الجاثیہ ۔ رکوع ۱)

اے رسولؐ! ہم اپنے یہ احکام تجھ کو حق و حکمت کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں پس اللہ اور اُس کے احکام کے بعد یہ لوگ اور کونسی بات مانیں گے ہر ایک بہتان باندھنے والے بدکار پر افسوس ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کے احکام اُس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں تو وہ اُن کو سُن کر اس طرح ازراہ تکبر نافرمانی پر اصرار کرتا ہے کہ گویا اُس نے احکام الٰہی کو سُنا ہی نہ تھا پس اے رسول ایسے لوگوں کو عذاب الیم کی بشارت سُنا دے۔

(۳۲) كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ مَرْفُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ

دیکھو خبردار ہو کر سنو کہ یہ قرآن ایک نصیحت و یاد دہانی ہے پس جس کا جی چاہے وہ اس پر غور

بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ ۝ (عبس)

بلکہ یہ وہ لوح محفوظ میں عزت والے اوراق میں موجود ہے جو اونچے مقام پر رکھے ہوئے ہیں نہایت ستھرے ہیں ایسے لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جو بڑے بزرگ اور نیکوکار ہیں۔

(۳۳) قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّ شِفَآءٌ ۭ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ

(فصلت۔ رکوع ۵)

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدو کہ مومنوں کے لیے تو یہ قرآن ہدایت اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کے حق میں یہ کانوں کی ناشنوائی اور آنکھوں کی نابینائی ہے۔

(۳۴) وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

(کہف۔ رکوع ۴)

اور اے رسولؐ! جو کتاب کہ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل ہوئی ہے اُس کو پڑھ تیرے رب کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا اور تو اپنے رب کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پاسکتا۔

(۳۵) وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (القلم۔ رکوع ۲)

اور اے رسولؐ! یہ کافر لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو اپنی تیز تیز نگاہوں سے اس طرح گھورتے ہیں کہ تجھکو راہ مستقیم سے پھسلا دینگے اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے حالانکہ یہ قرآن جو تم اُن کو سناتے ہو تمام جہان کے لوگوں کے لیے پند ونصیحت ہے۔

(۳۶) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۭ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝

(النساء۔ رکوع ۱۷)

اور اے رسولؐ! اللہ نے تجھپر کتاب یعنی قرآن مجید نازل کیا اور فہم سلیم عطا کیا اور تجھکو وہ باتیں بتائیں جو تجھکو پہلے معلوم نہ تھیں اور تیرے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

(۳۷) قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہدے کہ جو کوئی جبرئیلؑ کا دشمن ہو (اللہ اُس کا دشمن ہے) اور

Marfat.com

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○
(البقرۃ - رکوع ۱۲)

جبرئیلؑ نے تو اللہ کے حکم سے یہ قرآن تیرے دل پر نازل کیا ہے - یہ قرآن اُن کتب سماویہ کی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں تصدیق کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے -

(۳۸) وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ
الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ
غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ
لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ إِنْ
أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○
(یونس - رکوع ۲)

اور اے رسولؐ! جب ہمارے صاف صاف احکام ان لوگوں کے سامنے پڑھے جاتے ہیں تو جو لوگ ہمارے روبرو پیش ہونے کی توقع نہیں رکھتے تجھ سے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اسی میں تغیر و تبدل کر دو - تو ان سے کہدے کہ میری تو یہ مجال نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی تبدیلی اس میں کر سکوں میری طرف تو جو کچھ وحی کیا جاتا ہے اسی کی پیروی کرتا ہوں میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھ کو بڑے دن یعنی روز قیامت کے عذاب سے ڈر معلوم ہوتا ہے -

(۳۹) وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ
وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ
وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ
فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰى
أَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل - رکوع ۵)

اور اے رسولؐ! جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور منکرین آخرت کے درمیان ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے اور اُن کے دلوں پر غلاف ڈال دیتے ہیں کہ وہ سمجھ نہ سکیں اور وہ کانوں سے اونچا سننے لگتے ہیں اور جب تو اپنے اکیلے خدا کا ذکر کرتا ہے تو وہ کفار از راہ نفرت پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگتے ہیں -

(۴۰) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ

اور اے رسولؐ! ہم نے تجھ پر کتاب برحق نازل کی جو پہلی نازل شدہ کتب سماویہ کے مضامین کی

Marfat.com

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۔
(المائدہ - رکوع ۷)

مصدق اور محافظ ہے پھر جو کتاب خدا نے نازل کی ہے اُسی کے موافق اِن لوگوں میں حکم نافذ کر اور اپنے پاس آئے ہوئے حق کو چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

قرآن مجید کے مضامین

قرآن مجید کو بار بار تلاوت کرنے اور غور و تدبر کے ساتھ سوچنے سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید انسان کو اُس کی انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا کر ہر قسم کے عیب و رذالت سے بچانا اور ہر قسم کے صفاتِ حسنہ سے متصف کر کے دنیا و آخرت یعنی دونوں جہان میں کامیاب و فائز المرام اور مقبول بارگاہ الٰہی بنانا چاہتا ہے۔ اسی مفہوم کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید انسان کو دنیا میں سرفراز اور آخرت میں بہشت بریں کا وارث بنانے کی بہترین تدابیر بتاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ قرآن انسان کی زندگی کو کامیاب زندگی بنانا چاہتا ہے۔

خدائے تعالیٰ نے انسان کو پیدائشی طور پر دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی عطا کی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝
(بنی اسرائیل - رکوع ۷)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت و بزرگی عطا کی اور خشکی و تری میں اُن کو سواریاں دیں اور پاکیزہ چیزیں عطا کیں اور ہماری جس قدر مخلوقات ہے اُن میں سے اکثر پر ہم نے بنی آدم کو فضیلت و برتری عطا کی ہے۔

انسان کی اس فضیلت و بزرگی کا باعث فطرتِ انسانی کی وہ استعداد ہے جو اس کو اپنے رب کی معرفت کا اہل بنا کر اُس کی طاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (اعراف - رکوع ۲۲) دوسری جگہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذاریات - رکوع ۳) ایک جگہ فرمایا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات - رکوع ۲) معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی

Marfat.com

ربوبیت کا اقرار کرنا اور خود بندہ ہونے کا اظہار کرکے خدائے تعالیٰ کی بندگی بجالانا اور اُس کی نافرمانی سے بچنا اور اُس کے عذاب سے جو نافرمانی کا نتیجہ ہے ڈرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ بدی اور نافرمانیٔ الٰہی کی ترغیب دینے والے محرکین سے متاثر ہونے کے بعد انسان اپنے فطری جذبوں کو مُردہ بنا کر طاغوتی راہ اختیار کرلیتا ہے جس سے ہلاکت و نامرادی اور خسران و ناکامی کا مستحق بنتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسانی فطرت کے تقاضوں اور پیدائشی پاک جذبوں کو بیدار کرنے کے لیے وہ حقیقت جسے گمراہ ہو کر انسان فراموش کردیتا ہے اُسے یاد دلائی ہے اور اسی لیے قرآن مجید اور تعلیمات قرآنیہ کا نام ذکر۔ تذکرہ اور تذکیرہ ہے۔

انسان کو ناکام و نامراد بنانے اور چوپایوں سے زیادہ ذلیل و گمراہ کرنے والی بداعمالیوں کی جڑ انسان کا اپنے خالق۔ رب اور معبود سے غافل اور بے پرواہ ہوجاتا ہے۔ اُس اکیلے معبود برحق سے غافل ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ معبودانِ باطلہ کے آگے اپنی گردن جھکا کر اپنے تمام انسانی جوہر و شرف کو برباد کرنے کے بعد انواع و اقسام کی گمراہیوں میں مبتلا ہو کر ہلاکت کے گڑھے میں گرجاتا ہے اسی ام الجرائم کو شرک کہتے اور نوع انسان کا ازلی دشمن شیطان سب سے زیادہ اسی شرک میں انسان کو مبتلا کرنے کی کوشش کرتا اور اسی کی نسبت خدائے تعالیٰ نے ہرگز نہ بخشے جانے کی وعید فرمائی اور اسی کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔

(۱)

قرآن مجید نے سب سے زیادہ شرک کی مذمت اور توحید باری تعالیٰ کی تعلیم کو مدنظر رکھا ہے اور اس خاص مضمون کو نہایت ہی دلنشین اور موثر پیرایوں میں بار بار بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید کا کوئی پارہ اور کوئی ورق ایسا نہیں جو شرک کی برائی۔ مشرکین کی مذمت اور ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت اور توحید الٰہی کے دلائل سے خالی ہو۔

(۲)

قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو ہستی باریتعالیٰ کا یقین دلانے اور انسان کی تمامتر توجہ ہمہ اوقات خدائے تعالیٰ کی جانب مائل رکھنے سے کسی مقام پر غافل نہیں۔ قرآن مجید کا کوئی ایک صفحہ بھی ایسا تلاش نہیں کیا جاسکتا جس میں متعدد مرتبہ انسان کو خدائے تعالیٰ

کی ذات وصفات کی طرف بہ انداز اور مدلل طور پر توجہ نہ دلائی گئی ہو اور انسان کو با خدا انسان بنانے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔

(۳)

خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کے سمجھانے اور یقین دلانے کے لئے قرآن مجید میں قسم قسم کے زبردست دلائل بیان ہوئے ہیں خدائے تعالیٰ کے علم۔ قدرت۔ خالقیت۔ ربوبیت۔ مالکیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت وغیرہ صفات حسنہ کاملہ کے ثبوت میں نظام عالم اور پیش پا افتادہ اشیا اور اُن کے تغیرات حالات سے نہایت لطیف اور زبردست دلائل ایسے جامع و مانع الفاظ میں پیش کیے گئے ہیں کہ اُن سے زیادہ دلنشین الفاظ اور لطیف پیرایہ کا تلاش کرنا ممکن نہیں۔ ہواؤں کے چلنے۔ بادلوں کے برسنے۔ بجلی کے چمکنے۔ دریاؤں کے بہنے۔ پہاڑوں سے پانی کے نکلنے۔ سمندروں میں کشتیوں کے چلنے۔ چوپایوں سے انسان کے نفع اٹھانے۔ درختوں سے پھلوں کے پیدا ہونے۔ کھیتوں کے لہلہانے۔ اونٹ اور گھوڑے سے سواری کا کام لیے جانے۔ سمندروں اور ریگستانوں میں انسان کے سفر کرنے۔ چاند سورج اور ستاروں کے طلوع وغروب ہونے۔ دن اور رات کے آنے جانے۔ موسموں کے تبدیل ہونے وغیرہ مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلا کر ہستی باری تعالیٰ اور دوسرے اہم مسائل پر ایسے ایسے زبردست دلائل مرتب فرما دیئے ہیں کہ عامی و عالم دونوں یکساں متاثر ہو کر لطف اٹھا سکتے ہیں۔

(۴)

شرک کی بُرائی اور شرک کی جہالت کو بے پردہ کرنے کے لئے معنوی دلائل کی کثرت کے ساتھ ہی اُن پر نتائج کی طرف بھی بار بار توجہ دلائی ہے جو اس دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ کہیں۔ دو ثمود کی بربادی کہیں لوطیوں کی تباہی کہیں فرعون اور فرعونیوں کی غرقابی کا تذکرہ ہے کہیں طوفان نوح کا حال سنایا ہے تو کہیں رعد اور زلزلہ کا عذاب یاد دلایا ہے۔

(۵)

شرک و توحید کی بُرائی بھلائی ثابت کرنے کے بعد بطور استفہام فطرت انسانی کو اس طرح بیدار کیا ہے کہ بتاؤ تو سہی روشنی اور تاریکی کو یکساں کہا جا سکتا ہے؟ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

کیا کھاری پانی اور میٹھے پانی کو ملا کر ایک بنایا جاسکتا ہے؟ کہیں مُردہ اور زندہ برابر ہوسکتا ہے؟ کیا دھوپ اور سایہ میں کوئی فرق نہیں؟ پھر مشرکوں کو للکارا ہے کہ اگر تمھارے پاس کوئی دلیل ہے تو لاؤ پیش کرو۔ کہیں ہمدردانہ لہجہ میں توجہ دلائی ہے کہ تم عقل وفہم سے کیوں کام نہیں لیتے۔ کہیں فرمایا ہے کہ آنکھیں رکھتے ہو مگر اُن سے دیکھتے کیوں نہیں۔ کان ہیں مگر اُن سے سُنتے کیوں نہیں۔ دل ہیں مگر اُن سے سمجھتے کیوں نہیں۔ بتاؤ تو سہی مومن اور کافر یا مشرک اور موحد کو کیسے ہم رتبہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۶)

تمام دلائل اور عواقب ونتائج سننے کے بعد بھی مشرک کو نجاست شرک سے جو چیز جدا نہیں ہونے دیتی اور شیطانی اصرار یا ابلیسی تکبر واستکبار پر آمادہ کرکے توحید الٰہی اور طاعت معبود کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی وہ تقلید آباء اور خلف کا اپنے سلف کے نقش قدم پر آنکھیں بند کرکے چلنا اور خدائے تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل وفراست اور فہم وذکا سے کام نہ لینا ہے لہٰذا قرآن مجید میں بار بار اور بتکرار باپ دادا کے اعمال وافعال کی اندھی تقلید کو بُرا کہا گیا ہے اور اس مضمون کو نہایت زبردست دلائل سے مدلل کرکے مکمل کیا گیا اور عقل وفہم سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۷)

غلطکار اور بداعمال شخص کو جب اُس کی زشتیٔ اعمال سے خبردار کیا جاتا ہے تو وہ اپنی غلطکاری سے واقف وآگاہ ہونے کے بعد تقلید آباء کا سہارا ڈھونڈتا اور اپنے بزرگوں کے اعمال کو بطور سند پیش کرکے مفتیٔ فراست اور قاضیٔ عقل کی حکومت سے باہر آکر بغاوت کا اعلان کردیتا اور اپنے ہر ایک نامعقول وناشایستہ فعل کو درست قرار دیکر کسی شخص کو اس بات کا مستحق تسلیم نہیں کرتا کہ وہ اُس کے بُرے کاموں کی بُرائی اُس کے سامنے بدلائل ثابت کرکے اُس کو راست روی کی ترغیب دے۔ اسی کا نام تکبر۔ اصرار۔ عزت وشقاق۔ حمیّۃ الجاہلیہ۔ ضد اور ہٹ ہے۔ چونکہ متکبر حقیقت کے خلاف اپنے اندر بڑائی اور کبریائی کا غلط خیال قائم کرکے نصیحت گر کی نصیحت سُننے اور عقل وفراست کے کام میں لانے سے انکار کرتا ہے لہٰذا ایسے متکبر انسان کو مغرور یعنی فریب خوردہ اور اُس کے تکبر کو غرور کہا جاتا ہے۔ باپ دادا کی جامد تقلید اور غرور وتکبر چونکہ لازم ملزوم اور راہ حق سے روکنے کے لیے زبردست رکاوٹ ہیں لہٰذا قرآن مجید میں جتنی مرتبہ شرک کا ذکر آیا ہے اُس کی برائیوں سے بھی زیادہ مرتبہ کبر وغرور کی مذمت بیان کی گئی ہے

Marfat.com

متکبروں اور مغروروں کو بار بار اُن کے بد انجام سے ڈرایا گیا ہے احساس دُنیا میں متکبروں نے جو ذلتیں سہی ہیں اُنھیں یاد دلایا گیا ہے۔

(۸)

کبر و غرور چونکہ عقل و فہم سے انسان کو جُدا کر دیتا اور مغرور انسان اپنی بڑائی اور بزرگی کے غلط خیال میں پختہ ہو کر دوسروں کو چشمِ حقارت سے دیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے لہذا وہ انجام و نتائج سے بے پرواہ ہو کر دوسروں کے حقوق غصب کرنے اور کمزوروں پر ظلم و ستم توڑنے اور ہر قسم کے مخالفِ انسانیت اعمال و افعال پر دلیر ہو جاتا ہے لہذا قرآن مجید میں ظلم و ستم۔ قتل و غارت۔ دختر کشی۔ فحش و زنا۔ ہر قسم کی بےحیائی۔ دوسروں کو بدی اور بُرائی کی ترغیب دینا۔ بھلائیوں اور نیکیوں سے روکنا۔ نیک لوگوں کے ساتھ ہنسی دل لگی اور تمسخر و استہزاء سے پیش آنا۔ اکڑ اکڑ کر اور اترا اترا کر چلنا۔ مال و دولت اور کنبہ والوں کی کثرت پر فخر کر کے کمزوروں اور مفلسوں کو تنگ کرنا۔ قول و قسم اور وعدہ کو توڑ دینا وغیرہ بد اعمالیوں کی بدلائل مذمت بیان کر کے لوگوں کو راست کرداری اور راست روی کی مخصوص انداز میں ترغیب دی گئی ہے۔

(۹)

طاقتور۔ دولتمند اور جتھے والے بد اعمال لوگ جو عموماً با اثر صاحبِ اقتدار ہوتے ہیں کبر و غرور میں مبتلا ہوتے اور داعیانِ حق کے مقابلہ میں اپنی طاقت و دولت کو کام میں لاتے اور مالی و جانی ایذا رسانی کے علاوہ تحقیر و استہزاء سے بھی نیک اور راست کردار لوگوں کو ستاتے رہتے ہیں لیکن جب ان بد اعمالوں کی طاقت پرستارانِ حق کے مقابلہ میں کمزور ہو جاتی ہے اور باخدا لوگوں کی جمعیت ترقی پا کر ان آبا پرست معاندین کو مغلوب کر لیتی ہے تو ان کا دلی عناد اور بھی زیادہ ترقی کر جاتا ہے اُس حالت میں یہ لوگ اپنے آپ کو کمزور پا کر بظاہر حق پرستوں کی جمعیت میں شامل اور علانیہ بد اعمالیوں سے مجتنب رہکر در پردہ اس باخدا جمعیت کو منتشر کرنے اور نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے اور دنیا میں کم و بیش ہر زمانہ میں ان منافقوں کا وجود پایا گیا ہے اور منافقوں ہی کی بدولت دور رس اور دیرپا فسادات جو قوموں کی بربادی کا باعث ہوتے ہیں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ قرآن مجید نے ان منافقوں کے عادات بد اور خصائلِ ذمیمہ کو بھی خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے

Marfat.com

اصحاب کی شرارتوں سے بچنے اور چوکس رہنے کی تاکید فرما کر لوگوں کو منافقت کی پلیدی سے دور و مہجور رہنے کی ترغیب دی ہے۔ اس خاص مضمون کے ہر ایک پہلو پر قرآن شریف نے مختلف مقامات میں خوب اچھی طرح مکمل روشنی ڈالی ہے۔

(۱۰)

شرک۔ تکبر۔ جامد مقلد اور منافق کے اعمال چونکہ معقولیت اور دلیل و برہان سے بے تعلق و بےبنیاد ہوتے ہیں لہذا قرآن مجید نے ایک دو جگہ نہیں سیکڑوں جگہ لوگوں کو عقل۔ فہم۔ تدبر۔ تفکر۔ شعور۔ فقاہت۔ عدل وغیرہ سے کام لینے اور بد اعمالیوں کے نتائج بد سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے اور کوئی بھی ایسی فرمائش نہیں کی جس کا پورا کرنا فطرت انسانی یا عدل و عقل کے خلاف ہو اور موجب خیر نہ ہو۔ انسانی فطرت کے تقاضے کو کچلنے اور مالایطاق بوجھ ڈالنے والا کوئی بھی حکم قرآن مجید نے انسان کو نہیں دیا۔ اور بداعمال و بدعقیدہ لوگوں کو بے شمار مرتبہ عقل کے حکم بنانے اور عقل کی موافق فیصلہ کرنے کی دعوت دی اور بار بار هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ کا اعلان کیا ہے۔

(۱۱)

قرآن مجید نے کفار و مشرکین کا ذکر کرتے اور ان کی بد اعمالیوں کی طرف تفصیلی طور پر توجہ دلاتے ہوئے بار بار ان کو الزام دیا ہے کہ تمہارے اعمال کسی دلیل و برہان سے موید نہیں اور اغوائے شیطانی یا تقلید آبا نے تم کو عقل و دانائی سے محروم کرکے فضائل انسانی سے تہی دست اور انسانیت کا دشمن بنا دیا ہے۔ کہیں کہیں اعتراض کا پیرایہ نہایت ہی عجیب اور بیحد لطیف اختیار کرکے فرمایا ہے کہ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۔

(۱۲)

دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بد اعمالیوں اور عقیدہ کی خرابیوں سے واقف ہو کر اصلیت و حقیقت کو بخوبی سمجھ جاتے ہیں ان کے دل میں نیکیوں سے نفرت اور نیک لوگوں کی عداوت نہیں ہوتی لیکن وہ اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کو اپنی بے عزتی جانتے اور اپنی بد اعمالی پر قائم رہنے کو مقتضائے وضعداری سمجھتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باخدا اور راست کردار لوگوں کو مفلس و نادار و ضعیف و کمزور دیکھ کر ان کی جماعت میں شامل ہونا اپنی عزت اور مرتبہ کے

Marfat.com

خلاف سمجھ کر اپنی بداعمالی پر قایم رہتے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس مدعا کو ثابت اور واشگاف طور پر بیان کیا ہے کہ عزت کا مالک تو خدائے تعالیٰ ہی ہے وہی جسکو چاہتا ہے عزت دیتا اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے نافرمان اور بداعمالیوں میں مبتلا ہیں وہ دُنیا میں انجام کار ذلیل و رسوا ہوتے اور متقیوں کا انجام ہمیشہ بخیر ہوا کرتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

(۱۳)

بداعمال لوگوں کے انجام کی خرابی کو ذہن نشین کرانے اور ثبوت میں استقرائی تجربے کے ضابطے و یقین پیدا کرنے کے لیے قرآن مجید نے ترغیب دی ہے کہ سیر و سفر اختیار کرو مختلف ملکوں اور دُنیا کے مختلف حصّوں میں جاؤ وہاں کے آثار قدیمہ اور تباہ شدہ اقوام کے نشانات دیکھو اور تحقیق کرو کہ کن کن بداعمالیوں کی پاداش میں کس کس طرح بڑی بڑی طاقتور قومیں اور بڑے بڑے صاحب جاہ و حشم لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر برباد ہوئے۔ اور اُن کا مال و لشکر اور دولت و حکومت اور عزّو جاہ کچھ بھی کام نہ آسکا بلکہ ذلیل و خوار ہو کر کتّے کی موت مرے۔ بعض مغضوب اقوام اور بعض بداعمال افراد کا تفصیلی حال بیان کر کے اُن کے بعض آثار و نشانات کی طرف بھی توجہ دلائی جو عبرت آموزی کے لیے دنیا میں موجود ہیں۔ پھر قرآن نے اس بات کو بھی نمایاں طور پر ظاہر اور ثابت کر دیا ہے کہ دُنیا میں ہر ایک چھوٹی یا بڑی مصیبت اور تکلیف جو انسان پر آتی ہے وہ اُسی کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چونکہ اس طرح انسان زیادہ متاثر ہو سکتا اور اپنے انجام کو سنوارنے اور اُس پر غور کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے لہٰذا قرآن مجید میں نصیحت گری و رہبری کے اس خاص پہلو پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ خاص مضمون قرآن مجید کے اکثر صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

(۱۴)

بداعمالیوں کے بدنتائج کی طرف توجہ نہ کرنے کے انجام و نتیجہ سے غافل رہنا ہی بُرائی پر قائم رہنے اور اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہونے کا سبب ہوتا ہے لہٰذا قرآن مجید نے بداعمالیوں کے اُن بدنتائج کی طرف جو دُنیا میں ظاہر ہوتے ہیں جس قدر یاد دہانی کی ہے اُس سے بدرجہا زیادہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پانے اور یوم آخر۔ یوم عظیم۔ روز جزا یا قیامت میں زندہ ہو اعمال کا حساب دینے کی

طرف توجہ دلائی ہے۔ اس دنیا میں اسباب و نتائج کے درمیان جو بدیہی تعلق ہر شخص کو نظر آتا ہے اسی کو قرآن مجید نے قیامت اور جنت و دوزخ کے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرا کر روزِ جزا پر ایمان لانے کو ضروری بتایا اور تمام بداعمالیوں کی بنیاد روزِ جزا پر ایمان نہ لانا قرار دیا ہے۔

(۱۵)

روزِ جزا پر ایمان لے آنے اور بداعمالیوں کے بد نتائج کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی ایک ضدی آدمی اپنی بداعمالیوں کو جیز باد کہنے اور اپنی حالت میں تغیر و اصلاح پیدا کرنے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ وہ ان تمام مصائب کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے جو اس دنیا میں انسان پر وارد ہو سکتے ہیں اور جن کا خاتمہ موت پر ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک ضدی مزاج متکبر انسان کے راہِ راست پر لانے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا لہذا قرآن مجید نے دوزخ اور اس کے ناقابل برداشت اور دنیوی ایذاؤں سے کہیں زیادہ الیم و عظیم عذابوں کی طرف بخوبی توجہ دلائی ہے جس کے تصور سے انسان کا اصرار و استکبار پاش پاش۔ ریزہ ریزہ اور اس کا زہرہ پگھل کر آب آب ہو سکتا ہے۔

(۱۶)

تمام باتوں کو سوچتے سمجھتے اور جانتے پہچانتے ہوئے بھی کبھی کبھی انسان اپنی خواہشات نفس کا مغلوب ہو کر اندھا ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض مشہور طبیب اور اعلیٰ درجہ کے ڈاکٹر جو اغذیہ و ادویہ کے خواص سے واقف اور امراض کی ہلاکت آفرینیوں سے باخبر ہوتے ہیں بعض اوقات خود کسی مرض میں مبتلا اور خواہش نفس سے مجبور ہو کر انھیں مضر غذاؤں کو کھا لیتے ہیں جو دوسرے اسی قسم کے مریضوں کو وہ ہرگز نہ کھانے دیتے۔ جو شخص اپنے نفس پر قابو نہ رکھ کر اس کی خواہشات کے آگے آگے بہہ نکلتا ہے اس کے اعمال عقل اور سمجھ کی رہبری سے محروم ہو کر اس کو ہلاکت و نامرادی کی جانب لے جاتے ہیں لہذا قرآن مجید نے اھواء اور خواہشات نفسانی کے اتباع سے بار بار روکا اور طرح طرح سکھایا ہے کہ عقل و دانائی کے خلاف نہ اپنی خواہشات کی پیروی کرو نہ دوسروں کی خلاف عقل خواہشات کو پورا کرو۔

(۱۷)

بعض اوقات انسان مال و دولت کے لالچ یا اپنی روزی فراہم کرنے کی کوشش میں بہت

Marfat.com

سے ایسے کام کر گزرتا ہے جو اُس کی ضمیر کے خلاف ہوتے ہیں۔ نوکر اپنے آقا کی رضا جوئی میں۔ دکاندار اپنے گاہکوں کو خوش کرنے کے لیئے۔ سوداگر اپنے مال کو جلد اور زیادہ نفع پر فروخت کرنے کی غرض سے اپنے عقیدہ کے خلاف کام کرتا اور بسا اوقات بداعمال لوگوں کو بداعمال یقین کرتے ہوئے بھی اُن کی جماعت میں شامل رہتا ہے۔ قرآن مجید نے انسان کی اس کمزوری کا علاج مدنظر رکھکر خدائے تعالیٰ کی صفت رزاقیت کی طرف بار بار توجہ دلاکر روزی کی تنگی و فراخی کو خدائے تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کیا اور مال و دولت کی کمی و زیادتی کو مشیت ایزدی ہی پر منحصر رکھکر انسان کو راستی۔ خیر اور بھلائی کے اعلان پر دلیر اور بے خوف بنا دیا ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ ہر ملک ہر زمانے اور ہر قوم میں مسلسل پائی جاتی ہے کہ ؎

بناداں آں چناں روزی رساند ✤ کہ دانا اندراں حیران بماند

(۱۸)

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کمزور اور ضعیف و ناتواں لوگ طاقتوروں کے خوف سے کسی حقیقت اور کلمۂ خیر کو زبان تک نہیں لاسکتے اور تبلیغ حق سے باز رہ جاتے ہیں۔ قرآن مجید ایسے کمزوروں کے دلوں کو بار بار مضبوط اور طاقتور بنانا اور دلائل سمجھاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیے تمام طاقتوں کا مالک اور تمام طاقتوروں پر قاہر صرف خدائے تعالیٰ ہے۔ حق کے اعلان اور صداقت کی تائید میں کسی بادشاہ۔ کسی لشکر۔ کسی جتھے اور کسی قوم سے ہرگز ہرگز مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ اس مضمون کو قرآن مجید نے جس خوبی۔ بلند آہنگی اور زبردست دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے دُنیا کی کسی دوسری کتاب میں اُس کی مثال نہ ملے گی۔

(۱۹)

شریروں اور بدمعاشوں کی کثرت اور اُن کے سامان جنگ کی افراط قلیل التعداد خواہانِ حق اور بے ساز و سامان داعیانِ حق کو مرعوب کرکے میدان میں نکلنے اور اشرار نابکار کو مقابلہ کے لیے للکارنے سے باز رکھ سکتی ہے لہٰذا قرآن مجید نے ایمان اور بہادری کو لازم و ملزوم ثابت کرکے سمجھایا ہے کہ بداعمال لوگ اور منکرین حق جو اپنی شرارتوں سے باز نہیں رہنا چاہتے وہ فہم و خرد سے بیگانہ اور روزِ قیامت کے منکر ہونے کی وجہ سے بزدل اور مومنوں کی بہ نسبت ہرگز بہادر نہیں

Marfat.com

ہو سکتے لہٰذا اُن کی کثرت تعداد سے قلیل التعداد مومنوں کو مرعوب ہونے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ بزدلی و نامردی کو قرآن مجید نے نہایت قابل ملامت عیب اور شرک کا مترادف قرار دیا ہے۔

(۲۰)

پند و نصیحت کی تمام باتیں اور عقل و دانائی کی طرف متوجہ کرنے کی تمام کوششیں جب بیکار ثابت ہو جاتی ہیں اور شریروں۔ بدمعاشوں اور بداعمال سرکشوں کی شرارتیں امن و امان کو غارت کرکے داعیان حق کے لیے تبلیغ حق کے تمام راستے بند اور عقاید و اعمال کی آزادی کو فنا کر دیتی ہیں تو ایسی حالت میں حق پرستوں اور نوع انسان کے ہمدردوں کا سب سے پہلا کام فساد و بدامنی کے عناصر کو برباد اور بدمعاشوں کو قتل کرکے امن و سکون کی فضا کا پیدا کر دینا ہوتا ہے اور یہ کام ہر ایک عبادت اور ہر ایک نیکی پر فضیلت رکھتا ہے جس سے کسی صاحب عقل و ہوش انسان کو انکار نہیں ہو سکتا چنانچہ قرآن مجید نے اس مضمون کو مفصل اور مدلل طور پر بیان فرما کر قتال فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی زبردست ترغیب دی ہے اور اُن لوگوں کو جو اس سب سے زیادہ ضروری کام میں اپنی جانیں صرف کر دیں سب سے زیادہ کامیاب و بامراد بنایا ہے۔

(۲۱)

میدان جنگ میں ہنگامۂ کارزار برپا کرکے کامیابی حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری وجود ایک ایسے سپہ سالار کا ہے جس کے احکام کی تعمیل بلا چون وچرا کی جائے لہٰذا قرآن مجید نے لوگوں کو اپنے سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کرنے اور عدول حکمی سے بچنے کی تاکید فرما کر فرمانبرداری کی خوبیاں اور نافرمانی کی بُرائیاں مفصل و مدلل طور پر بیان فرمائی ہیں۔

(۲۲)

شریروں، فسادیوں اور بدمعاشوں کے مقابلہ میں سربکف ہو کر میدان میں نکلنے سے اس دُنیوی زندگی کی محبت منع کر سکتی اور عیش و عشرت کی عادت صعوبات جنگ کے برداشت کرنے سے باز رکھ سکتی ہے لہٰذا قرآن مجید نے انسان کو بہادر اور صعوبت کش بننے کی مدلل اور زبردست ترغیب دیکر اس بات کا یقین دلایا ہے کہ ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر اور اس کی زندگی کی مدت محدود اور متعین ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ہر نفس کے بعد انسان میں خطرات کے مقام پر کھڑے

Marfat.com

رہنے اور صفِ قتال سے پیچھے نہ ہٹنے کی استعداد خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲۳)

ماں باپ۔ اولاد۔ بھائی بہن خاندانی بزرگ اور قریبی رشتہ داروں کی محبت جس کو خون کا جوش کہا جاتا ہے انسان کو مجبور کرنے کے لئے بڑی زبردست طاقت ہے اور دُنیا کی ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں ہمیشہ اس زبردست طاقت نے اپنی ہستی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اسی طاقت سے ہمیشہ تقلید جامد اور شرک و گمراہی کی جڑوں کو پانی ملتا رہا ہے۔ قرآن مجید نے ایک طرف تو رشتہ داروں کی محبت اور اُن کے حقوق کو تسلیم کرکے اُن حقوق کی بجا آوری اور فطرت انسانی کی رعایت کو مدِّ نظر رکھا ہے دوسری طرف حق و صداقت۔ توحید باری تعالیٰ اور رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ماں باپ۔ اولاد اور بھائی بہن وغیرہ تمام رشتہ داروں کو ناقابلِ التفات قرار دیکر انسان کو حمایتِ حق کے لیے شمشیرِ برہنہ بنا دیا ہے۔

(۲۴)

شر اور فساد کے مٹانے کی کوشش میں انسان اپنی جان کو معرضِ خطر میں ڈالنے سے اس لیئے بھی باز رہ سکتا ہے کہ جب خود میں ہی نہ ہوا تو شر و فساد کے مٹ جانے اور امن و امان کے دُنیا میں قائم ہونے سے مجھکو کیا نفع پہنچ سکتا ہے لہذا میں اپنی جان گنوا کر شر و فساد کو کیوں مٹاؤں اور خود نقصان اُٹھا کر دوسروں کو کیوں فائدہ پہنچاؤں۔ اس خیالِ خام کی تردید و اصلاح میں قرآن مجید نے معاد جزا اور اُخروی نتائج کی طرف توجہ دلانے کے علاوہ ایثار و قربانی کی حقیقت کے کھولنے اور ایثار کو بہترین اعمال ثابت کرنے میں نہایت مدلل اور موثر طرزِ کلام اختیار فرمایا ہے۔

(۲۵)

شر و فساد کے عنصر کو مغلوب اور ملکی فضا میں امن و امان کی استعداد پیدا کرنے کے بعد امن و امان کے باقی رکھنے اور انسانی معاشرت کو خوشگوار بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ آپس کے تعلقات اور معاملات میں ہر ایک انسان کے حقوق محفوظ ہوں اور کوئی کسی کے مال۔ جان اور عزت کو بیجا نقصان نہ پہنچا سکے لہذا قرآن مجید نے ایک طرف لوگوں کو صلح و انصاف کے قائم رکھنے کی ترغیب دی اور دوسری طرف ایک کامل و مکمل نظامِ سلطنت پیش کرکے انسانی ضروریات کے ہر ایک شعبہ کے لیے اصولی قوانین پیش کر دیئے

Marfat.com

جن سے بہتر قوانین و آئین نہ تجویز کئے جا سکتے ہیں نہ اُن میں کسی قسم کا عیب ابتک ثابت کیا جا سکا ہے۔

(۲۶)

آئین سلطنت اور قوانین حکومت جو امن و امان کے قیام اور نظم سلطنت کے استحکام کا موجب ہیں اُن کے نفاذ۔ نگرانی اور عملدرآمد کے لیے بھی ایک آمر یا امیر یا سلطان کی ضرورت ہے قرآن مجید نے اس کا نام اولو الامر یا خلیفہ تجویز فرما کر اُس کی اطاعت کو لازمی قرار دیا ہے۔

(۲۷)

پُر امن حکومت اور انتظام سلطنت سے بھی جرائم اور بد اعمالیوں کا بکلی انسداد نہیں ہو سکتا لہذا قرآن مجید نے تقویٰ۔ خشیت اللہ۔ دل کی پرہیزگاری اور نیت و ارادہ کی نیکی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ خدائے تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے واقف۔ نیتوں سے آگاہ اور اُن پر عذاب و ثواب مرتب فرماتا ہے۔ قرآن کریم کے اس اہتمام نے گناہوں اور بد اعمالیوں کو بیخ و بن سے فنا کر دینے کا سامان بہم پہنچا دیا ہے۔

(۲۸)

جنت کی نعمتوں اور راحتوں نیز دوزخ کے عذابوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں بکثرت آیا ہے اور اس تذکرہ کا ہونا اس لیے ضروری تھا کہ بُرائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے کرنے کی ترغیب ہو اور اس دُنیا کی راحتوں کا گرویدہ ہو کر انسان آخرت سے غافل اور رضائے الٰہی کے کاموں میں مشغول، مصیبتوں سے بھی جی چرانے کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

(۲۹)

لوگوں میں فساد اور بد امنی پیدا ہونے کے اسباب میں نسلی امتیاز اور قبائلی عصبیت کو ہمیشہ نمایاں درجہ حاصل رہا ہے۔ قرآن مجید نے شعوب و قبائل کے امتیاز کو تسلیم کرتے ہوئے اس امتیاز کے اُس پہلو کو جو باعث فساد ہوتا ہے بالکل فنا کر دیا ہے قرآن مجید کہتا ہے کہ قبائل کا الگ الگ ہونا وہی حیثیت رکھتا ہے جو اشخاص و افراد کے الگ الگ نام رکھے جانے کی حیثیت ہے جس طرح ہر شخص اپنے جُدا جُدا نام سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح قبیلے الگ الگ ناموں سے تعبیر کیے جا سکتے ہیں لیکن محض

کسی قبیلہ یا کسی خاندان سے متعلق ہونے کے سبب کوئی شخص عزت و تکریم کا مستحق نہیں ہو سکتا قرآن کریم نے اعمال نیک کو باعث تکریم قرار دیکر خاندانی اور نسلی تفاخر کی جڑ کاٹ دی اور ترقی کا راستہ ہر انسان کے لیے یکساں کھلا رکھ جس کو طاقتور اور قابو یافتہ لوگ کمزوروں کے لیے ہمیشہ مسدود کرتے چلے آتے تھے۔

(۳۰)

آپس میں کامل اخلاق اور سچی محبت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جبتک کہ ایک شخص دوسرے کے حقوق پر غاصبانہ طور پر قابض ہونے سے پرہیز نہ کرے۔ قرآن مجید نے پہلے ہر شخص کے انسانی و فطری حقوق اس کو دلا کر نااتفاقی اور بغض و کینہ کی جڑ کاٹ دی پھر فرمایا بزدارا اور نیک لوگوں کو آپس میں محبت اور اخلاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور ایک دوسرے کی ہمدردی و نفع رسانی میں سرگرم رہنے کی تاکید فرما کر باخدا انسانوں کے لیے اس دُنیوی زندگی کو بھی جنّتی زندگی بنادیا ہے اور اسی لیے سب کو بھائی بھائی بنا دینے کا ذکر فرما کر اس کو خدائے تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ثابت کیا ہے۔

(۳۱)

آپس کی محبت و ہمدردی کچھ زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتی اگر وہ صرف زبانی جمع خرچ تک محدود ہو لہٰذا قرآن مجید نے بار بار تاکید فرمائی کہ امرا اور صاحب استطاعت لوگ غریبوں اور مفلسوں کی مالی امداد کریں۔ یہ امداد مختلف طریقوں سے ہو سکتی ہے مثلاً کسی کو کچھ عرصہ کے لیے قرض دیکر اس کا رکا ہوا کام چلا دینا اور پھر جب وہ واپس دینے کے قابل ہو جائے تو اپنا دیا ہوا اصل قرضہ واپس لے لینا۔ بھوکے کو کھانا کھلانا۔ مسکین اور یتیم کی ضرورتوں کو پورا کرنا مسافروں کی امداد کرنا۔ غازیوں کے لیے سامان جنگ اور ضروری چیزیں فراہم کر دینا۔ اپنے محسنوں بالخصوص ماں باپ کی خدمت کرنا۔ اپنی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ مرکزی خزانہ میں جمع کرنا تاکہ وہ امیر یا خلیفہ کے زیر اہتمام ایسے ہی کاموں میں خرچ ہو وغیرہ وغیرہ۔

(۳۲)

اتفاق و اتحاد کے قایم اور باقی رکھنے کے لیے اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ آپس کی محبت حاضر و غائب یکساں رہے اس میں کسی فریب اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ ہو لہٰذا جس طرح تمسخر اور بدزبانی

Marfat.com

وغیرہ سے منع کیا اسی طرح غیبت - چغلخوری - بہتان بندی وغیرہ سے قرآن مجید نے بتاکید تمام منع فرمایا اور ان افعال ناشائستہ کی شناعت کو ثابت کر کے ان کے بد نتائج سے ڈرایا ہے -

(۳۳)

صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں اور باخدا لوگوں میں اتفاق و محبت پیدا کرنے اور اس کے قائم رکھنے کی تدبیریں بتاتا ہے بلکہ قرآن مجید بے راہ رو اور غلط کار لوگوں کے ساتھ بھی انسانیت اور شرافت برتاؤ کی تاکید فرماتا ہے - قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ مشرکوں کے معبودان باطلہ کو بھی بدزبانی سے یاد نہ کرو کیونکہ اس طرح وہ مشرک بھی بدزبانی سے پیش آئیں گے اور فساد پیدا ہوگا - بد اعمال لوگوں سے مباحثہ یا مناظرہ کرو تو تہذیب اور شرافت کو ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اُن کے ساتھ ہی نرمی و محبت سے پیش آؤ کہ وہ تمہارے حُسن اخلاق کے گرویدہ ہو کر تمہاری دوستی کے خواہاں بن جائیں - کفار کے ساتھ جو معاہدے کیے گئے ہوں اُن کو پورا کرنا ضروری ہے - پھر حکم دیا کہ اگر تم کو کفار کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہے تب بھی اُن کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ اور خلاف عدل کوئی کام ہرگز نہیں کرنا چاہیے -

(۳۴)

کفار و اشرار کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب سے یہ اندیشہ ہو سکتا تھا کہ جماعت مسلمین کو بھی بعض اوقات اس طرز عمل سے نقصان پہنچ سکتا ہے لہٰذا قرآن مجید نے صاف طور پر یہ بھی بتا دیا کہ کفار و اشرار سے حسن اخلاق برتنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم اُن سے ایسی دوستیاں اور اتحاد قائم کرو جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ سکے بلکہ اگر تم نے کفار و اشرار سے ایسے تعلقات رکھے جن سے مسلمانوں کی جماعت کو نقصان پہنچ سکے تو پھر تم بھی اُنھیں کفار میں شمار کیے جاؤ گے -

(۳۵)

ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں سے بحسن سلوک پیش آنے کی تاکید کے علاوہ شوہر اور بیوی کے تعلقات - خانگی پیچیدگیوں اور معاشرت کی باریک و دقیق گتھیوں کے سلجھانے کے لیے بھی قرآن مجید نے نہایت ہی عاقلانہ اور بیحد نفع رساں ہدایات بیان فرمائی ہیں اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ نزول قرآن سے پیشتر دنیا اس راحت رساں معاشری زندگی سے محروم تھی -

(۳۶)

دُنیا میں انسانوں کی رہبری و ہدایت کے لیے بار بار خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہادی آتے رہے اُن پیغمبروں اور ہادیوں کے بعد اُن کے اُمتی لوگوں نے اصل ہدایت اور اُن کی لائی ہوئی تعلیمات کو فراموش کرکے تقلید آباء کے جذبہ مشئومہ اور نسلی عصبیت کو ترقی دیکر خود اُن ہادیوں ہی میں خدائی صفات اور ما فوق البشریت الٰہی طاقتیں تجویز کیں اور شرک کی گمراہی و ظلمت میں گرفتار ہو گئے قرآن مجید نے اس خطرہ کی روک تھام کا بھی کافی سامان بہم پہنچا دیا اور متعدد مرتبہ آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسان اور بشر رسول ہونے کا اعلان کرکے اُن باتوں کی طرف توجہ دلائی جو دوسرے انسانوں کی طرح آپ میں بھی پائی جاتی تھیں۔

(۳۷)

حضرت خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت اور بشریت کا یقین دلا دینے کے بعد اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں اس حقیقت سے غافل نہ ہو جائیں کہ آنحضرت صلعم تمام جہان کے لوگوں کے لئے معلم۔ مزکی اور امراض روحانی کے طبیب بنکر آئے ہیں اور آپ کی زندگی نوع انسان کے لیے اسوۂ حسنہ اور قابل اقتدا نمونہ ہے لہذا قرآن مجید نے بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ آنحضرت صلعم کا ہر ایک حکم ماننا ضروری اور آپ کا ہر ایک قول و فعل قابل تقلید ہے۔ یعنی قرآن مجید کے اوامر و نواہی کی تعمیل کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کے اوامر و نواہی کی تعمیل بھی از بس ضروری ہے اور آنحضرتؐ کے ارشادات کی فرمانبرداری احکام خداوندی کی فرمانبرداری ہے۔

(۳۸)

خدائے تعالیٰ نے خود آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے اُنکی ذات کے متعلق جو جو حکم دیئے اور آپ کے بعض کاموں میں نکتہ چینی فرما کر جس طرح اصلاح و تربیت فرمائی قرآن مجید میں وہ تمام الفاظ و فقرات بھی موجود و محفوظ ہیں اور یہ ایک نہایت زبردست دلیل اس بات کی ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کی کتاب اور نہایت محفوظ ہدایت نامہ ہے۔

(۳۹)

کلام الٰہی اور سنت نبویؐ (دین اسلام) کی اشاعت و تبلیغ کو قرآن مجید نے نہایت

Marfat.com

ضروری کام شہر اکرمس کے متعلق پُر اثر ترغیبیں اور نہایت مفید اور ضروری ہدایات بیان فرمائیں اور ہر ایک مسلمان کو مبلغ اسلام قرار دینے کے علاوہ ایک ایسی جماعت کا قیام ضروری قرار دیا ہے جس کی زندگی کا خصوصی مقصد تبلیغ و تعلیم ہو۔

(۴۰)

اسی طرح امانت و دیانت۔ صلح جوئی۔ صدق و صفا۔ رضا بالقضا۔ طہارت و پاکیزگی۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ حقوق ہمسایہ۔ سعی و کوشش و صعوبت کشی کی ترغیب اور یاس و ناامیدی کی مذمت وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان سب کی طرف اشارہ کیا جائے تو ایک مستقل ضخیم کتاب تیار ہو جائے لہذا انہیں چند اشارات پر جو تعلیمات قرآنیہ کی نسبت نامکمل طور پر لکھے گئے اکتفا کیا جاتا ہے۔

مضامین قرآنی کی ترتیب

گذشتہ فصل میں بیان کئے ہوئے مضامین و مطالب اور اُن کے سوا اور بھی بہت سے ضروری مقاصد قرآن شریف کے ہر حصہ میں بالکل اسی طرح بکھرے ہوئے ہیں جیسے آسمان پر ستارے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قرآن شریف کے تیس پاروں میں سے ایک پارہ بھی ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں تمام مذکورہ مطالب و مضامین میں سے ہر ایک مقصد و مضمون کی کچھ نہ کچھ آیات موجود نہ ہوں۔ قرآن مجید نے کسی ایک مضمون کو شروع کر کے ایک ہی جگہ ختم اور تمام نہیں کر دیا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جس مضمون کا جو حصہ جہاں بیان ہوا ہے وہ اپنی جگہ کامل اور نفع رساں ہے اور محتاج بالغیر نہیں۔ اگر ایک مضمون ایک ہی جگہ پورا اور تمام ہو جاتا اور قرآن مجید کے دوسرے حصوں میں وہ مضمون نہ پایا جاتا تو اس طرح قرآن مجید کے خاص خاص پارے خاص خاص حیثیتوں کے ہوتے اور ایک پارہ کی تلاوت بعض ضروری باتیں یاد دلاتی تو بعض دوسری ضروری باتوں سے بالکل بے تعلق رہتی حالانکہ قرآن مجید کا ہر ایک پارہ جو روزانہ تلاوت میں آتا ہے تمام ضروری باتیں ہر روز یاد دلا دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص تیس دن میں قرآن مجید کے تیس پارے ختم کرے تو تیس مرتبہ ضروری اور اہم مضامین کے مختلف حصے

زیرِ توجہ آجاتے ہیں۔ جو مضمون جس قدر زیادہ ضروری اور اہم ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر اُسی قدر زیادہ مرتبہ اور زیادہ اہتمام سے کیا گیا ہے جو مضامین جس قدر کم ضروری ہیں اُسی قدر قرآن مجید میں اُن کا ذکر کم آیا ہے۔ جن مضامین پر زیادہ غور و خوض کی ضرورت ہے اُن مضامین کو قرآن مجید نے ایک ہی قسم کے الفاظ میں بار بار بیان فرمایا ہے۔ جن مضامین پر غور و خوض کی زیادہ ضرورت نہیں مگر ہیں وہ ضروری مضامین اُن کو حصص اور الفاظ میں منقسم کرکے متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے۔

جس طرح لوگوں نے آسمان کے ستاروں پر اعتراض کرکے اپنی حماقت کا ثبوت پیش کیا ہے اسی طرح اُنھوں نے قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب پر اعتراض کرکے اپنی بے بصیرتی کا پردہ چاک کیا ہے۔ آج اگر یہ ممکن ہو کہ آسمان کے ایک درجہ کی روشنی والے تارے آسمان کے ایک حصّہ میں اور دوسری قسم کے تارے دوسرے حصّہ میں اور اسی طرح تیسری چوتھی پانچویں وغیرہ اقسام کو آسمان کے جُدا جُدا حصوں میں انسانی ترتیب و اہتمام کے موافق تبدیل کر دیا جائے تو علمِ ہیئت کے جاننے والے جانتے ہیں کہ نہ یہ موجودہ نظامِ شمسی اپنی حالت پر قائم رہ سکتا ہے نہ رات دن کے موجودہ اوقات کا نظام اور موسموں کے تغیر و تبدل کی یہ باقاعدگی برقرار رہ سکتی ہے۔ پس آسمان کے ستاروں کی ترتیب جس طرح ہماری رائے اور تجویز سے بالاتر ہے اسی طرح قرآن مجید کی ترتیب ہماری محدود و ناقص رائے سے بالاتر ہے۔ جس خدا نے آسمان اور ستارے بنائے اُسی خدا نے قرآن مجید نازل کیا۔ جس طرح ریگستان اور سمندر کے سفر اور اندھیری راتوں میں آسمان کے ستاروں سے ہم راستہ معلوم کرتے اور منزل پر پہنچتے ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیتوں سے جہل و گمراہی کی ظلمت میں ہم صراطِ مستقیم کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

تدبّر فی القرآن کے متعلق بعض اشارات

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور ملکِ عرب کے اُس مرکزی شہر (مکّہ) میں سب سے پہلے شائع ہوا جس کو اپنی زبان کی خوبی و فصاحت پر فخر تھا اور اُن فصحا و بلغاءِ عرب (قریش) کو سب سے پہلے سنایا گیا جن کو اپنی فصاحت اللسانی اور فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور ہر ایک غیر عرب کو وہ عجم یعنی گونگا کہتے تھے لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے اُن لوگوں نے

ہتھیار ڈال دیئے اور قرآن مجید کے ابلغ و محکم ادائے بیان کے مقابلہ میں عاجز و درماندہ رہ کر اس کی خوبی کے قائل ہو گئے پس ایسے فصیح و بلیغ کلام کے سمجھنے میں آج اگر ہمکو کوئی دقت پیش آئے یا الفاظ کے مفہوم کو معلوم و متعین کرنے میں کوئی دشواری لاحق ہو تو یقیناً اس کا سبب قرآن کی زبان اور ادائے بیان کا سقم تو ہرگز نہیں کیونکہ اُس کی فصاحت اور قادرالکلامی تو مسلمہ ہے بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے فہم اور ہماری ہی زباندانی کا قصور ہے لہٰذا ہمکو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ہی زبان اور اُس کے محاورات کی تبدیلیوں کے ناگزیر ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن مجید کے کسی لفظ یا محاورہ کا مطلب سمجھنے میں خود قرآن مجید ہی سے لغات و مصطلحات کی کتاب کا بھی کام لینا چاہیے اور قرآن مجید کے دوسرے مقامات سے اُس آیت اور اُس لفظ کے معانی کی تلاش کرنی چاہیے کیونکہ قرآن مجید نے نہایت بلند آہنگی سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[۱] قرآن مجید کا یہ دعویٰ اُس کے سب سے پہلے مخاطبوں میں جو اہل زبان تھے بخوبی شائع ہو کر سب کو مسلم ہو چکا ہے بنابریں یہ غیر ممکن ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات بعض کی تردید کریں یا قرآن مجید کسی چیز کو ایک جگہ اچھا اور دوسری جگہ بُرا بتائے۔

قرآن مجید قیامت تک کے لیے بنی نوع انسان کی رہبری و ہدایت کا کام انجام دینے والا ہدایت نامہ اور تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ و مصئون کتاب ہے۔ نوع انسان کے حالات و ضروریات کی مسلسل تبدیلیاں۔ مختلف ملکوں کی آب و ہوا۔ ضروریات زندگی۔ معاشرت اور تمدن کا اختلاف۔ اقوام و قبائل کا عروج و زوال وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ اس ہدایت نامہ کی اہمیت و ضرورت کو کسی وقت کسی جگہ اور کسی حالت میں بھی کم نہیں کرسکیں اور قرآن مجید آج تک کسی قوم۔ کسی ملک اور کسی زمانہ میں بھی اپنے منصب رہنمائی میں عاجز و درماندہ ثابت نہیں ہوا۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ اس کے اندر بعض آیات ایسی بھی ہوں کہ اپنے مفہوم و مطالب کے اعتبار سے عام نگاہوں میں اُن کا کوئی ایک ایک مفہوم محدود و متعین نہ کیا جاسکے۔ ایسی آیات کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں متشابہات ہے۔ ان متشابہات کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور اُن کا تعلق کسی اصولی عمل۔ اصولی عقیدہ اور اصولی مسئلہ سے

---

[۱] اور اگر یہ قرآن کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو اُس میں بہت سے اختلافات پاتے۔ (النساء۔ رکوع ۱۱)

بھی نہیں ہے۔ اِن آیات سے عموماً فروعی اور ذوقی مسائل متعلق ہوا کرتے ہیں۔ ان کا ہمیشہ غیر متشابہ (محکمات) کے ماتحت رکھنا یعنی محکمات کی روشنی میں ان کے معانی متعین کرنا ازبس ضروری ہے۔ جو متشابہ آیات ہیں جو مذکورہ تغیرات سے پیدا شدہ ضرورتوں کے وقت حسب موقع اور حسب ضرورت مناسب رہبری کرتی رہتی ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا رہتا ہے کہ ایک آیت جو متشابہات میں داخل سمجھی جاتی تھی کسی زمانے میں حالات و واقعات نے اُس کو محکم آیات میں شامل کر دیا یعنی اُس کا مفہوم نہایت روشن اور نمایاں طور پر سب کے سامنے آکر قطعی اور یقینی ہوگیا۔ ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ ایک آیت کسی زمانے میں محکم سمجھی جاتی تھی مگر آئندہ کسی وقت بعض حالات و واقعات نے رونما ہوکر اُس آیت کے متشابہ ہونے کی طرف توجہ دلادی اور وہ متشابہ آیات میں شمار ہونے لگی اسی لیے قرآن مجید نے آیات کی محکم و متشابہ دو قسمیں تو بتا دیں لیکن اُن کی تعداد الگ الگ محدود و متعین نہیں کی۔

قرآن مجید پر جس قدر غور و تدبر کیا جائے جس قدر اُس کو زیادہ پڑھا جائے اُسی قدر زیادہ لطف حاصل ہوتا اور عقل و خرد کو تقویت و روشنی میسر ہوتی ہے لہذا خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید پر غور و تدبر کرتے رہنے کی بار بار تاکید فرمائی اور قرآن مجید کے بار بار پڑھتے رہنے کا حکم دیا اور اس کا نام قرآن یعنی بار بار پڑھے جانے کی قابل کتاب رکھا ہے۔

قرآن مجید کی قریباً ہر زمانے اور ہر اسلامی ملک میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ہر ایک تفسیر جس زمانے اور جس ملک میں لکھی گئی وہ عموماً اُس زمانے اور اُس ملک والوں کے لیے مناسب اور مفید چیز ثابت ہوئی کیونکہ مفسر کے سامنے اپنے ہی ملک اور اپنے ہی زمانے کی ضروریات تھیں اور اُس کے غور و تدبر کا دائرہ انہیں ضروریات کے حسب حال تھا پس جس طرح ہر پیش آمدہ ضرورت کے لیے قرآن مجید پر تدبر کرنا موجب انجاح حاجت ثابت ہوا اسی طرح پیش آئندہ ضرورتوں کے لیے بھی تدبر فی القرآن ہی سے کافی و وافی ہدایت حاصل ہوتی رہے گی۔ خدائے تعالیٰ کی نازل فرمودہ کتاب کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا اور خدائے تعالیٰ کی کتاب کے سوا کوئی دوسری کتاب اس صفت عالیہ سے متصف بھی نہیں ہوسکتی تھی۔

پرانے مفسروں کی لکھی ہوئی تفسیر کی کتابوں اور اُن کے ماخوذ مطالب و معانی کو قرآن مجید کے متن الفاظ کی طرح ناقابل تبدیل سمجھ کر کسی اضافہ یا تغیر کو ناجائز سمجھنا گویا تدبر فی القرآن کے دروازہ کو مقفل کرنا اور خدائے تعالیٰ کی کتاب کے غیر محدود فیض و برکات کو محدود و متعین کرکے لوگوں کو قرآن مجید کی طرف

سے غافل اور بے پرواہ بنا دیتا ہے جو لوگ تقلید آبا کے جذبۂ مشئومہ سے متاثر ہیں وہ اپنے کسی پرانے مولوی یا پیر یا بزرگ کی بیان کردہ تفسیر کے خلاف بلکہ اُس تفسیر سے زاید کوئی ایسی نئی بات جو نئی پیش آمدہ ضرورت کو پورا کرنے والی ہو اور غور و تدبر کے بعد کسی کی سمجھ میں آئی ہو سُننا پسند نہیں کرتے اور اپنے پرانے مفسر کی کسر شان اور بے عزتی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بات قرآن مجید کی مجموعی تعلیم۔ قرآن مجید کی زبان۔ محاورات عرب۔ قرآن مجید کے سیاق عبارت۔ اصول اسلام اور سنّت رسول اللہ کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ قرآن مجید کی شان و عظمت پر دال اور اُس کے کلام الٰہی ہونے کا ایک ثبوت ہوتی ہے۔

قرآن مجید پر فکر و تدبر کرنے میں سب سے زیادہ اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کے سمجھنے میں خود قرآن مجید ہی سے مدد لی جائے۔ پھر سنّت ثابتہ اور احادیث صحیحہ کو پیش نظر رکھا جائے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہوا اور آپؐ ہی کے ذریعہ امت کو پہنچا۔ آپؐ نے جس آیت کا جو مفہوم متعین فرما دیا وہ یقیناً سب سے بہتر اور منشائے الٰہی کے عین موافق ہے جس میں چون و چرا کی مطلق گنجایش نہیں۔ قرآن مجید پر تدبر کرنے اور اُس کے مفہوم و مطالب تک پہنچنے کے لیے اصول تفسیر کی کتابوں میں ضروری ہدایات علما نے نہایت مفصّل اور مدلّل طور پر بیان فرما دی ہیں۔ اور اُنھیں کتابوں میں تفسیر بالرائے کی حقیقت جس کی احادیث میں مذمّت بیان کی گئی ہے تفصیلی طور پر مذکور ہے تفسیر بالرائے اور تدبر فی القرآن کے امتیاز اور حدود فاصل کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اس لطیف نکتہ کا بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی۔ خلفائے راشدین سے بھی پورے قرآن مجید کی تفسیر منقول و مروی نہیں۔ ائمۂ مجتہدین میں سے بھی کسی امام سے پورے قرآن مجید کی تفسیر منقول و مدون اور محفوظ و موجود نہیں۔ فقہ۔ حدیث۔ تصوف۔ علم کلام۔ علم فرائض وغیرہ کے اماموں میں جو امام کسی خاص اسلامی گروہ کے پیشوا و مقتدا اور صاحب جماعت یا صاحب مذہب کہلاتے ہیں اُن میں سے کسی کو بھی قرآن مجید کی پوری تفسیر لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور جن لوگوں نے قرآن مجید کی تفسیریں لکھی ہیں چاہے وہ کیسے ہی محترم اور واجب التکریم کیوں نہوں اُن میں سے کوئی بھی کسی گروہ اور کسی مسلک یا مذہب کا پیشوا و مقتدا نہیں مانا گیا۔ یہ قدرتی اہتمام درحقیقت آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ؀ کی ایک نمایاں صداقت ہے۔ چونکہ خدائے تعالیٰ کو قرآن مجید کی ہر لحاظ اعتبار سے حفاظت منظور تھی لہٰذا اُس نے

Marfat.com

تدبر فی القرآن کی سہولت اور موقع کو کسی وقت ضائع نہیں ہونے دیا۔ مثلاً اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
قرآن مجید کی کوئی ایسی ہی تفسیر لکھ جاتے جیسی امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھ گئے ہیں تو شافعیوں یا
حنفیوں یا سہروردیوں یا چشتیوں میں سے ہر ایک شخص اپنے امام کی لکھی ہوئی تفسیر کے ایک ایک نکتہ کو سراسر
درست و راست اور ناقابل تردید سمجھ کر اور قرآن مجید میں غور و تدبر کرنے سے فارغ و مطمئن ہو کر شاید تدبر
فی القرآن کو گناہ عظیم قرار دیتا اور اس طرح اپنے امام کی لکھی ہوئی تفسیر کے مقابلہ میں قرآن مجید ان لوگوں کی
نگاہ میں ایک غیر ضروری اور ناقابل التفات چیز ہو کر رہ جاتا۔ فتدبروا۔

باب ہشتم

قرآن اور تفسیر قرآن

قرآن ہر انسان کے لیے آسان کتاب ہے

مسلمانوں میں جس طرح اور بہت سے غلط اور غیر اسلامی عقیدے اسلامی جامہ پہنکر داخل ہو گئے ہیں اسی طرح ایک یہ خیال نہ صرف جاہلوں بلکہ اکثر پڑھے لکھے اور عالم کہلانے والے لوگوں میں بھی شایع ہو کر راسخ ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کا سمجھنا یعنی عربی زبان جانتے اور قرآن مجید کے الفاظ کا مفہوم سمجھتے ہوئے بھی آیات قرآنی کے مطالب سے واقف ہو کر قرآن مجید سے فائدہ اٹھانا بیحد دشوار بلکہ غیر ممکن ہے اور کوئی بہت ہی بڑا جید عالم جو تمام بڑی بڑی تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکا ہو مشکل ہی سے کسی آیت کے صحیح مفہوم سے آشنا ہو سکتا ہے۔ متوسط درجے کے مولوی یا کسی علم پڑھے لکھے شخص کا کیا حوصلہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب سمجھ سکے اور کسی عقیدہ کی تائید یا تردید میں کوئی آیت پیش کر سکے۔ اس غلط اور گمراہ کن عقیدہ کی ہمہ گیری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب لوگوں کو کسی مسئلہ کی نسبت تحقیق کرتے ہوئے قرآن مجید کی کسی آیت کے تلاش کرنے کا خیال نہیں آتا۔ ہندوستان کے کئی شہروں میں ایسے مذہبی ادارات قایم ہیں جہاں روزانہ بکثرت استفتے آتے اور ان پر فتوے لکھے جاتے ہیں۔ ان ہزار ہا فتووں میں جو ہر مہینے مفتیوں کے قلم سے صادر ہوتے ہیں بمشکل کوئی ایک یا دو فتوے تلاش کیے جا سکتے ہیں جن میں قرآن مجید کی کسی آیت کا کوئی حوالہ موجود ہو ورنہ عام طور پر فقہی کتابوں کے حوالوں پر فتووں کی بنیاد قایم کی جاتی ہے۔ گویا ان کتابوں ہی کو قرآن مجید کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا حکم تھا کہ اللہ اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو لیکن اگر کسی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو پھر صرف اللہ اور رسول سے فیصلہ کراؤ یعنی قرآن و حدیث کو حَکَم بناؤ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء۔ رکوع ۸) یہ بات

Marfat.com

آج کل کسی سے پوشیدہ نہیں کہ کسی اختلافی مسئلہ کی نسبت اگر مفتیوں سے فتوے حاصل کیا جاتا ہے تو اُس فتوے میں کنز۔ قدوری۔ عالمگیری وغیرہ کے حوالے اور الفاظ تو موجود ہوتے ہیں لیکن نہیں ہوتا تو قرآن وحدیث ہی کا کوئی حوالہ اور تذکرہ نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ نجیب آباد کی جامع مسجد میں نماز عشاء کے وقت کسی شخص نے دوسرے نمازیوں کی موجودگی میں مجھ سے کوئی بات دریافت کی میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھکر سنا دی اور ایک حدیث (جس کے الفاظ مجھکو صحیح طور پر یاد نہ تھے) کا مفہوم اپنے الفاظ میں پیش کر دیا۔ دوسرے روز اتفاقاً کسی نے پھر کوئی بات دریافت کی اور میں نے اُس روز بھی اسی طرح جواب دیا۔ تیسرے روز اُن نمازیوں میں سے ایک دوست میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ فلاں صاحب تیری نسبت یہ خیال ظاہر کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اُن کا خیال صحیح ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مجھکو اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ وہ فرمانے لگے کہ اُن کے بدعقیدہ ہونے کا سبب سُننے کے قابل ہے۔ میں نے کہا فرمائیے۔ انھوں نے فرمایا کہ گذشتہ دو روز تجھ سے مسجد میں بعض باتیں پوچھی گئیں اور تو نے دونوں مرتبہ قرآن اور حدیث کے حوالوں سے جواب دیا۔ بس یہی چیز اُن کو زیادہ ناگوار گذری چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہر ایک بات کے جواب میں قرآن اور حدیث ہی کو لے بیٹھنا اور کسی امام یا کسی فقہ کی کتاب یا کسی بڑے بوڑھے پرانے مولوی کے قول کا حوالہ نہ دینا بڑی معیوب بات اور انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں مفتی نہیں ہوں جو کچھ مجھکو معلوم تھا معمولی طور پر جواباً عرض کر دیا تھا۔ انھوں نے غلطی سے مجھکو مفتی سمجھ لیا ہے۔

جو لوگ قرآن مجید کو پڑھ اور سمجھ ہی نہیں سکتے وہ تو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو پڑھنے اور سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اُنھوں نے یہ کہکر کہ قرآن مجید کو ائمہ مجتہدین اور پرانے مفسرین ہی خوب سمجھ سکتے تھے اور اُن بزرگوں کی سمجھی ہوئی باتوں میں کوئی اضافہ یا ترمیم مقبول نہیں تدبر فی القرآن ہی سے عملاً انکار اور رائے و قیاس کے ذریعہ ترتیب دیئے ہوئے فتوؤں کے مقابلہ میں قرآن مجید کو معناً بیکار قرار دیدیا اور اس طرح امت مسلمہ نے قرآن مجید سے دوری و مہجوری اختیار کر لی۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا — اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ٥ (الفرقان - رکوع ۳) — الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب میری امت نے اس قرآن کو مہجور (اپنے آپ سے دور کیا ہوا) قرار دے لیا۔

خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں خود قرآن مجید کی نسبت فرماتا ہے کہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ (سورۃ القمر - رکوع ۱) — اور ہم نے قرآن مجید کو لوگوں کے نصیحت حاصل کرنے کے لیئے بہت ہی آسان کر دیا ہے پس کوئی ہے جو نصیحت یاب ہو۔

سورۂ قمر میں اس آیت کو صرف ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اور بغرض تاکید تکرار فرمایا۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ٥ (سورۂ مریم - رکوع ۶) — پس اے رسول ہم نے اس قرآن کو تیری زبان یعنی عربی زبان میں اس لیئے آسان کر دیا ہے کہ تو اس قرآن کے ذریعہ متقی لوگوں کو خوشخبری سنائے اور جھگڑالو لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ٥ (زمر - رکوع ۳) — اور ہم نے لوگوں کے سمجھنے کے لیئے اس قرآن میں تمام اقسام کی مثالیں بیان فرما دی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں یہ قرآن صاف اور سیدھی عربی زبان میں ہے اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں تاکہ لوگ اس کو سمجھ کر خدا سے ڈریں۔

اسی طرح اور بھی بہت سی آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے بلا اشتباہ ثابت ہے کہ جو شخص سمجھنے کی کوشش کرے اس کے لیے قرآن مجید کا سمجھنا دشوار نہیں بلکہ بہت ہی آسان ہے اور اسی لیے خدائے تعالیٰ نے ہر شخص کو قرآن مجید میں تدبر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ (سورۂ عنکبوت - رکوع ۷)

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید فرماتے ہیں

حضرت سیدنا و مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں کیا خوب فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے ہمکو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہمکو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف و صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں چنانچہ سورۂ بقر میں فرمایا وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ (بقرہ رکوع ۱۲) (اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیرے باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو بے حکم (نافرمان) لوگ ہیں) یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا مشکل ہے اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے۔ سو اس لیئے جو لوگ بے حکم ہیں وہ اُن سے انکار کرتے ہیں اور اللہ و رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کیونکہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (اور اللہ وہ ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بیشک تھے وہ پہلے سے صریح گمراہی میں) یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اُس نے ایسا رسول بھیجا کہ اُس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر۔ سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور اُن کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اُس نے اس آیت کا انکار کیا ہے اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھکر عالم ہو جاتے

ہیں اور گمراہ لوگ اُن کی راہ چلکر بزرگ بنجاتے ہیں۔ اس بات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار پھر کوئی شخص اُس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جاؤ اور اُس کا علاج کرا اور وہ بیمار یہ جواب دے کہ اُس کے پاس جانا اور اُس سے علاج کرانا تو بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ مَیں سخت بیمار ہوں سو وہ بیمار احمق ہے اور اُس حکیم کی حکمت کا انکار کرتا ہے اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے۔ جو تندرستوں ہی کا علاج کرے اور انھیں کو اُس کی دوا سے فائدہ ہو اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کا ہے کا۔

غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اُس کو اللہ و رسول کا کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیے اور جو بہت گنہگار ہو اُس کو اللہ و رسول کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہیے سو یہ ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اُسی کو سمجھیں اور اُسی پر چلیں اور اُسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں" انتہی کلامہ۔

تفسیریں کس طرح لکھی گئیں

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں قرآن مجید کو لوگ پڑھتے۔ سمجھتے اور نصیحت یاب ہوتے رہے قرآن مجید کے بعض بعض الفاظ یا بعض آیات کے متعلق کسیقدر تشریحی جملے بھی حسب ضرورت قرآن شریف پڑھاتے وقت شاگردوں کو زبانی سُنا دیئے جاتے تھے لیکن اُن لوگوں کو نہ کسی مرتب و مدون تفسیر کی ضرورت پیش آئی نہ کوئی تفسیر لکھی گئی۔ صحابۂ کرامؓ میں اس قسم کے تشریحی الفاظ یا تشریحی جملے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ فرمائے لیکن نہ انھوں نے اُن تشریحی یا تفسیری جملوں کو لکھا نہ اُن کے زمانہ میں اُن کا کوئی شاگرد اُن لفظوں اور جملوں کو قید تحریر میں لایا۔ تابعین کو بھی قرآن مجید کے ساتھ کسی تفسیر کی کوئی ضرورت پیش نہ آئی تبع تابعین کے زمانہ میں جبکہ عجمی نومسلموں کی کثرت ہوگئی تھی اور عربی زبان نہ جاننے والی قومیں اسلام میں بہت زیادہ داخل ہونے لگیں جو عربی تمدن۔ عربی معاشرت۔ عربی ادائے بیان۔ عربی استعارات۔ عربی ضرب الامثال اور قریشی خصائل سے ناواقف تھیں تو تعلیم قرآن کے لئے مذکورہ تفسیری جملوں میں اور زیادہ وسعت ضروری سمجھی گئی اور ان کو کتابوں اور

Marfat.com

یادداشتوں کی صورت میں لوگوں نے لکھنا شروع کیا اور ان کتابوں اور یادداشتوں کا مرتب و مدون کرنا ایک مستقل فن قرار پایا جس کا نام تفسیر القرآن رکھا گیا۔ قرآن مجید کی ان تفسیروں کے لکھنے والے ابتدائی مفسروں میں روح بن عبادہؒ۔ وکیع بن جراحؒ۔ سفیان بن عیینہؒ۔ ابی بکر بن ابی شیبہؒ۔ اسحٰق بن راہویہؒ وغیرہ قابل تذکرہ ہیں لیکن ان لوگوں کی تفسیریں یا یوں کہیے کہ تفسیری یادداشتیں نہایت مختصر اور حجم یا ضخامت میں قرآن مجید سے ہرگز زیادہ نہ تھیں۔ تابعین کے ان شاگردوں نے اپنے اُستادوں کے اقوال اور صحابہ کرامؓ سے مروی روایتیں خاص خاص آیتوں کی نسبت لکھی تھیں۔ ان روایتوں میں سب سے زیادہ روایتیں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی تھیں جو اُن کے تلامذہ مجاہدؒ۔ سعیدؒ۔ طاؤسؒ۔ عکرمہؒ۔ عطاؒ وغیرہ کے ذریعہ سُنی گئی تھیں۔ اس قسم کی تفاسیر نہایت ضروری تھیں اور اُن سے قرآن مجید کے سمجھنے اور اُس پر تدبر کرنے میں بڑی مدد ملی۔
لیکن جب نسلی و خاندانی عصبیت کی لعنت نے بیدار ہو کر بہت سے ملحدوں کو اسلام کے چشمۂ صافی میں کدورت پیدا کرنے کا موقع دیا اور انواع و اقسام کے الحادی فرقے پیدا ہوئے اور شریر لوگوں نے جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر آنحضرت صلعم سے منسوب کرنے کی ملعون حرکت شروع کی تو اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات کے متعلق بھی بہت سی تفسیری روایتیں وضع کر کے حضرت ابن عباسؓ سے منسوب کر دی گئیں۔ اور اس طرح فہم قرآن سے لوگوں کو جُدا رکھنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ کچھ مدت بعد مفسرین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی کہ اُس نے تفسیری جملوں اور تشریحی عبارتوں کی اسناد کو ترک کر کے ہر کس و ناکس کے اقوال کو بلا اسناد درج کرنا اور تفسیروں کی ضخامت کو بڑھانا شروع کر دیا۔ جس کسی نے جو بات کسی سے سُنی وہی اپنی تفسیر میں درج کر دی۔ اس طرح تفسیری کتابیں جھوٹی اور سچی۔ غلط اور صحیح باتوں کا ملغوبہ بن گئیں اور صحیح بات کا غلط بات سے امتیاز کرنا دشوار ہو گیا۔ ان مفسرین کے بعد کی نسل نے آباؤ اسلاف پرستی کے جذبہ سے متاثر ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ ہمارے بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے خوب جانچ پڑتال کے بعد ہی لکھا ہوگا اور اُن سے غلطی ہرگز نہیں ہو سکتی تھی ان تفسیروں ہی کو مدار ثبوت اور سند گردان کر ان تفسیروں میں لکھی ہوئی ہر ایک بات کو صحیح یقین کر کے اُس کے صحیح ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی اور دلائل کی فراہمی میں مصروف ہو گئے۔ اس طرح آباء پرستی کی لعنت اور اکابر پرستی کی نحوست نے ان تفسیروں میں

اُٹھاکر قرآن مجید کی طرف سے لوگوں کو بالکل غافل اور بے پروا کر دیا۔ اس کے بعد متاخرین میں ایسے مفسر پیدا ہونے شروع ہو گئے کہ اُنھوں نے قرآن مجید کے اصل مقصد ہدایت اور تہذیب نفس انسانی کو بالکل فراموش کر کے اپنے اپنے ذوق کی موافق آیات قرآنی کو عجیب عجیب باتوں پر محمول کرنا شروع کر دیا چنانچہ ان تفسیروں میں بعض ایسی تفسیریں موجود ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے سارے کا سارا قرآن علم نحو کی تعلیم وتکمیل کے لیئے نازل کیا ہے اور اس سے بڑھکر کوئی دوسرا مقصد نزول قرآن کا نہ تھا۔ بعض تفسیروں میں شروع سے لیکر آخر تک ہزارہا عجیب وغریب کہانیاں اور قصے موجود ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی ہر ایک آیت ایک حکایت یا کہانی کا عنوان ہے۔ بعض مفسروں نے سارے کے سارے قرآن مجید کو اپنے امام کے مخصوص فقہی مذہب کی تائید کے لیے ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی گویا یہی ایک غرض تھی کہ وہ اُن امام صاحب کے قیاس اور رائے کی تائید کر کے اُس کو درست ثابت کر دے۔ بعض مفسروں نے اپنی تفسیروں میں فلاسفہ اور حکمائے یونان کے اقوال کا انبار فراہم کر دیا۔ بعض نے ساری طاقت اسی کوشش میں صرف کر دی ہے کہ ہر آیت کے ذیل میں کوئی عجیب وغریب اور حیرت انگیز بات ضرور ہی درج ہو۔ غرضکہ تفسیر القرآن کو بازیچۂ اطفال بنانے میں کوئی تامل نہیں کیا گیا۔ سب سے زیادہ قابل تعریف اور مستحق تحسین وآفرین وہ مفسر سمجھا جاتا ہے جس کی تفسیر سب سے زیادہ ضخیم اور جسیم ہو۔ بعض تفسیریں کئی کئی سو جلدوں تک جا پہنچ گئی ہیں اور اُن کے لکھنے والوں کی سب سے بڑی خوبی یہی قرار دی جاتی ہے کہ اُنھوں نے اتنی بڑی تفسیر لکھی کہ جس کا اول سے آخر تک ایک مرتبہ مطالعہ دس برس میں بھی ختم نہ ہو سکے۔ خدائے تعالیٰ تو قرآن مجید کی نسبت فرماتا ہے کہ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ حٰمٓ سجدہ۔ رکوع ۱۔ (کتاب یعنی قرآن مجید کی آیتیں سمجھدار لوگوں کے لیے عربی زبان میں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں) لیکن ہمارے مفسروں نے ان مفصل آیات قرآنی کی تفصیل وتشریح میں وہ کمال دکھایا کہ قرآن مجید نقطوں سے ادجھل اور تفسیر القرآن کا کوہ ہمالہ قرآن مجید کی جگہ قائم واستوار ہو گیا۔ اکثر تفسیریں ایسی نظر آتی ہیں کہ اُن میں اور سب کچھ موجود مگر صرف قرآن کی تفسیر ہی مفقود ہے۔ جب تفسیر القرآن کے نام سے ہزارہا

کتابیں تیار ہو گئیں تو پھر ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنھوں نے حواشی کے نام سے ان تفسیروں کی تفسیریں لکھنی شروع کر دیں جیسا کہ ملا عوض نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ چالیس جلدوں میں لکھا۔

حکایت کئی سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھ سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ اُردو زبان میں قرآن مجید کا سب سے اچھا ترجمہ کونسا ہے میں نے کہا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ۔ فرمانے لگے کہ تو نے مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی نذیر احمد۔ مرزا حیرت۔ مولوی فتح محمد خاں جالندھری۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولانا شاہ عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی۔ مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی وغیرہ کے لکھے ہوئے اُردو ترجمے میں نے دیکھے ہیں جن سب کی زبان شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ کی نسبت زیادہ صحیح اور سلیس ہے لیکن میں شاہ رفیع الدین صاحب ہی کے لفظی ترجمہ کو سب سے زیادہ نفع رساں یقین کرتا ہوں۔ پھر اُنھوں نے دریافت کیا کہ اُردو تفسیروں میں سب سے بہتر کونسی تفسیر ہے میں نے کہا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موضح القرآن۔ اُن کو معلوم تھا کہ میرے پاس نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم مغفور کی اُردو تفسیر ترجمان القرآن بھی موجود ہے۔ فرمانے لگے کہ کیا موضح القرآن کو تو ترجمان القرآن سے بھی بہتر سمجھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں موضح القرآن کو ترجمان القرآن پر فضیلت حاصل ہے اور اگر کوئی ایسی تفسیر ہو جو موضح القرآن سے بھی زیادہ مختصر ہو تو میں اُس کو موضح القرآن سے بہتر سمجھونگا۔ فرمانے لگے کہ کیا صرف مختصر ہونے کی وجہ سے بہتر سمجھیگا میں نے کہا ہاں اُسکا مختصر ہونا ہی ایسی خوبی ہوگی کہ میں اُسکو دوسری بڑی بڑی تفسیروں کے مقابلہ میں بہتر تسلیم کرونگا کیونکہ تفسیر جس قدر زیادہ ضخیم اور طویل ہوگی اُسی قدر قرآن مجید سے زیادہ دور کر دے گی اور جس قدر مختصر ہوگی قرآن مجید سے قریب تر رکھے گی اور قرآن مجید جس قدر ہم سے قریب ہوگا اُسی قدر ہمکو بہکنے اور غلط راستہ اختیار کرنے سے بچائے گا۔

غلطی سے لوگوں نے تفسیروں کی طولانی داستانوں کے مطالعہ کرنے کو تدبر فی القرآن سمجھ رکھا ہے حالانکہ تفسیروں کا مطالعہ کرتے وقت وہ مفسر کے مقلد و محمول ہوتے اور ایک آیت کی تفسیر مطالعہ کرتے وقت خود قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے روشنی حاصل کرنے اور اپنے فہم و تدبر کو کام میں لانے کا مطلق موقع نہیں پاتے۔ قرآن مجید میں تدبر کرتے وقت نحو کی کوئی معمولی اور نہایت سلیس کتاب۔ مفردات راغب۔ نجوم الفرقان۔ حدیث کی کسی کتاب کے ابواب تفسیر القرآن

Marfat.com

موجود ہوں اور روزانہ بلاناغہ قرآن کی منزل تلاوت کرنے اور ہر مشکل کے وقت خدائے تعالیٰ سے دعا مانگنے اور مدد طلب کرنے کی عادت ہو تو پھر بہت ہی کم کسی تفسیر کی ضرورت پیش آ سکتی ہے اور قرآن مجید سے بہت کچھ وہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کے لیے قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس سے پہلے بھی اسی کتاب کے کسی باب میں اس قسم کے اشارات درج ہو چکے ہیں۔

تفسیروں میں اسرائیلیات کی کثرت

آج کل آیات قرآنی کی تفسیر و تشریح جب واعظوں کی زبان سے سننے یا وعظ و تذکیر کی کتابوں اور رسالوں میں مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہیع اللاطائل اور معمار کار حکایات و اسرائیلیات کا ایک دفتر سامنے کھل جاتا ہے۔ ان اسرائیلیات کو مزے لے لے کر سنایا جاتا۔ مزے لے لے کر سنا جاتا اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے واعظوں نے مسلمانوں کو قرآن مجید کی آیات کے مطالب اس طرح سنائے کہ قرآن مجید سے دوری و مہجوری اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ یہودی و نصرانی نومسلموں نے اسلام میں داخل اور علمائے اسلام میں شامل ہو کر جب تفسیریں لکھنی شروع کیں تو نیک نیتی سے نادانستہ یا بدنیتی سے دانستہ طور پر اس بات کی کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو طالمود کی روایتوں۔ اسرائیلی انبیاء اور اسرائیلی اقوام سے تعلق رکھنے والی جھوٹی سچی کہانیوں کو قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت پر ضرور چسپاں کر دیں۔ ان اسرائیلیات کا دفتر بے مینے گا ؤ خورد ہو کر معدوم ہو چکا تھا لیکن قرآن مجید کی مذکورہ تفسیروں میں داخل ہو کر وہ مرا ہوا سانپ آج تک مسلمانوں کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے اور ناعاقبت اندیش مولویوں یعنی عالم نما جاہلوں نے ان اسرائیلیات کو کلام الٰہی کا مرتبہ دیکر خود قرآن مجید ہی کو شرکیہ عقاید کا مؤید ظاہر کرنے اور آیات قرآنی کے غلط معانی متعین کر کے شرک و بدعت کی تائید میں پیش کرنے کی حرکت مذمومہ سے مطلق پرہیز نہیں کیا ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند + سعدی از دست خویشتن فریاد

قرآن مجید اور دنیوی عروج و زوال

دُنیا عام طور پر لفظ دُنیا کے مفہوم میں انسان کی موجودہ زندگی اور اس موجود و مشہود عالم کی ہر ایک وہ چیز شامل سمجھی جاتی ہے جس سے انسان اس موجودہ زندگی میں متمتع ہوتا یا ہو سکتا ہے یا کسی قسم کا

Marfat.com

تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً زمین۔ باغات۔ اموال و زر۔ اسباب و عمارات۔ زن و فرزند۔ فوج و لشکر۔ حکومت و سلطنت۔ لباس و زینت۔ حُسن صورت۔ جسمانی قوت۔ ماکولات و مشروبات۔ سیر و سفر۔ گھوڑے۔ گاڑیاں اور مختلف اقسام کی سواریاں۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت و حرفت وغیرہ اور ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار میں لفظ دُنیا انھیں معانی میں استعمال ہوا ہے اور قرآن مجید میں حسنات دُنیا کے حاصل کرنے کی ترغیب موجود ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ (ص۔ رکوع۔ ۳)	سلیمانؑ نے دعا مانگی کہ اے میرے رب میری مغفرت فرما اور مجھکو ایسی سلطنت عطا کر میرے بعد کسی دوسرے کو ایسی سلطنت نہ مل سکے اور اے خدا تُو تو بڑا بخشش فرمانے والا ہے چنانچہ ہم نے ہوا کو اُس کا مسخر بنا دیا جہاں وہ پہنچنا چاہتا اُس کے حسب منشار اُدھر ہی کو نرمی سے چلتی اور معمار و غوطہ خور شیاطین کو بھی اُس کا محکوم بنا دیا علاوہ ازیں کچھ ایسے سرکش بھی تھے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے مقید تھے۔
وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ (النمل۔ رکوع ۲)	اور سلیمانؑ کے روبرو اُن کے لشکر جو جنوں، آدمیوں اور پرندوں پر مشتمل تھے جمع کرکے پیش کیے جاتے تھے۔
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ (ص۔ رکوع ۲)	ہمارے بندے داؤدؑ کے حالات پر غور کرو جو صاحب قوت تھا۔
وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ (ص۔ رکوع ۲)	اور ہم نے داؤدؑ کی سلطنت کو بہت مضبوط بنا دیا تھا اور اُس کو حکمت اور بحث طلب امور میں فیصلہ کرنے کی قابلیت عطا کی تھی۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (الاعراف ۔ رکوع ۱۲)

اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور متقی بنجاتے تو ہم اُن پر برکات کے دروازے آسمان کی طرف سے بھی اور زمین کی طرف سے بھی کھولدیتے لیکن اُنھوں نے تو ہمارے رسولوں کی تکذیب کی لہذا ہم نے اُن کو اُن کی اس بداعمالی کے سبب سزا دی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ (المائدہ ۔ رکوع ۹)

اور اگر یہ اہل کتاب توریت و انجیل اور اُن تمام ہدایت ناموں کو جو اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئے قایم رکھتے یعنی ہدایات خداوندی پر عامل رہتے تو وہ ضرور فوق و تحت ہر سمت سے رزق پاتے اور کھاتے اُن میں ایک گروہ تو میانہ رو ہے اور اُن میں سے اکثر بداعمال ہیں۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال ۔ رکوع ۸)

اور مسلمانو! کفار کے مقابلہ کے لیے جہاں تک تم سے ممکن ہو قوت کے ذریعہ اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے ہر قسم کا ساز و سامان تیار رکھو تاکہ خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اپنی اس تیاری سے ڈر بٹھائے رہو۔

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص ۔ رکوع ۸)

خدا نے جو کچھ تجھ کو دے رکھا ہے اُسمیں آخرت کے گھر کا بھی فکر کر اور دنیا میں سے اپنے حصہ کو فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہی تو دوسروں کے ساتھ احسان کر۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا

خدائے تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بھی بجا لائے

اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور۔ رکوع ۷)	اُن کو غیر قوموں کی سلطنت و حکومت عطا کریگا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو حکومت و سلطنت عطا کی تھی۔
وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى (الضحٰی)	اور اے رسول تجھکو تیرے رب نے مفلس پایا تو پھر غنی کر دیا۔
قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (یوسف۔ رکوع ۷)	یوسفؑ نے بادشاہ مصر سے کہا کہ مجھکو ملک کے خزانہ پر تعین فرما دیجیے (یعنی وزیر خزانہ بنا دیجیے) کیونکہ میں خزانہ کی حفاظت اور اس کام سے واقفیت رکھتا ہوں اور اس طرح ہم نے یوسف کو ملک مصر میں جگہ عطا کی کہ وہ آزادانہ جہاں چاہیں قیام کریں ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

یہودیوں پر ذلت و مسکنت کے طاری ہونے۔ فرعون اور فرعونیوں کے غرق اور اپنے خزانوں باغوں اور مکانوں سے بیدخل ہونے۔ بنی اسرائیل کو ارض مقدس کی حکومت کا وعدہ ملنے۔ نافرمان و سرکش قوموں کے تباہ و برباد ہونے کے حالات جو قرآن مجید میں بالتفصیل موجود ہیں اُن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کا تنگ ہو جانا اور دُنیوی سامانوں کا چھن جانا خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک سزا اور عذاب ہے جس میں نافرمانوں اور سرکش لوگوں کو مبتلا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ نے اعمال نیک کے نتیجے میں دُنیوی سامانوں کی فراہمی و افراط کا بھی تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ نیز انفاق فی سبیل اللہ کے حسن عمل کی توفیق پانا بھی مال و دولت اور دُنیوی سامانوں کی موجودگی پر منحصر ہے۔ لیکن دوسری طرف قرآن مجید میں دُنیا اور دُنیوی سامانوں کی مذمت و تحقیر بھی موجود پائی جاتی ہے۔ مثلاً

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝ (طٰہٰ۔ رکوع ۸)	اور اے رسول ہم نے جو ان لوگوں میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو اس دُنیوی زندگی کی زیب

	زینت کے سامان فائدہ اُٹھانے کے لیے دے رکھے ہیں تو اُن کی طرف للچائی ہوئی نظریں نہ ڈال۔
وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ (الھمزۃ)	تباہی ہے ہر ایک عیب جو چغلخور کے لیے جس نے مال جمع کیا اور اُس کو گن گن کر رکھا اور یہ سمجھا کہ یہ مال اُس کے لیے ہمیشہ رہے گا۔
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ (انعام۔ رکوع ۴)	اور اس دُنیا کی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں اور یقیناً متقیوں کے لیے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (آل عمران۔ رکوع ۲)	لوگوں کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتوں۔ بیٹوں۔ چاندی سونے کے بڑے بڑے ڈھیروں۔ اعلیٰ درجہ کے گھوڑوں مویشیوں اور کھیتی کے ذریعہ اپنی خواہشات کو پورا کریں حالانکہ یہ دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ ہے اور بہترین ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہے۔
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ (شوریٰ۔ رکوع ۳)	جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواہاں ہو تو ہم اُس کی کھیتی میں اضافہ کر دینگے اور جو شخص دُنیا کی کھیتی کا خواہاں ہو تو ہم اُس کو دنیا میں سے کچھ عطا کر دینگے لیکن پھر آخرت میں اُسکا کچھ حصّہ نہ ہوگا۔
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۲۶)	کافروں کی نگاہ میں یہ دُنیا کی زندگی دل پسند ہے لہٰذا وہ مومنوں کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں حالانکہ متقی لوگ قیامت کے دن ان کافروں پر فائق اور اعلیٰ مقام پر ہونگے اور اللہ جس کو چاہتا ہے

Marfat.com

بے حساب روزی دیتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود۔ رکوع ۲)	جو لوگ دُنیا کی زندگی اور اُس کی زیب و زینت کے خواہاں ہیں ہم اُن کے اعمال کا پورا پورا معاوضہ اسی دُنیا میں دے دیتے ہیں اور دُنیا میں اُن کو کچھ گھاٹا نہیں ہوتا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ آخرت میں ان کے لیے سوائے دوزخ کے اور کچھ نہ ہوگا اور اُن کے اعمال اکارت اور جو کچھ اُنھوں نے کیا سب باطل۔

اعتراض کا جواب اور لفظ دُنیا کا صحیح مفہوم

مذکورہ بالا دونوں قسم کی آیات میں بعض لوگوں کو توافق و تطابق پیدا کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید ایک طرف دُنیا اور دُنیا کے سامانوں کو بے حقیقت و مذموم قرار دیتا اور دوسری طرف دُنیا اور دُنیوی زندگی کی راحت رساں چیزوں کو منعم الٰہی بتا کر اُن کے حصول و وصول کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ خدشہ قرآن مجید میں غور و تدبر نہ کرنے اور لفظ دنیا کا اصل مطلب نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔

قرآن مجید اس دُنیوی محدود زندگی اور مرنے کے بعد دوسری الی غیر النہایت زندگی دونوں میں انسان کو کامیاب و مقصد ور اور خوش حال و مفلح بننے کی تدابیر سکھاتا ہے۔ اُخروی غیر محدود زندگی کے مقابلہ میں یہ دُنیوی محدود زندگی یقیناً بہت ہی کم حیثیت اور بے حقیقت نظر آتی ہے اور اسی لیے بعض دوسرے مذاہب نے دُنیوی راحتوں کے حاصل کرنے سے لوگوں کو روکا اور اس دُنیوی زندگی کے ہر ایک راحت رساں سامان کو اُس دوسری وسیع زندگی کی راحت کے لیے رُکاوٹ قرار دیا ہے چنانچہ بودھ مذہب کی نفس کشی۔ بعض ہندو فرقوں کا ترک علائق دنیوی کو حسن عمل قرار دینا۔ عیسائیت کی رہبانیت اور خود مسلمان کہلانے والے بعض لوگوں کی چلہ کشیاں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن قرآن مجید ہرگز ہرگز اس عقیدہ کا موید نہیں۔ قرآن مجید اپنے پیرو کو اس دُنیا میں بھی کامیاب و معزز و برتر و فرمانبردار رکھنا اور آخرت میں بھی انتہائی عیش و راحت کے مقام میں پہنچانا چاہتا ہے۔ لیکن قرآن مجید اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کرتا کہ یہ دُنیوی زندگی اُس اُخروی زندگی کے مقابلے

Marfat.com

میں کم حیثیت اور آخرت کے مقابلے میں دُنیا بے حقیقت ہے۔ نیز قرآن مجید یہ بھی بتاتا اور سمجھاتا ہے کہ اُخروی زندگی اور اُخروی رنج و راحت اسی دنیوی زندگی کے اعمال کا نتیجہ ہے یعنی دُنیا ئے عمل یہی محدود زندگی ہے۔ اس صداقت و حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے قرآن مجید صرف اُسی جگہ جہاں دُنیوی عیش و راحت اور اُخروی کامرانی میں تضاد و تقابل پیدا ہو جائے دُنیوی سامانوں کو بے حقیقت و مذموم ٹھہراتا اور کسی جگہ دُنیوی راحت کو عیش اُخروی پر فضیلت نہیں دیتا لیکن فکر آخرت کو مقدم رکھتے ہوئے ہر قسم کے دُنیوی ساز و سامان سے متمتع ہونے کی اجازت دیتا اور اس کے لیے بہترین و بلا ضرر مواقع تجویز کرتا ہے۔ قرآن مجید انسانی زندگی کے نصب العین کو دُنیوی مادیوں تک محدود نہ رکھکر فلاح دارین کو اُس کا منتہائے نظر اور مقصود اصلی قرار دیتا اور آخرت کی کامیابی کو کسی حالت میں بھی فراموش کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ اس حقیقت کو ذہن نشین رکھکر مذکورہ دونوں قسم کی آیتوں اور ان آیتوں کے ماقبل و مابعد کو بھی قرآن مجید میں مطالعہ کرنے سے کوئی تضاد و خفا باقی نہیں رہ سکتا اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (کیا یہ لوگ قرآن مجید میں تدبر نہیں کرتے ؟ ۔ اور اگر قرآن مجید خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا اور خدا کا کلام نہ ہوتا تو ضرور اُس میں بہت سے اختلاف یعنی متضاد باتیں پاتے) مذکورہ بالا حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل آیات پر بھی ضرور غور کرنا چاہیے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝
(التوبہ ۔ رکوع ۳)

اے رسول لوگوں سے کہدے کہ اگر تمہارے باپ۔ تمہارے بھائی۔ تمہاری بیویاں۔ تمہارے کنبے والے اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خراب ہونے کا تمکو ڈر ہے اور مکانات جو تمکو پسند ہیں تمہیں خدا و رسول اور خدا کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر منتظر رہو کہ خدائے تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمادے اور خدائے تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں

دیا کرتا۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (بقرہ۔ رکوع ۲۵)

لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمکو دنیا ہی میں سب کچھ دیدے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمکو دنیا میں بھی خیر و خوبی عطا کر اور آخرت میں بھی خیر و خوبی مرحمت فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی لوگ ہیں جن کو اُن کے اعمال کے نتائج ملیں گے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۝ (النحل۔ رکوع ۱۰)

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک مملوک غلام ہے جو کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا اور ایک وہ شخص ہے جس کو ہم نے اچھی روزی دے رکھی ہو اور وہ اُس میں سے خفیہ و علانیہ خرچ کرتا ہے۔ بھلا یہ دونوں برابر کس طرح ہو سکتے ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف۔ رکوع ۴)

ان لوگوں سے دریافت کرو کہ کس نے حرام کیا ہے اللہ کی پیدا کردہ زیب و زینت کی چیزوں کو اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیئے پیدا کی ہیں کہدو کہ یہ چیزیں (انسانوں کے لیئے ہیں مگر) خاصکر قیامت کے دن اُنھیں لوگوں کے لیئے ہونگی جو اس دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی آیات جاننے والوں

Marfat.com

کے لیے مفصل بیان کرتے ہیں۔

وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً
لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا
مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ
وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ۝
وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ
لِلْمُتَّقِينَ ۝ (الزخرف۔ رکوع ۳)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی روش اختیار کریں گے تو ہم منکرین خدا کے گھروں کی چھتیں اور اُن پر چڑھنے کے زینے اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے سب چاندی سونے کے بنا دیتے اور یہ سب کچھ اس دُنیا کی زندگی کا چند روزہ فائدہ ہونے کی وجہ سے بے حقیقت ہے اور اے رسول آخرت کی جنتی مقصودری تو تیرے رب کے پاس متقیوں ہی کے لیے ہے

انسان کے اندر مال و دولت اور اولاد و حکومت وغیرہ سے زینت۔ تفاخر اور تکاثر وغیرہ ذہنی کیفیات جب پیدا ہو جاتی ہیں تو وہ انھیں چیزوں میں لطف حیات اور سرمایۂ لذت دیکھنے لگتا ہے۔ اسی کی مذمت قرآن مجید کرتا ہے نہ نفس متاع دُنیا کی۔ قرآن مجید نے جہاں کہیں دنیا اور حیاتِ دُنیوی کی تحقیر و مذمت کی ہے دو حالتوں سے خالی نہیں (۱) یا تو دُنیوی زندگی کی اس مجنونانہ شیفتگی کی مذمت کی ہے جو ہمیشہ انسان کے لیے طلب مقاصد میں ایک سب سے بڑی روک ثابت ہوئی ہے مثلاً بنی اسرائیل نے کہا فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون (مائدہ۔ رکوع ۴) یا لذائذ دنیوی کی وہ طلب جس نے عین اُس وقت کہ صدیوں کے بعد قومی آزادی و سروری کی راہ اُن پر کھولی گئی تھی اُن سے یہ فرمائش کرائی کہ یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد (بقرہ۔ ۷) یا محبت زن و فرزند کی وہ گہرائیاں جو اوائل اسلام میں کمزور دلوں کو راہِ ہجرت و جہاد سے روکتی تھیں زُیِّنَ لِلنَّاسِ حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث (آل عمران۔ ۲) ۲ اور یا پھر دنیوی فراخی و طاقت کے اُس غرور و طغیان کی مذمت کی ہے جو ہمیشہ دُنیا میں انسانی ظلم و فساد کا سب سے بڑا باعث رہا ہے

Marfat.com

واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد (بقرہ - ۲۵) اور ظاہر ہے کہ دنیا پرستی کی یہ دونوں حالتیں کسی حال میں بھی محمود نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ بریں یہ ظاہر ہے کہ حیات دنیوی کی ایک صورت وہ ہے جو فکر آخرت سے خالی ہوتی ہے اور ایک وہ جو دونوں پر مشتمل ہوتی ہے فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق ٥ ومنہم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ٥ قرآن مجید یقیناً پہلی صورت کی مذمت کرتا اور دوسری صورت کا داعی ہے۔ لفظ دنیا کے قرآنی مفہوم کو مولانا جلال الدین رومی نے ایک شعر میں خوب ادا کیا ہے ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن ✦ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

انسان اگر دُنیوی ساز و سامان کو مقصود بالذات نہ بنائے بلکہ وصول الی المقصود (اُخروی سرفرازی) کا ذریعہ اور آلہ تصور کرے تو اُس کے لیے دُنیا ہرگز وہ دُنیا نہیں ہے جس کی مذمت کی گئی ہے۔ ان دُنیوی چیزوں کو مقصود بالذات بنا لینا مذموم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین بادشاہت و حکومت کے باوجود رضائے الٰہی اور فکر آخرت سے غافل نہ تھے لہٰذا اُن کی سلطنت و بادشاہت کو وہ دُنیا نہیں کہا جا سکتا جس کی قرآن مجید مذمت کرتا ہے۔

اقوام عالم میں مسلم قوم کا صحیح مقام قرآن مجید چونکہ انسان کو دنیا اور دُنیوی ساز و سامان میں مشغول ہو کر آخرت اور حیات اُخروی کی فکر سے غافل ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا اور قدم قدم پر عواقب و نتائج کی طرف توجہ دلاتا ہے پس ایک ایسی قوم جو ہمیشہ انجام و نتائج پر نظر رکھنے کی عادی ہو اُس کے اعمال و افعال کا غلطی اور بُرائی سے پاک ہونا ضروری ہے اسی لیے قرآن مجید اپنے متبعین کی نسبت فرماتا ہے کہ

کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط (آل عمران - رکوع ۱۲)	لوگوں کی رہنمائی کے لیے جس قدر اُمتیں پیدا ہوئیں تم اُن سب میں بہترین اُمت ہو کیونکہ تم اچھے کاموں کا حکم کرتے اور بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کرتے

Marfat.com

اور خدائے تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ ۔ رکوع ۱۷)

اور اسی طرح ہم نے تم کو مناسب و معتدل قسم کی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو اور تمہارے مقابلہ میں رسول گواہ بنے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (الحج ۔ رکوع ۶)

ان مسلمانوں کو اگر ہم زمین میں پائداری عطا کرینگے یعنی ان کو حاکم بنا دینگے تو یہ نمازیں پڑھیں گے اور زکوٰۃ ادا کرینگے اور اچھے کاموں کا حکم دینگے اور بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کرینگے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

چونکہ قرآن مجید دنیوی فلاح و اقبال کو اُخروی فلاح و کامیابی کے منافی قرار نہیں دیتا لہذا متبعینِ قرآن کا دُنیوی سود و بہبود کے اعتبار سے بحسب ظاہر بھی دوسروں کی نسبت صاحبِ سبقت ہونا لازمی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (النور ۔ رکوع ۷)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے عمل بھی اچھے کیے اُن سے خدائے تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اُن کو زمین میں خلافت یعنی ملک کی حکومت و سلطنت ضرور عطا کریگا۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ (النساء ۔ رکوع ۲۰)

خدائے تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز قابو یافتہ نہ بنائے گا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران ۔ رکوع ۱۴)

پست ہمت نہ بنو اور غمگین بھی نہ ہو اگر تم مومن ہو تو تم ہی برتر و بالاتر رہوگے۔

یہاں تک جو کچھ کہا گیا اُس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید اپنے پیرو کو دُنیا میں خوار و ذلیل و محکوم و مظلوم بناکر نہیں رکھنا چاہتا بلکہ اُس کو ہر قسم کی دُنیوی برتری و فضیلت عطا کرکے دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ اور ہادی اور خلیفہ یعنی ملکوں پر فرماں روا اور قیام حق کے لیے زمین پر متمکن بنانا چاہتا ہے۔

یہ خیال بالکل غلط اور نادرست ہے کہ قرآن مجید اور اسلام نے خود مسلمانوں کو دُنیا میں محکوم و ذلیل

اور مفلس و تباہ حال رہنا تجویز کیا ہے۔ قرآن مجید نے تو ذلت و مسکنت کو خدا کے غضب اور عذاب الٰہی کی نشانی ٹھہرایا ہے چنانچہ یہودیوں کی نسبت فرماتا ہے کہ

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا۔ (آل عمران - رکوع ۱۱)

جہاں کہیں وہ پائے جائیں ذلت اُن پر مسلط ہے۔

وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (آل عمران - رکوع ۱۲)

اور وہ خدائے تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہیں اور افلاس و خستگی اُن پر مسلط ہے۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ (البقرۃ - رکوع ۷)

اور اُن پر ذلت و محتاجی ڈال دی گئی اور وہ خدائے تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہیں۔

مسلمانوں کی موجودہ تباہ حالی و بربادی کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ انھوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا اور تعلیمات قرآنیہ پر عامل نہیں رہے۔

قرآن مجید اور انفرادی و اجتماعی مقاصد

ہر انسان کی رفتار و گفتار و دستار مختلف ہوتی ہے۔ دو آنکھیں۔ دو کان۔ ایک ناک۔ ایک منہ اور دوسرے اعضاء اگرچہ سب کو حاصل ہیں لیکن ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں ہر ایک شخص اپنے اپنے چہرے سے الگ پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی عادات و خصائل و جذبات میں بھی اتفاق کے باوجود اختلاف پایا جاتا ہے۔ آب و ہوا اور ملکوں کے اختلاف نے بھی نوع انسان کو بہت سے گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ زبانوں کا اختلاف۔ معاشرت کا اختلاف۔ نیکی بدی کا اختلاف۔ جسمانی طاقت کے اعتبار سے اختلاف۔ قوائے دماغیہ و عقلیہ کے اعتبار سے اختلاف۔ غرضکہ نوعی اتفاق کے باوجود شخصی و انفرادی طور پر بھی اور قومی و ملکی و اعتقادی اعتبار سے بھی اختلاف موجود ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (البقرۃ - رکوع ۲۶)

(ابتدائے آفرینش میں سب) لوگ ایک ہی طریق پر تھے پھر جب اُن میں اختلاف پیدا ہوا تو خدائے تعالیٰ نے اُن میں مبشر و منذر نبی مبعوث کئے اور اُن کے ساتھ سچی کتابیں بھی نازل فرمائیں تاکہ وہ اُن باتوں کا فیصلہ کریں جن میں لوگوں نے

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (یونس۔ رکوع ۲)	لوگ ابتداءً ایک ہی طریق پر تھے پھر ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

قرآن مجید دنیا اور نوع انسان کے اس اختلاف کو بخوبی مدنظر رکھتا اور اشخاص۔ مخاطبین۔ مکلفین وغیرہ کی حیثیات کے موافق مختلف احکام صادر فرماتا ہے مثلاً کوئی حکم شخصی اصلاح کے لیے ہے۔ تو کوئی حکم جماعتوں اور خاندانوں کی تنظیم و تربیت کے لیے۔ کوئی تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ اور ملکی اصلاح کی غرض سے ہے تو کسی سے اصلاح نفس اور روحانی تہذیب مقصود ہے۔ کسی حکم کے مخاطب عوام ہیں تو دوسرے بہت سے احکام کی مخاطب عامہ جماعت ہے۔ کسی حکم کی تعمیل کا مطالبہ اگر اصحاب اموال سے ہے تو کسی کا مطالبہ اہل عزت سے ہے۔ کسی حکم کے مکلف اصحاب اموال خطیرہ ہیں، اور کسی کی تکلیف ہر ایک عاقل بالغ مستطیع پر ہے۔ غرض کہ حیثیات مختلف ہیں اور ہر ایک اصلاحی دستور العمل اور ہادی و مصلح کو ان کا لحاظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ اس حقیقت کو ذہن نشین رکھکر قرآن مجید کا پُر غور مطالعہ کیا جائے تو بلا اشتباہ صاف صاف نظر آنے لگتا ہے کہ قرآن مجید میں انفرادی زندگی کی اصلاح کے لیے بھی احکام و قوانین موجود ہیں اور جماعتی و قومی سرفرازی حاصل کرنے کے لیے بھی ہدایات موجود ہیں۔ قرآن مجید انسان کی انفرادی زندگی کو نہایت خوبی کے ساتھ اُس مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں ہمدردی۔ ایثار۔ قربانی۔ جانفشانی۔ بہادری۔ اتحاد۔ مصالح جزئیہ پر مصلحت کلی کو ترجیح دینا۔ اطاعت اولی الامر۔ فرض منصبی کو پہچاننا اور پورا کرنا۔ حصول مقصد کے لیے مرمٹنا وغیرہ صفات حسنہ انسان میں حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ ایمان اور اعمال صالحہ اُس کے اندر کامل صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ خود غرضی و نفس پرستی کو بکلی معدوم و فنا کرکے اور اپنے وجود سے بے پروا ہو کر اجتماعی و قومی زندگی کے لیے اپنی تمام طاقتیں اور کوششیں وقف کر دے۔ دنیا میں انفرادی زندگی اُسی وقت خوشگوار اور قابل قدر ہو سکتی ہے جبکہ قومی و اجتماعی کامرانی حاصل ہو جائے لہذا انسان کا انفرادی زندگی کو قومی زندگی کے لیے فنا کر دینے پر آمادہ ہو جانا ہی اُس کی انفرادی زندگی کے لیے سب سے بلند و برتر مقام اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید

Marfat.com

نے جس وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے دنیا کی کسی مذہبی کتاب نے اس طرح علمی رنگ میں بیان نہیں کیا۔ قرآن مجید نے بالکل فطری اصول پر انفرادی زندگی کی اصلاح کو اجتماعی زندگی کی اصلاح کا ذریعہ قرار دیکر پھر اجتماعی زندگی کے لیے مخصوص احکام بیان فرمائے ہیں (اس جگہ قرآن مجید کی اُن تمام آیات کا جو مذکورہ مضمون سے تعلق رکھتی ہیں نقل کرنا دشوار ہے اور صرف دو چار آیات کا نقل کرنا گویا مضمون کو ناقص کرکے دکھانا تھا) قرآن مجید حکومت۔ سلطنت۔ ثروت۔ دُنیوی عزت و غلبہ کو قوم کی مشترکہ ملکیت قرار دیتا ہے اور اس سے انکار ہی کس کو ہو سکتا ہے۔ حاکم قوم اور محکوم قوم کا فرق و امتیاز سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا (مائدہ۔ رکوع ۴) کے الفاظ پر غور کرو انبیاء کی نسبت تو "فِیْکُمْ" کا لفظ استعمال فرمایا لیکن آگے "جَعَلَ فِیْکُمْ مُّلُوْکًا" نہیں فرمایا بلکہ "جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا" فرمایا اور یہ فرمانا اس لیے ضروری تھا کہ جس قوم کا بادشاہ ہوتا ہے اُس قوم کا ہر فرد گویا بادشاہ بنجاتا ہے۔ اگر افراد علیحدہ علیحدہ اپنے اغراض کو پیش نظر رکھیں اور قومی مشترکہ مقاصد کو نظر انداز کر دیں تو کبھی قوم کو کامیابی و سرفرازی حاصل نہیں ہو سکتی (جیسی کہ آجکل مسلمانوں کی حالت دیکھی جا رہی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون) قرآن مجید نے تو اھدنا الصراط المستقیم۔ ربنا ظلمنا انفسنا۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا وغیرہ دعاؤں میں بھی اجتماعی زندگی کی اہمیت کو فراموش نہیں ہونے دیا۔

آنچہ برماست ازماست

مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ قوم کا بڑا حصہ نماز روزہ وغیرہ عبادات سے بالکل ہی متنفر اور بے بہرہ ہے۔ جو لوگ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اُن کی نمازیں محض رسمی اور روزے اکثر ایسی ہیں جن کو جسد بے روح کہنا چاہیے۔ نہ نمازوں میں خشوع ہے نہ اُن نمازوں میں تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کا کوئی اثر پایا جاتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں جو لوگ روزے رکھتے ہیں اُن میں تنک مزاجی۔ تن پروری۔ بزدلی۔ اور بدکلامی تو اکثر نمایاں ہوجاتی ہے لیکن روزہ کی اصل شان بہت کم دیکھی جاتی ہے اللّٰما شاء اللّٰہ۔ ایثار۔ قربانی۔ بے نفسی۔ قومی نفع کو ذاتی منافع پر ترجیح دینا وغیرہ ضروری صفات کا تو کہیں نام و نشان تک مسلمانوں میں نہیں پایا جاتا لیکن حیرت ہوتی ہے کہ انھیں مسلمانوں کی زبان سے بار بار یہ اعتراض سننے کا موقع

ملتا ہے کہ ہمارے ساتھ آج کل آیت استخلاف والا وعدہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کیوں پورا نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ آیت استخلاف میں نمایاں طور پر صلاحیت کی شرط موجود ہے اور آج کل کے مسلمانوں میں وہ شرطِ صلاحیت مفقود۔ بعض لوگ اس خدشہ میں مبتلا ہیں کہ وہ کسی ایک یا چند نیک اور پابند شرع عابد زاہد مسلمانوں کو دیکھکر کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو پابند شرع اور عبادت گزار ہیں خلیفۃ اللہ فی الارض کیوں نہیں بنجاتے؟ لیکن وہ نہیں سوچتے کہ قرآن مجید نے یہ کہیں نہیں کہا کہ جو شخص احکام اسلامی کا پابند ہوگا وہ انفرادی اور شخصی استحقاق کی بنا پر بادشاہ بنجائیگا یا دولتمند ہوجائیگا۔ افراد امت میں سے ہر فرد کی حالت اُس کے احوال وظروف اور سعی و تدبیر کے مطابق ظہور میں آتی ہے اور اُس کے احکام دوسرے ہیں۔ قرآن مجید نے سلطنت وخلافت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اُس کا تعلق اجتماعی و قومی زندگی سے ہے یعنی قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر ایک قوم بہ حیثیت قوم کے ان اصول واحکام پر عامل ہوگی تو ضروری ہے کہ اُسے قومی عروج واقبال حاصل ہوجائے اگرچہ منتہائے درجۂ اقبال تک پہنچ جانے کے بعد بھی اُس میں بکثرت افراد مفلس و قلاش ہوسکتے ہیں خدائے تعالیٰ کے بعض فضل وانعام ایسے ہوتے ہیں جو افراد پر نہیں بلکہ صرف جماعتوں پر ہی نازل ہوتے ہیں مثلاً اولاد انعامات الٰہیہ میں سے ایک بڑی نعمت ہے لیکن کوئی شخص کسی عورت سے شادی نہ کرے اور حالت تجرد میں رہ کر اولاد کا خواہاں ہو تو چاہے وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا مستحق انعام کیوں نہ ہو اولاد کے انعام الٰہی کو حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ اُس نے اس انعام خاص کی ایک لازمی شرط کو پورا نہیں کیا۔ یا مثلاً کسی فوج کے سپاہی کا رعب عام لوگوں کے دلوں میں اُسی وقت قایم ہوسکتا ہے جبکہ اس فوج کا ہر سپاہی اپنے افسر کا فرمانبردار اور آپس میں ایک دوسرے سے برسرِ جنگ نہو۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ من حیث القوم مسلمانوں میں سلطنت وفرمانروائی کی قابلیت وصلاحیت موجود نہ ہو اور وہ خلیفہ وفرمانروا بنجائیں۔ آیت استخلاف وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کا ایک یہ مطلب بھی ہے کہ ایمان واعمال صالحہ میں جو قوم من حیث القوم پوری اُتر جاتی ہے اُس قوم کو ضرور بالضرور خلافت فی الارض یعنی ملکوں کی سلطنت وحکومت حاصل ہوجاتی ہے۔ چونکہ مسلمان آجکل یہودیوں کی طرح قرآن مجید کے ایک حصہ کو مانکر ایک حصہ کا عملاً انکار کرچکے ہیں لہذا اس بداعمالی کی جو سزا یہودیوں کو دی گئی تھی وہی سزا مسلمانوں کو

رہی ہے۔ یہودیوں سے مخاطب ہو کر خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط (البقرہ - رکوع ۱۰)	کیا تم کتاب اللہ کے بعض حصہ کو مانتے اور بعض سے انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو لوگ اس نالائقی کے مرتکب ہوں اُن کی سزا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس دنیوی زندگی میں اُن کو ذلت و رسوائی حاصل ہو اور قیامت کے دن نہایت سخت عذاب میں مبتلا کیے جائیں۔

آج کل مسلمانوں میں بڑے بزرگ اور باخدا وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں جو اپنی تمام خداداد قوتوں اور استعدادوں کو بیکار و معطل کر کے زاویہ نشین ہو گئے ہیں اور روزی کمانے کے تمام مشاغل ترک کر کے جہاد و مخالفت اور چلہ کشیوں میں مصروف ہیں یہ لوگ متوکل کہلاتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں توکل کے یہ معنے کسی جگہ بیان نہیں ہوئے قرآن مجید نے توکل کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ مشکلات کے وارد ہونے پر اپنے کام اور کوشش کا ترک نہ کرنا اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا کہ وہ ضرور بہتر نتیجہ پیدا کریگا۔ چنانچہ فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون جیسا بزدلانہ جواب دینے والوں کی ہمت بندھاتے، فتح کا یقین دلاتے اور آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا تھا کہ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ یعنی اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرو اور دشمنوں پر چڑھائی کرو۔ اسی طرح آج کل صبر کے معنے مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھے ہیں کہ ذلتیں سہکر خاموش بیٹھے رہنا حالانکہ صبر کے معنے ہیں مشکلات کا مقابلہ کرنا اور مصائب کو سہکر مصروف کار رہنا اور ہمت ہار کر مقابلہ سے منہ نہ موڑنا۔ قرآن مجید صبر کا مفہوم اس طرح سمجھاتا ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرہ - رکوع ۳۳)	وہ لوگ جن کو خدائے تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہونے کا یقین تھا کہنے لگے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں یعنی ثابت قدم رہنے والے بہادروں کا ساتھی ہے۔

Marfat.com

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
(البقرہ - رکوع ۳۳)

اے ہمارے رب ہم پر صبر (یعنی ثابت قدمی) نازل کر اور معرکۂ جنگ میں ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافروں کی قوم پر ہم کو فتح عطا کر۔

فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝
(الانفال - رکوع ۹)

اور اگر تم میں سے ایک سو مجاہد ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پر فتح مند ہوں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ دو ہزار کفار پر اللہ کے حکم سے غالب ہوں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید اپنے متبعین کو پیش آئندہ ضرورتوں کے لیے پہلے سے تیاری کرنے اور مستعد رہنے کا حکم فرماتا ہے مثلاً

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال - رکوع ۸)

اور تم سے جہاں تک ممکن ہو دشمنوں کے مقابلہ کے لیے قوت کے ذریعہ اور گھوڑوں کے مستعد رکھنے سے تیاری کرو تاکہ تم اپنے اور خدا کے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر - رکوع ۳)

اے مومنو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا تیاری کی ہے۔

لیکن مسلمانوں کی حالت آج کل یہ ہے کہ سب سے زیادہ قیمتی اور مکرم و محترم وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں جو مسلم قوم کی سود و بہبود اور فلاح و ترقی کی کوششوں سے بالکل بے تعلق اور بے نیاز ہو کر انجام کی طرف سے بے فکر اور راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے خیالات و عقائد اور اعمال کی یہ حالت ہو تو نتائج بھی اسی کے مطابق کیوں نہ برآمد ہوں اس میں اسلام اور تعلیمات قرآنیہ پر کیا الزام عاید ہو سکتا ہے!؟ - فتدبروا۔

ایک اور اعتراض بھی بار بار سننے میں آتا ہے کہ یورپی اقوام مسلمانوں کے مقابلہ میں چیرہ دست اور حکومت و سلطنت کے اعتبار سے صاحب سبقت کیوں ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں

Marfat.com

محمد وقار المجید ذخیرہ لاہور

دوسری قوموں کو زیادہ ملک و دولت کیوں حاصل ہے۔ درحقیقت اس سوال کا جواب اوپر آچکا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن مجید اور احکام اسلام سے غفلت و بغاوت اور روگردانی اختیار کر کے من حیث القوم اپنے آپ کو ذلت و مسکنت کا مورد بنا لیا ہے اور محض رسمی و اسمی اسلام جس میں کوئی اسلامی حقیقت نہ پائی جائے وہ نتائج ہرگز پیدا نہیں کرسکتا جن کا وعدہ قرآن مجید نے کیا ہے۔ نیز ابتلاء و آزمائش کا آنا اور اس میں پورا اترنا بھی ازبس ضروری ہے جس میں آج کل کے مسلمان ہیٹے ثابت ہو رہے ہیں۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ (العنکبوت۔ رکوع ۱)	کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہنے سے چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی اور ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تھا۔ پس خدائے تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان کے دعوے میں سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں الگ الگ معلوم کریگا۔
الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ (الملک۔ رکوع ۱)	خدا وہ ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ (الدھر۔ رکوع ۱)	ہم نے انسان کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا کہ اس کی آزمائش کریں پس ہم نے اس کو سننے دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اس کو راستہ بھی دکھایا اب یا تو وہ شکر کرنے والا ہے یا ناشکرا یعنی وہ چاہے مومن بنے چاہے کافر۔
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○	اور ہم تم کو کچھ خوف اور بھوک اور نفوس و اموال اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے اور اس آزمائش میں ثابت قدم رہنے والوں کو خوشخبری سنادو۔ اور یہ ثابت قدم رہنے والے وہ لوگ ہیں کہ

Marfat.com

(البقرہ ۔ رکوع ۱۹)

جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یعنی اپنے صحیح منتہائے مقصد سے غافل نہیں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ

(الزخرف ۔ رکوع ۳)

اس دُنیا کی زندگی میں ہم اُن کے درمیان اُن کی روزی تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے اُن میں بعض کے درجوں کو بعض کے مقابلے میں اونچا کیا ہے تاکہ بعض کو بعض اپنا مسخر رکھیں۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کا یہ غلبہ و استیلا مسلمانوں کے لیے بطور سزا اور بطور تنبیہ تازیانہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے کہ اُن کی آنکھیں کھلیں اور وہ جاگیں تو راہِ راست پر گامزن ہو جائیں جب کہ بنی اسرائیل کو بھی اُن کی بد اعمالیوں کے نتیجہ میں اسی قسم کی سزا ملی تھی جس کی طرف سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں اشارہ ہے کہ

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۔ رکوع ۱)

پس جب اُن دو وعدوں میں سے پہلے کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے خلاف اپنے ایسے بندے کھڑے کر دیے جو بڑے سخت گیر و تشدد تھے پس وہ تمہارے گھروں اور شہروں میں پھیل گئے اور خدا کا وعدہ تو پورا ہی ہونے والا تھا۔

اسی قسم کے اور بھی بعض اعتراضات جو قرآن مجید کی طرف سے غافل رہنے کے سبب مسلمانوں کی زبان پر آ جاتے ہیں باقی ہیں لیکن میں اس کتاب میں اس سے زیادہ کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ قرآن مجید ہر ایک اعتراض کا جواب خود دیتا اور ہر خدشہ قرآن مجید ہی کے ذریعہ رفع کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو یاد دلاتا اور اسی قول پر اس قولِ حق کو ختم کرتا ہوں کہ حسبنا کتاب اللہ۔

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین ایم - اے - پی - ایچ - ڈی بیرسٹرایٹ لاء
سابق صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن رفیق اعزازی ندوۃ المصنفین دھلی
کی دو معرکۃ آرا کتب

قرآن اور تصوف — رموز عشق

چھپ کر تیار ہو گئی ہیں امید ہے کہ آپ اپنا قیمتی آرڈر جلد روانہ کریں گے ۔

قرآن اور تصوف

کتاب و سنت کے منشا و ماخذ کی روشنی میں حقیقی اسلامی تصوف کو منطقی ترتیب اور وضاحت کے ساتھ ایک خاص اسلوب میں پیش کیا گیا ہے ۔ جس کا مقصود حصول مقام عبدیت مع الالوہیت اور یافت و مشہود حق ہے اور اُس کا قدرتی نتیجہ محویت فی الحق اور یافت و شہود و حق و خلق

فہرست عنوانات

۱ مقدمہ - ۲ - - استعانت - ۳ قرب و معیت - ۴ تنزلات ستہ - ۵ خیر و شر
۶ جبر و قدر - ۷ یافت و شہود

فہرست نقشہ جات

۱ سلوک الی اللہ - ۲ عبادت استعانت - ۳ قرب و معیت - ۴ عبداللہ - ۵ تنزلات ستہ

صفحات ۱۷۶ سائز ۱۸×۲۳ قیمت ۱۳۰۵۰

رموز عشق

فہرست عنوانات

دیباچہ - باب اول محبت یا عشق کی حقیقت - باب دوئم اسباب محبت یا عشق - باب سوئم عشق حقیقی اور دلائل شرعیہ ۔ باب چہارم عشق اور صوفیہ وجودیہ - باب پنجم عشق مجازی - باب ششم اثار و ثمرات عشق

صفحات ۲۰۸ سائز ۱۸×۲۳ قیمت ۱۶۰۰۰

پروگریسو بکس
۴۰-بی اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com